لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

خاتم النبیین

یعنی سوانح عمری

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ و مؤلفہ
منشی نذیر احمد سیماب قریشی بنہاری

ترتیب نو
محمد الیاس عادل

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط

خاتم النبیین

یعنی سوانح عمری

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ و مؤلفہ

منشی نذیر احمد سیماب قریشی بنہاری

ترتیب نو — محمد الیاس عادل

مُشتاق بُک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

ہماری کتابیں۔ معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

ناشر: مشتاق احمد
اہتمام: سلمان منیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب — سوانح عمری حضرت محمد ﷺ
مرتبہ و مولفہ — منشی نذیر احمد سیماب قریشی۔ بنہاری
ترتیب نو — محمد الیاس عادل
پروف ریڈنگ — نجم الصبح
مطبع — اسد نیئر پرنٹرز، لاہور
سنِ اشاعت — مارچ 2007ء
ڈیزائن — عاطف بٹ
کمپوزنگ — گل گرافکس
قیمت — 120 روپے

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

فہرست

	عنوان	صفحہ
✿	دیباچہ کتاب	17
	باب نمبر1	21
✿	خاتم النبیین	21
✿	قلم کو حکم باری تعالیٰ	22
✿	بارہ پردے	23
✿	مقامات کا پیدا ہونا	24
✿	فرشتوں کو حکم	25
✿	نظم	25
✿	نسب نامہ آنحضرت (ﷺ)	27
✿	خاندانی پس منظر	27

نور محمدی ﷺ	28
حضرت عبداللہ کی شادی	29
والد ماجد کا انتقال	31
کتب قدیم کی بشارات	31
صحائف نوح علیہ السلام	32
صحائف ابراہیم علیہ السلام	32
توریت شریف	32
زبور شریف	32
انجیل مقدس	32
مختلف روایات	33
بادشاہ کا واقعہ	34
بادشاہ کا خط	35
دُنیا کی حالت	37
ولادت باسعادت	38
مکہ مکرمہ پر چڑھائی	39
آتش کدہ بجھ گیا	41
ملائکہ کی منادی	41
نظم	43
ثوبیہ کی آزادی	43

حلیمہ سعدیہ کی خوش بختی	44
پہلا عدل	45
ہر کام میں برکت	46
بچپن کے دِن	47
چھ برس کی عمر مبارک	48
واقعہ شق الصدر	48
حلیمہ سعدیہ کی پریشانی	49
باب دوم	51
والدہ ماجدہ کی وفات	51
بارانِ رحمت کا نزول	51
دادا کی وفات	52
چچا کی شفقت	53
شام کا سفر	54
اہل قافلہ کی دعوت	55
بحیرا کے سوالات	57
بحیرا کا مشورہ	57
حرب الفجار	58
یمن کا سفر	58
ملائکہ کا ظاہر ہونا	59

حلف الفضول 59
تجارت کا سفر 60
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خواب 60
نظم 61
سفر کے حالات 63
نکاح مبارک 64
کعبہ کی تعمیر نو 65
حجر اسود کا معاملہ 65
حق کی متلاشی 66
باب سوم 67
غار حرا میں عبادت 67
پہلی وحی کا نزول 68
وضو کرنا 69
خوشی کے لمحات 70
عداس راہب کی باتیں 71
نعت 72
سب سے پہلی آیت کا نزول 74
سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت 75
ابو طالب کی کیفیت 76

✿	اعلانیہ تبلیغ کا آغاز	77
✿	ابولہب و ابوجہل کی مخالفت	78
✿	ابولہب کی گستاخی	79
✿	چچا ابوطالب کا عزم	80
✿	کفار کی شدید مخالفت	81
✿	فرشتہ کا حاضر ہونا	82
✿	کفار کے باہمی مشورے	82
✿	خانہ کعبہ میں تبلیغِ اسلام	84
✿	کفار کی پیشکش	84
✿	عتبہ کا اعتراف	88
✿	سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر تشدد	88
✿	ہجرت کا حکم	89
✿	مہاجرین کی آمد اور واپسی	91
✿	نجاشی اور قاصدوں کا قبول اسلام	92
✿	جن کا واقعہ	92
✿	کفار کا حملہ	94
✿	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قسم	94
✿	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	95
✿	فرشتوں کا آنا	98

کفار کا منصوبہ	99
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عزم	99
دِل کی دُنیا بدل گئی	101
نظم	102
اعلانیہ عبادت	102
کعبہ کو بتوں سے پاک کرنا	103
گھاٹی میں محصوری	104
ابو جہل کی درگت	105
رسول اللہ ﷺ کو خبر ہو گئی	106
ابو طالب کی وفات	107
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال	108
اللہ نگہبان ہے	108
طائف کا سفر	109
جنات کا قبول اسلام	110
مکہ مکرمہ میں واپسی	113
بارہ ہزار جنات کی آمد	113
طفیل دوسی کا قبول اسلام	114
قریش کی پیش کش	115
کفار کے اعتراضات	115

ابوجہل کا منصوبہ 118
معراج شریف 120
نظم 121
بیت المقدس کی طرف روانگی 122
نظم 123
سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنا 124
شعر 125
رحمت کا نزول 126
واپسی کا سفر 126
منکرین کا اعتراض 127
نبوت کا تیرہواں سال 130
ہجرت مدینہ 131
قریش کے باہمی مشورے 132
باب نمبر4 136
رسول کریم ﷺ کی ہجرت 136
غارِ ثور میں قیام 137
کفار کی شرمندگی 138
رسول کریم ﷺ کی تلاش 138
سانپ کا کاٹنا 140

سراقہ کا واقعہ	140
دودھ میں برکت	141
بریدہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	141
اہل مدینہ کی خوشی وانتظار	143
مدینہ منورہ میں قیام گاہ	144
مسجد نبویؐ کی تعمیر	145
سلمان فارسیؓ کا قبول اسلام	146
قبلہ کی تبدیلی	146
لڑنے کا حکم	148
غزوۂ بدر	150
قافلہ کا صحیح سلامت نکل جانا	152
مجاہدین اسلام کا عزم	152
اللہ تعالیٰ کی مدد	153
مسلمانوں کی فتح	153
کفار کا منصوبہ	155
یہودیوں کا ڈر	156
3ھ کے واقعات	158
غزوۂ اُحد	159
لشکر کی تیاری	159

✿	لڑائی کا آغاز	160
✿	ثابت قدم صحابہ کرام رضی اللہ عنہ	161
✿	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ	162
✿	جنگ کا نتیجہ	162
✿	قریش کا پچھتاوا	168
✿	4ھ کے واقعات	169
✿	کفار کی دھوکہ دہی	169
✿	مخالفین کی شکست	169
✿	سریہ بیر معونہ	170
✿	غزوۂ بنی النضیر	171
✿	بن نضیر کو پیغام	171
✿	یہودیوں کا انکار	172
✿	5ھ کے واقعات	175
✿	غزوۂ ذات الرقاع	175
✿	غزوۂ دومۃ الجندل	175
✿	غزوۂ بنی المصطلق	175
✿	غزوۂ احزاب یا خندق	176
✿	یہودیوں کی عہد شکنی	177
✿	مسلمانوں کی حکمت عملی	177

- لڑائی کا آغاز 178
- گھمسان کی جنگ 179
- غزوۂ بنی قریظہ 184
- واقعہ اعرابی 184
- 6ھ کے واقعات 185
- سریہ نجد 185
- سریہ فدک 185
- غزوۂ بنی لحیان 185
- صلح حدیبیہ 186
- بیعت رضوان 187
- دشمنوں کی گرفتاری 188
- صلح نامہ 189
- استسقاء 190
- دعوت اسلام ممالک غیر میں 191
- نجاشی کے نام خط 191
- ہرقل کے نام خط 191
- حاکم بیت المقدس کی گواہی 192
- ہرقل کا اقرار 193
- والئی شام کے نام خط 193

شاہ یمامہ کے نام خط	194
شاہ اسکندریہ کے نام خط	194
خسرو پرویز کے نام خط	194
غزوۂ خیبر	196
قلعہ قموص کی فتح	196
گوشت میں زہر	197
حجاج بن علاط کا قبول اسلام	197
صلح فدک	198
مہاجرین کی واپسی	199
شاہ غسان کے نام خط	199
خالد بن ولید ؓ کا قبول اسلام	199
سریہ بنی خزاعہ یا ذات السلاسل	200
سریہ موتہ	200
فتح یا شہادت	201
قلعہ موحہ کی فتح	203
فتح مکہ معظمہ	204
مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی	206
ابوسفیان کو ترغیب اسلام	206
ابوسفیان ؓ کا قبول اسلام	207

امان کا اعلان 208
بیت اللہ میں داخلہ 209
راہ فرار اختیار کرنے والے 209
غزوۂ حنین 211
مسلمانوں کی فتح 212
غزوۂ طائف 213
9 ھ کے واقعات 215
غزوۂ تبوک 215
مسجد ضرار کا قصہ 218
مسجد ضرار کا منہدم کرنا 220
سریہ انجدار یا وادی الرمل 221
مختلف قبائل کا قبول اسلام 222
10 ھ کے واقعات 223
نصاریٰ نجران کو جواب دینا 224
نصاریٰ نجران کا اعتراف 224
حاکم یمن کی وفات 225
وفود کی آمد 225
مختلف وفود کا قبول اسلام 226
مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت 226

✿	حجۃ الوداع	227
✿	جبرائیل علیہ السلام کی حاضری	228
✿	**11ھ کے واقعات**	229
✿	مسیلمہ کذاب کا خاتمہ	229
✿	سجاح کا دعویٰ نبوت	229
✿	سجاح کا انجام	230
✿	عبہلہ کا دعویٰ نبوت	230
✿	لشکر اسامہ کی تیاری	231
✿	وصیت کرنا	231
✿	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت	232
✿	اہل بیت کو تسلی دینا	233
✿	ملک الموت کی حاضری	234
✿	ملک الموت کو حاضری کی اجازت	235
✿	دس چیزوں کا اُٹھالیا جانا	236
✿	وصال مبارک	237
	باب نمبر5	238
✿	معجزات	238
✿	قرآن ایک معجزہ عظیم	238
✿	قرآن حکیم کا اعجاز	241

❁	شق القمر	243
❁	سورج کا دوبارہ طلوع ہونا	244
❁	بچے زندہ ہو گئے	244
❁	ازواج واولاد آنحضرت ﷺ	247
❁	اسمائے مبارک ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم	247

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

دیباچہ کتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ○

ہزار ہزار شکر اس پروردگار کا ہے جس نے محض کن کے کہنے سے کائنات کو پیدا کر کے انسان ضعیف البنیان کو شرف خلافت بخشا اور ہر زمانہ میں حسب حالات بنی آدم کی رہنمائی کے لیے پیغمبر مبعوث کیے۔ تا کہ گمراہی سے بچیں اور راہ راست پر چل کر اپنے پیدا کنندہ کی خوشنودی حاصل کر کے نجات ابدی کے سزاوار بنیں اور بالآخر زمانہ آخری میں اپنے محبوب ترین بندے سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کا خطاب اور اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے مصداق اسلام جیسی نعمت عطا کر کے ہم عاجزوں کی رہبری کے لیے بھیجا۔

امابعد خاکپائے بزرگان دین و عالمیان شرع مبین احقر الحقیر پر تقصیر بندہ رب الارباب نذیر احمد سیماب عرض گذار ہے کہ اپریل 1918ء میں نیاز مند کو بعہدہ سفارت سادات و قریش سوشل کانفرنس امرتسر کی طرف سے علاقہ پنجاب میں دورہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ ایام دورہ میں ہر درجہ اور ہر فرقہ کے مسلمانوں سے عموماً سادات سے خصوصاً ملنے اور تبادلہ خیال کا ایک اچھا موقعہ ملا اور مسلمانوں کی تباہ حالت۔ گمراہی و ضلالت احکام اسلام

سے لاپرواہی کے نتائج کا پورا پورا فوٹو بچشم خود دیکھا اور کلیجہ پکڑ کر رہ گیا اور بے ساختہ زبان سے نکلا۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مثال کے طور پر یہاں صرف دو واقعات لکھتا ہوں۔

(1) چشتیاں شریف علاقہ ریاست بہاولپور جہاں خواجہ نور محمد صاحب قبلہ عالم کا مزار مبارک مرجع ہر خاص و عام ہے دو تین رات رہنے کا اتفاق ہوا۔ یہاں کی کل مسلم آبادی ہے اور قریشی چشتی کہلاتے ہیں۔ فرداً فرداً کئی آدمیوں سے دریافت کیا کہ تم کس کی امت ہو۔ تو بڑی سوچ کے بعد ایک عجیب لہجہ میں ان سب کا عموماً یہی جواب تھا کہ ”بیڑی ٹھلے وانگو جہاناں اے۔ ہن وسر گیا۔“ خاکم بدہن۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ وہی الفاظ ہیں جو انہی کی زبان سے جواباً نکلے۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ جو شخص اس کے نام سے ہی ناواقف ہے۔ جس کا کہ وہ کلمہ پڑھتا ہے۔ تو اس کی تعلیم سے کہاں تک واقف ہے۔

(2) علاقہ ضلع جھنگ پنجاب میں جہاں خاکسار کو بباعث ملازمت بھی قریباً چھ سال تک رہنا پڑا۔ جمیع مسلمانوں کی حالت زار دیکھنے کا اکثر موقعہ ملا۔ وہاں سادات وقریش نے شریعت اسلام پر توبہ کر کے رسم و رواج کو برقرار رکھنے کا عزم بالجزم کرلیا ہوا ہے اور انہوں نے سرکاری رجسٹر میں اپنی رسومات کو درج کرادیا ہے اور ساتھ مثالیں بھی ہیں منجملہ دیگر بدرسومات کے ایک رسم یہ بھی ہے کہ بیوہ کا نکاح ثانی نہیں کیا جاتا اور بعض لڑکیوں کو مصلے پر بٹھا دیا جاتا ہے (مصلے بٹھانے سے یہ مراد ہے کہ اس لڑکی کا نکاح ثانی کیا ہی نہیں جاتا۔ شریعت میں اس کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترکہ کے متعلق اپنے نقصان کو مدنظر رکھ کر لڑکی کو نکاح نہ کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یوں بھی تو لڑکیوں کو ترکہ نہیں دیا جاتا) مزید غضب کی یہ بات ہے کہ اگر کسی لڑکی کی منگنی کسی کے ہاں ہو جائے

اور تقدیر سے لڑکا قبل از نکاح فوت ہو جائے تو پھر اس بیچاری لڑکی کا نکاح نہیں کیا جاتا جن کی دیکھا دیکھی دوسری قومیں بھی ایسا ہی کر رہی ہیں اور بعض نے سچ مچ ان رسومات کو اپنی خاندانی رسومات کے سلسلہ میں درج رجسٹر کرا دیا ہے۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

مسجد کی بربادی کے نظاروں اور اسلام سے روگردانی کر کے اشغال دنیا میں منہمک رہنے کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ بعض جگہوں پر مسجدوں میں علانیہ بھنگ اور شراب نوشی کرتے دیکھا اور وہ بھی ایسے جو سید کہلاتے ہیں۔ بڑی بڑی جائیدادوں کے مالک اور بزرگوں کے مزارات کے متولی ہیں۔ شاہ صادق نہنگ واقع ضلع جھنگ کے گدی نشینوں میں بدقسمتی سے یہ بُری رسم رائج ہے کہ جو شخص گدی نشین ہو وہ شادی نہیں کرتا اور رنڈیاں جتنی چاہے رکھ لے۔ ایسی ایسی سینکڑوں بدرسومات اور جہالت کے نظارے دیکھنے میں آئے۔ جس کی نہ زبان کو طاقت اور نہ قلم کو جرأت کہ کچھ لکھ سکے۔ مسلمان تو مسلمان۔ اغیار کا بھی ہر وہ ذی فہم جس کو خدا نے ذرہ بھر بھی عقل جیسی نعمت عطا کی ہے اگر قرون اولے اور زمانہ حال کے مسلمانوں کی تاریخ کو معہ ہر دو زمانہ کے حالات واسباب کو پیش نظر رکھ کر غور کرے گا تو لامحالا اس کی زبان سے یہی نکلے گا۔

ایک یہ ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ تھے جنہیں تصویر بنا آتی تھی

(چونکہ اغیار کا ذکر ہے اس لیے اس شعر کو ان الفاظ میں بدل دیا گیا ہے۔ دراصل یہ شعر اس طرح ہے۔ ایک ہم ہیں کہ کیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ، ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے۔)

وہ کون شخص ہے جو سلف صالحین کی شان وشوکت جاہ وحشمت عزت وقعت مال ودولت اور سلطنت وحکومت کو نہیں مانتا۔ وہ کونسا مسلمان ہے جو سلف صالحین پر فخر نہیں کرتا۔ لیکن افسوس اور ہزار افسوس کہ اپنی حالت سلف صالحین کی حالت کے ہر بات اور ہر معاملہ میں الٹ ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان آجکل ہدف مصائب بنے ہوئے ہیں۔ سلف

صالحین کی جاہ وحشمت تھی تو اسلام سے۔ سلطنت وحکومت تھی تو اسلام سے مال ودولت ان کے گھر کی ادنیٰ باندی تھی۔ تو اسلام کی بدولت۔ عزت ورفعت ان کی لونڈی تھی تو اسلام کے طفیل۔ درآنحالیکہ جو ذرائع ترقی ہمیں مہیا ہیں۔ انہیں مہیا نہ تھے۔ وہ کسی سے ناراض ہوتے تھے تو اسلام کی خاطر۔ جنگ تھی تو اسلام کی خاطر۔ الغرض وہ اسلام کا مکمل نمونہ تھے اور خدا ان کے ساتھ تھا۔ اسی واسطے ہر میدان میں۔ ہر معاملہ میں ہر بات میں وہ مظفر ومنصور تھے۔ شاداں وشادکام تھے۔ ہم پر اگر مصائب کا نزول ہے۔ تو اسلام سے روگردانی کے باعث اگر ہم مفلس اور قلاش ہیں تو اسلام سے پہلوتہی کرنے کی بدولت اگر ہم اپنی شان وشوکت عزت ووقار کو کھو بیٹھے۔ تو احکام اسلام کو بھلا دینے کی خاطر۔ اگر خدا ہمارے ساتھ نہیں۔ تو اس کی یہی وجہ ہے کہ ہم خدا کے دین یعنی اسلام کو چھوڑ بیٹھے۔ ہم نے اسلام کو بھلا دیا۔ خدا نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہم ہر میدان میں، ہر معاملہ میں ہر کام میں غرض ہر جگہ ناکام وناشاد ہیں۔

معزز ناظرین! یہ حالات اور واقعات ہیں۔ جنہوں نے مجھے اس کتاب کے لکھنے پر آمادہ کیا۔ اس کتاب کا نام خاکسار نے ''خاتم النبین'' رکھا ہے عام اور سادہ الفاظ میں سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے حالات بعد تحقیق نہایت احتیاط سے ایک خاص ترتیب کے ساتھ انتخاب کر کے جمع کیے گئے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوسکا ہے۔ ہر واقعہ کا حوالہ قرآن مجید سے معہ ترجمہ دیا گیا ہے اور خصوصیت سے اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب ہر ایک کے لیے نہایت مفید ہوسکے۔ اب آخر پر میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ایک محدود وقت میں تالیف کی گئی ہے اور نہ ہی مجھے عالم وفاضل ہونے کا دعویٰ ہے لہٰذا ارباب بصیرت کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ جو کمی اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے فوراً مطلع کریں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں شکریہ کے ساتھ اصلاح کی جاسکے۔ امید ہے کہ عامتہ الناس میری اس تالیف سے فائدہ اٹھا کر دعائے خیر سے یاد کریں گے اور خداوند کریم میری اس سعی کو قبول فرمائیں گے۔

خاکسار نذیر احمد سیماب قریشی

رمضان المبارک 1360ھ

باب نمبر1

خَاتَمُ النَّبِیِّین

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے

(شاعر نے صرف چمن میں ہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے مگر حقیقت شناس نگاہیں اس نور پاک کو کائنات کی ہر شے میں دیکھتی ہیں۔ کیونکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام کائنات نور محمدیؐ سے ہی خلق ہوئی ہے۔ مؤلف)

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ تعالیٰ نوری (حدیث شریف)

رسول مقبول صلی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ اگرچہ اس حدیث کے درست ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں لیکن نور سے پیدا ہونے اور اسی نور سے جملہ کائنات کو خلق کرنے کے جو واقعات ہیں ان میں فروعی اختلاف ہے۔ کسی نے کسی طرح بیان کیا ہے اور کسی بزرگ نے کسی طرح، چنانچہ اختلاف سے قطع نظر کر کے یہاں صرف دو روایات لکھی جاتی ہیں۔

جس وقت خداوند تعالیٰ خالق ارض وسما نے حضرت آدم علیہ السلام کو کامل واکمل کر کے مسجود ملائکہ بنایا۔ اس وقت سے لاکھوں سال پیشتر جبکہ ابھی سوائے قدرت ربانی کے جملہ کائنات میں سے کوئی چیز بھی عالم ہستی میں نہ آئی تھی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے نور کامل السرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کر کے مفخر موجودات کیا اور مدت مدید اور عرصہ بعید تک وہ نور مالک کون ومکان خدائے دو جہان کو اس تسبیح سے یاد

کرتا رہا۔

سُبْحَانَ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ لَا يَجْهَلُ سُبْحَانَ الْعَلِيْمِ الَّذِیْ لَا يَجْعَلُ سُبْحَانَ الْجَوَادِ الَّذِیْ لَا يَخُلُ۔

بعد ازیں خداوند تعالیٰ صانع یکتا نے اس نور سے ٹکڑا علیحدہ کر کے ایک جوہر پیدا کیا اس جوہر نے جب نور آنجناب رسالت مآب سے خداوند تعالیٰ کا نام سنا تو ہیبت سے پانی پانی ہو گیا اور کسی جگہ پر قرار نہ پکڑتا تھا۔ اس کے بعد جب کچھ مدت اس حال میں منقضی ہوئی تو دستِ قدرت نے اس پانی کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ کسی حصہ سے عرش کو پیدا کیا، کسی سے قلم کو، کسی سے دوزخ، کسی سے دن اور رات، کسی سے ملائکہ کو کتم عدم سے معرض ہستی میں تبدیل کیا اور کسی سے جملہ ارض و سما بنائے۔

قلم کو حکم باری تعالیٰ:

جب یہ سب کچھ ہو چکا۔ تو خطاب رب الارباب یوں ہوا۔ کہ اے قلم لکھ قلم نے عرض کیا اے میرے خالق کیا لکھوں حکم ہوا۔ کہ لکھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جب قلم نے لکھنا شروع کیا۔ تو ابھی بِسْمِ اللّٰهِ کا لفظ ہی تحریر کیا تھا کہ ہیبت خدا سے قلم شق ہو گئی۔ اور عرصہ بعید تک لوح پر پڑی رہی۔ پھر حکم ہوا۔ قلم نے الرَّحْمٰنِ ہی لکھا تھا کہ پھر شکستہ ہو گئی اور جناب الٰہی میں عرصہ تک گریہ زاری کرتی رہی۔ پھر حکم ہوا اور دستِ قدرت سے قلم میں قط لگا۔ تو قلم نے الرَّحِيْمِ لکھا اور حسب معمول شق ہو گئی۔ راویان رنگین بیان نے روایت کی ہے کہ صرف نو لاکھ سال بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی کتابت میں صرف ہوئے جب بسم اللہ لکھی جا چکی تو خداوند تعالیٰ نے اپنی بزرگی وجلال کی قسم کھائی۔ کہ امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو فرد بشر ایک دفعہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے گا۔ سات سو سال کی عبادت کا ثواب اس کے اعمال نامہ میں لکھا جائے گا۔ پھر حکم ہوا کہ امت آدم علیہ السلام سے جو شخص حضرت آدم عایہ السلام کی تابعداری کرے گا اور اس کے حکموں کو خدا کے احکام تسلیم کر کے ان پر عمل کرے گا۔ خدا اس کو بہشت میں داخل کرے گا اور جو شخص نافرمانی

کرے گا اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

چنانچہ قلم نے ایسا ہی لکھا اور اسی طرح حضرت شیث، حضرت نوح، حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ، حضرت داؤد وغیرہ وغیرہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جملہ انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں کی بابت یہی لکھا اور جب ہمارے آقائے نامدار احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی باری آئی اور ان الفاظ پر پہنچی کہ امت محمدیہ میں سے جو شخص نافرمانی کرے گا۔ اس کے آگے وہی الفاظ جو دوسری امتوں کے بارے میں تھے۔ لکھے جانے لگے۔ تو اچانک حکم الٰہی پہنچا۔ کہ تادب یا قلم، یہ سنتے ہی قلم سجدہ میں پڑ گئی اور اپنی جرأت کی معافی مانگی۔ بعد ازاں حکم ہوا کہ لکھ۔ امت محمدیہ میں سے جو شخص اللہ و رسول کی نافرمانی کرے گا۔ اللہ ان کے گناہوں کو بخشنے والا مہربان ہے۔

بارہ پردے:

امام نجم الدین عمر لسقی رحمتہ علیہ تفسیر بحر العلوم میں اس طرح فرماتے ہیں کہ جب نور وافر السرور آنسرور ساقی حوض کوثر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ہوئی۔ تو بعد میں خداوند کریم غفور الرحیم نے اس نور کو اپنی مرضی سے مختلف بارہ پردوں میں مختلف مدت تک مختلف تسابیح میں مشغول رکھا۔

جب ان بارہ پردوں میں سے نور وافر السرور گزر گیا۔ تو پھر بارہ پردوں میں مثلاً

(1) دریائے اطاعت میں یا خالق یا خالق سے غوطہ زن رکھا، اور یاد خدا کرتا رہا۔

(2) دریائے محبت میں ولی ولی

(3) دریائے قناعت میں سیدی سیدی

(4) دریائے حلم میں احد احد

(5) دریائے یقین میں واحد واحد

(6) دریائے ثابت میں یافرد یافرد

(7) دریائے سخاوت میں یا علی یاعلی

(8) دریائے صبر میں یا عظیم یا عظیم

(9) دریائے شکر میں یا رؤف یا رؤف

(10) دریائے نصیحت میں یا سبوح یا سبوح

(11) دریائے رحمت میں یا قدوس یا قدوس

(12) دریائے شفاعت میں یا غفور یا غفور

مقامات کا پیدا ہونا:

جب ان دریاؤں سے فارغ ہوا۔ تو سات سو مقام پیدا کیے۔ مقام توحید، معرفت، ایمان، اسلام رجا، خوف، شکر، صبر، خشوع، خضوع آخری مقام محبت پیدا کیا۔ نور کامل السرور ہر ایک مقام میں ہزار ہزار سال تک تسبیح کرتا رہا۔ جب ان مقاموں سے گزرا۔ تو حکم کردگار نور سردار نامدار کو پہنچا کہ اے میرے محبوب کے نور میں ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور نے جواب دیا۔ کہ تو میرا پیدا کرنے والا، تو مجھے پالنے والا، تو مجھے زندہ کرنے والا، تو مجھے مارنے والا میرا رب ہے۔ پھر آواز قدرت پہنچی کہ ٹھیک پہچانا۔ جس طرح مجھے پہچانا ہے اسی طرح عبادت کر چنانچہ نور کامل السرور نے فوراً یدی اللہ کے مقام پر قیام کیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک نور کا قطرہ آ کر گرا۔ آپ کے نور کامل السرور نے شکرانہ میں سجدہ ادا کیا۔ علے ہذا القیاس پانچ قطرے گرے اور پانچوں سجدے کیے اور پانچوں نماز فرض ہوئیں) پھر دوگانہ ادا کیا۔ ہزار سال قیام، ہزار سال رکوع ہزار سال قومہ ہزار سال سجدہ پھر ہزار سال جلسہ ہزار سال سجدہ اور پھر دوسری رکعت اسی طرح بعد سجدہ کے ہزار سال التحیات اور ہزار سال بعد میں خموشی اور ہزار سال دائیں بائیں طرف سلام میں صرف کیے۔ اس کے بعد خطاب آیا کہ اچھی عبادت بجالائے ہو۔ مانگو کیا خلعت مانگتے ہو۔ نور افر السرور نے عرض کیا یا اللہ مجھے مقتدائے قوم کرے گا۔ بلحاظ بشریت کے صاف ظاہر ہے کہ مختلف قسم کے گناہ اور جرائم سرزد ہوں گے۔ میں اب خلعت بخشش مانگتا ہوں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جواب دیا کہ اے نور حبیب اچھی چیز طلب کی ہے۔ تمہاری مراد میں نے پوری کی۔ بعد ازاں نور کامل السرور سے دس قطرے علیحدہ ہوئے اور ان قطروں سے باقی تمام

مخلوقات کسی سے کچھ کسی نے کچھ بنایا۔

فرشتوں کو حکم:

پھر نور محمدی کو عرش پر پہنچایا اور ایک مدت تک عرش پر تسبیح و تہلیل میں چمکتا رہا۔ پھر باری باری سے لوح قلم اور کرسی وغیرہ وغیرہ پر ایک کے واسطے چمکتا رہا۔ پھر ایک بہت بڑی مدت کے بعد جبرائیل، عزرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو حکم ہوا کہ جاؤ اور اس جگہ سے جہاں اب آپ کا روضہ مبارک ہے۔ مٹی لاؤ تا کہ وجود با مسعود صاحب لولاک و شہسوار انا ارسلنک و خزانچی انا اعطینک کا بنایا جائے۔ جب ملائکہ نے زمین کو خداوند ذوالجلال والاکرام عمیم الانسان کا حکم پہنچایا تو زمین نے فرط شوق سے جوش کیا۔ اور سفید کافور کی رنگت ہوگئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے مٹی اٹھالی اور چلے گئے۔ بعد ازاں حکم ہوا کہ اے جبرائیل بہشت میں جا اور مشک کافور، زعفران، سنبل ریاحین سلسبیل اور شراب تسنیم کو اس مٹی میں گوندھ۔ جبرائیل علیہ السلام نے حکمت پوچھی تو حکم ہوا کہ کافور سے استخواں مبارک مشک سے خون، سنبل سے بال مبارک وغیرہ بنا کر شفیع جمیع خلائق بناؤں گا۔ چنانچہ مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

نظم

سرش پیدا زبرکات جناں است — کہ آں سرنہاں بنگر عیاں است
فدائے یک سرمویش دو عالم — کہ در ہر دو جہاں شد او مکرم
نبات جنت است آں موئے مشکیں — ازاں رو عطر پرورشد ریاحیں
دو چشمش گشت پیدا ازحیا بیں — حیا گشتہ ازاں چشمانش تحسیں
حیا درد ہرزاں چشماں شد آغاز — حیا گشتہ باآں چشمانش آغاز
ززعفر گو شہائش گشت پیدا — درو پر کردہ از دریائے معنا
زعنبر بنی او گر بہشت است — کہ بنی مردرا عنبر سرشت است

زتسبیح آں لباں گردید پیدا   خجل گشتہ ازاں لب با مسیحا
رویش بشنو کہ از نور تجلی ست   ازاں روجان و دل ہارا تسلی است
زبان او چواز فکر است بنگر   ازاں شیریں شدہ چوں شہد و شکر
کہ رودہ ہاش از صبر آفریدہ   بدینساں صابرے ہرگز کہ دیدہ
ہمیشہ صبر بودہ پیشہ او   غم امت بود اندیشہ او
دو دستش از سخاوت آفریدہ   سخاوت دست زینساں کس ندیدہ
زکافور بہشت استخوانش   زنور حق بودہ مغز و دانش
قدم ہابش شدہ خلق از عبادت   قدم نہادہ یکدم بے عبادت

جب وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیار کیا گیا تو حکم ہوا کہ اس کو تمام کائنات میں پھراؤ اور منادی کرو۔

جذ طينة جيب رب العالمين وشفيع المذنبين ومشهور فی الاولين ومذكور فی الآخرين○

جبرائیل علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی اور بعد ازاں ساق عرش پر رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے جب موقع مقررہ پر

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

ترجمہ: میں پیدا کرنے والا ہوں زمین میں نائب۔

نائب کا خطاب کیا اور فرشتوں نے عرض کیا۔

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ط

ترجمہ: کیا تو ایسے شخص کو نائب بنائے گا جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے۔

اور خدا تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

فرمانے کے بعد جسد حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا۔ تو روح کو حکم دیا۔

اُدْخِلْ فِیْ هٰذَا الْجَسَدِ الَّذِیْ خَلَقْتَهٗ۔

ترجمہ: داخل ہو اس بدن میں جو کہ بنایا ہے۔

تو روح نے عرض کیا کہ یا الٰہی مجھے اس اندھیری کوٹھڑی میں داخل ہوتے خوف آتا ہے۔ مگر پھر یہی حکم ہوا۔ روح کئی دفعہ جسد مبارک آدم علیہ السلام میں داخل ہوتا رہا۔ مگر گھبرا کر نکل آتا رہا اور بار بار وہی عرض کرتا رہا۔ پھر خداوند کریم نے نور خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسد آدم علیہ السلام میں داخل کر کے روح کو جسد میں داخل ہونے کا حکم دیا اور روح نے جب نور خواجہ عالم فخر نبی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آدم علیہ السلام کے بدن میں دیکھا اور روشنی معلوم ہوئی تو خوشی خوشی داخل ہو گیا۔ پھر آپ کا نور پشت در پشت عبداللہ بن عبدالمطلب تک پہنچا۔

نسب نامہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر (ملقب بہ قریش بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اوّبن اورَ بن صبیح بن بنت بن حمل بن قیدار بن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام بن تارخ بن تاخور بن اشرم بن اشروع بن قانع بن تانخ بن ازفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام بن متوشلخ بن اخنوع بن برو بن مہلائیل بن قینان بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام علیہم اجمعین۔

خاندانی پس منظر:

آپ کے دادا عبدالمطلب کے جو وراثت سے حاکم مکہ تھے۔ دس لڑکے تھے حارث، ابولہب، جحل، مقوم ضرار، زبیر، ابوطالب، عبداللہ، حمزہ، عباس ان سب میں سے

عبدالمطلب عبداللہ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت اور شفقت کرتے تھے کیونکہ عبداللہ کی پیشانی نور کامل السرور احمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منور تھی اور ہر وقت اس ماہ تاباں ومہر درخشاں کی دلجوئی اور دلداری میں رہتا تھا۔ عبداللہ فصاحت بلاغت اور ملاحت میں بھی طفیل نور بنی فرد تھے۔ عبداللہ اور ابوطالب ماں اور باپ دونوں کی طرف سے حقیقی تھے۔ اور باقی آٹھوں ماں کی طرف سے حقیقی نہ تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ دولت اسلام سے مشرف ہو کر دار القرار کی طرف گئے۔

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم :

جب آفتاب نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عبدالمطلب سے فاطمہ بنت عمر وبن عامر بن عمران کی طرف انتقال کیا اور بعد از ایام حمل نو ماہ کے بعد عبداللہ تولد ہوئے۔ تو اہل کتاب کے عالموں نے اسی روز ایک دوسرے کو اطلاع دی کہ والد پیغمبر آخر الزماں آج تولد ہو گئے ہیں اور اسی دن سے نصرانی اور یہودی حضرت عبداللہ کے قتل و غارت کرنے کی بے سود کوششوں میں مصروف ہو گئے۔

دشمن اگرچہ قوی است نگہبان قوی تر است

حافظ حقیقی نے جملہ اشرار مکار سے ہر طرح مصئون ومحفوظ رکھا۔ عبداللہ اپنے باپ کو ہر روز نئی سے نئی باتیں سناتے تھے اور دل میں بہت ڈرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن عبدالمطلب سے بیان کیا کہ اے باپ میں دیکھتا ہوں کہ ایک قسم کا نور میری پشت سے خارج ہوتا ہے اور دو حصوں میں منقسم ہو کر ایک مشرق کی جانب دوسرا مغرب کی طرف رخ کرتا ہے اور پھر آناً فاناً میرے سر پر گول چکر لگاتا ہے۔ بعد ازاں میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ نور آسمان کی طرف چلا جاتا ہے۔ اور پھر آناً فاناً میری پشت میں داخل ہو جاتا ہے جب کبھی میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین کہتی ہے کہ اے عبداللہ السلام علیک کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تجھ میں ہے جب کبھی کسی خشک درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں تو فوراً سرسبز ہو جاتا ہے جب اُٹھ کر چلا جاتا ہوں تو پھر خشک ہو جاتا ہے۔

عبدالمطلب خوشحال اور فرخندہ فال ہو کر عبداللہ کی بلائیں لیتے اور کہتے کہ اے

بیٹا مبارک ہو کہ نور پیغمبر آخر الزماں کا تجھ میں موجود ہے۔ کیونکہ عبدالمطلب کو بہت سی بشارتوں کے ذریعہ جن کا بیان اپنی مناسب جگہ پر آئے گا معلوم تھا۔ اور وہ ساری نشانیاں حضرت عبداللہ میں دیکھ دیکھ کر ان کی بلائیں لیتے تھے۔

جب حضرت عبداللہ اپنے سن بلوغ کو پہنچے تو حسن صورت اور صفائی سیرت میں اطراف و جوانب میں سب سے ممتاز تھے۔ بڑے بڑے امیر عبدالمطلب سے حضرت عبداللہ کی دامادی کی خواہش کرتے تھے۔ مگر عبدالمطلب یونہی سستی میں ٹال دیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ کی عمر پچیس سال کی ہوگئی۔ اگر حضرت عبداللہ کسی وقت بت کی طرف رجوع کرتے۔ تو بت پکار اٹھتے اے عبداللہ خبردار ہمارے سامنے نہ ٹھہرنا، کیونکہ تجھ میں وہ نور موجود ہے جو کہ ظاہر ہو کر بتوں اور بت پرستوں کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹا دے گا۔ اور حقیقی روشنی میں خلقت کو چاہ ضلالت سے نکال کر کھڑا کر دے گا۔ عبداللہ یہ آوازیں سن کر ہٹ جاتے اور اسی طرح سے جس جس شخص کی پشت میں نور محمدی آتا رہا۔ اس نے کبھی بھی کسی بت کے آگے سجدہ نہ کیا اور نہ ہی کوئی بدکاری کی۔

حضرت عبداللہ کی شادی:

ابھی آپ کے تولد ہونے میں کچھ مدت باقی تھی کہ شام کے ستر یہودی تیغ خون آشام نیام میں رکھ کر حضرت عبداللہ کے قتل کرنے کے لیے مکہ میں آ چھپے۔ تا کہ حضرت عبداللہ کو قید حیات سے مخلصی دلائیں۔ کچھ عرصہ تک مکہ معظمہ کے جنگلوں میں آوارہ بسر اوقات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت عبداللہ اکیلے شکار کی طرف گئے۔ وہ اشرار بدکردار تو اسی تاک میں تھے شکار میں اکیلا دیکھ کر یک لخت حملہ کیا۔ اسی دن اتفاق سے وہب بن عبدمناف (یہ عبدمناف وہ عبدمناف نہیں جو کہ آنحضرت ﷺ کے شجرہ میں ہے) بھی اسی طرف شکار کو گئے ہوئے تھے۔ دور سے یہ منظر دیکھا اور حضرت عبداللہ کی امداد کے واسطے دوڑے۔ مگر دشمنوں کی کثرت دیکھ کر سوچتے جاتے تھے کہ میں اتنے دشمنوں سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکوں گا۔ یہی خیال کرتے ہوئے وہ مدد کے لیے دوڑتے چلے جا رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ چند آدمی مسلح غیب سے نمودار ہوئے اور حضرت عبداللہ کی امداد پر

لڑنے لگے اور آناً فاناً میں دشمنوں کا ستیاناس کر دیا۔ آخر کار حضرت عبداللہ اور وہب دونوں شہر کی طرف پلٹے۔ وہب دل میں خیال کرتے جاتے تھے کہ کیا اچھا ہو اگر عبدالمطلب عبداللہ کو میری دامادی میں دیدیں اور میں اپنی لڑکی آمنہ کا نکاح ان سے کردوں۔ اسی اثناء میں وہ گھر پہنچے اور آتے ہی اپنی بیوی کو عبدالمطلب کے پاس بھیجا اور آپ خوشخبری سننے کے منتظر رہے۔ اسی اثناء میں ان کی بیوی خوشخبری لیکر آئی اور سعد وقت مقرر کر کے عبدالمطلب کو کہلا بھیجا۔

آخر کار وہ سعید وقت بھی آپہنچا کہ نور کامل السرور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ عایہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ سے آمنہ بی بی کی طرف منتقل ہو۔ مگر اس سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ بی بی آمنہ کا بھی نسب نامہ لکھ دیا جائے۔

حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ گویا حضرت آمنہ کا نسب نامہ آپ کے نسب نامہ سے کلاب بن مرہ سے جاملتا ہے۔ حاصل کلام نکاح حضرت آمنہ و حضرت عبداللہ ہو گیا۔ اس جگہ اور بھی بہت سی روایتیں ہیں۔ مگر قلت وقت سے مجبوری ہے۔ اسی رات میں ہی بی بی آمنہ دولت نور محمدیؐ سے سرفراز ہو گئی۔

بی بی آمنہ سے نقل ہے کہ آخیر مدت حمل تک مجھے حمل کی کوئی خبر ہی نہ تھی نہ مجھے کوئی تکلیف یا سستی یا درد ہوئی۔ اسی حالت میں چھ ماہ گزر گئے۔ تو ایک دن میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ اس نے کہا کہ اپنے حمل کی تجھے خبر بھی ہے میں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے پھر کہا کہ تو حامل خاتم المرسلین کی ہے۔ جب وضع حمل کا وقت بالکل قریب آیا تو وہی شخص مجھے پھر نظر آیا اور کہا کہ اس لڑکے کا نام محمد صلی اللہ عایہ وآلہ وسلم رکھنا۔

کتب ماضیہ میں مذکور تھا۔ کہ قبل از تولد خاتم المرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ عایہ وآلہ وسلم کے سخت قحط پڑے گا اور امساک باراں سے لوگ سخت تکلیف میں رہیں گے۔ چنانچہ اس سال جس سال کہ آپ ﷺ رحم بی بی آمنہ میں داخل ہوئے۔ خدا کے فضل سے تمام امساک باراں اور قحط دور ہوا اور اہل عرب نے اس سال کا نام سنۃ الفتح رکھا۔

والد ماجد کا انتقال:

ابھی آپ کے تولد ہونے میں چار ماہ باقی تھے کہ حضرت عبداللہ تجارت کی غرض سے عازم شام ہوئے۔ جب واپس آنے کا ارادہ کیا تو آتے ہوئے مدینہ منورہ میں اپنی والدہ کے متعلقین کے گھر پہنچے۔ مگر اسی جگہ بیمار ہوئے اور عالم فانی سے عالم ارواح کی طرف رخت سفر باندھ کر روانہ ہو گئے۔ جس دن آپ کے والد نے وفات پائی اس دن سے پورے تین ماہ آپ ﷺ کی پیدائش میں باقی تھے۔ اسی دن تمام کائنات میں غلغلہ مچ گیا کہ آج شافع روز جزا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم ہو گئے آج وہ حبیب خدا یتیم ہو گیا۔ جس کی خاطر جملہ ارض وسما بنایا گیا ہے۔ مگر خداوند جل وعلیٰ کی اس میں بھی حکمت تھی۔ کہ اس کا حبیب یتیم ہی رہ جائے۔ کیونکہ تندرستی کی قدر بیمار ہی خوب جانتا ہے، آرام کی قدر بے آرام جانتا ہے۔ سایہ کی قدر وہ جانتا ہے جو دھوپ میں چل کر آیا ہو۔ درد کی قدر وہی خوب جانتا ہے جس کا دل خود دردمند ہو۔ اگر بادشاہ ہی ناز ونعم میں رہے تو اس کی رعایا ضرور تنگ دل اور مصیبت میں رہتی ہے۔ بس ایک یہی حکمت تھی۔ کہ خداوند کریم نے یتیم کر دیا کیونکہ یہ وہی خواجہ عالم فخر اولاد عالم ہے۔ جس کی تعلیم ہی دوسروں کی غمخواری وغمگساری ہے۔

کتب قدیم کی بشارات:

اب بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان بشائیر کا جو انبیا علیہم السلام پر اور دیگر بزرگان پر خاتم رسالت منبع جمالت چشمہ جلالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ہوتی رہی ہیں۔ کچھ ذکر کیا جائے اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ جملہ انبیا علیہم السلام پر بشارتیں نہ ہوئی ہوں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ اور جملہ اوصاف بھی اہل کتاب کی کتابوں میں نازل ہوئے مگر چونکہ فی زمانہ ان کتب کا ملنا ایک بہت بڑی حد تک مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہو رہا ہے۔ تاہم جیسا کہ دیگر معتبر کتب ماضیہ مثلاً ریاض المذکرین۔ مدارج النبوۃ دلائل النبوۃ وغیرہ سے پتہ چلتا ہے۔ ہدیہ ناظرین ہے۔

صحائف نوح علیہ السلام

عبدبین السمآء جزیل العطاءِ دائِم البکاء دائم الذکر روف القلب طویل الحزن حلیم الرجا کثیر المن کثیر الحیاء کثیر الوفاء کاتم السر۔

صحائف ابراہیم علیہ السلام :

عبد کان الوفا حکیمارؤفاً قائماً فی امر اللّٰہ کریماً معا دقاً بوعد اللّٰہ مسمّراً فی عبادۃ اللّٰہ مُلتّساً برحناء اللّٰہ ودوداً ادقیا ○

توریت شریف:

عبدالقاطع الشھوات وَغافرالعشیرات دکاتم المصیبات صوام النھارخاشعاً مینباً قوام اللیل خاضعاً قریباً زاحدانی السربین اھلہٖ غریباً

زبور شریف:

عبدالشریف الھمۃِ حبیب الفقراء لطیفۃ العطیۃ طبیب الاھناءِ جمیل العشیرۃ تقی الاتقیاءِ سھلاعن المعاھنۃ عدلاً عن المقاسمۃ معسباق عند المعاملۃ شجاعاً عند المقاتلہ یعظم الکبیر یعظم لہِ قاریقرب الصغیر لشدۃ اقتقارہ ویشکر الیسیر لقلۃ اعتذارہ وبرھم لا سیربردیہ اضطرارہٖ بسامِ عن غیر ضحک امی غیر کاتب ولا قاری ومتواضع عن غیر عجز متواصل الاحزان دائم الفکرنن غیر حزن۔

انجیل مقدس:

انجیل شریف میں مفصلہ ذیل عبارت درج ہے: عبدباسط الکفین بطی انغضب بدذ السلازین العقل سخی النفس سریع الحلم شریف الضمیر

صبیح الوجه طبیب الکلام طویل الصحت طلق الوجه طبیب انام عظیم الخطر قلیل الضحك قلیل النعم قلیل الملام کثیر الفکر کثیر البتسم لطیف لعیح ملیح القول واسع الخلق مبورالنظر۔

مختلف روایات:

بعض روایات میں عبدلیس مَاکول ولا بخیل ولا حریص و لا ختول ولا خداع ولا سباب ولا طماع ولا طعان ولا غیابَ ولا عجول ولا غیاظ ولا خدارولا کسول ولا نصاب ولا مکار ولا بلوع۔

کعب الاحبار نے کہا کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ سخت مزاج نہ غلیظ قلب نہ اونچی بولتے ہیں بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ عفو کرتے ہیں۔ بدی کے بدلے نیکی کرتے ہیں اور خداوند کی تکبیر بلندی پر کہتے ہیں۔ چار جسم کے حصوں پر وضو کرتے ہیں۔ بلند عمارتوں پر نماز کی اذان کہتے ہیں اور ان کی صف نماز اور لڑائی میں ایک جیسی ہوتی ہے مکہ میں تولد ہوں گے اور مدینہ میں جائیں گے۔ اس کی مملکت مدینہ سے شام ملک ہوگی۔ یہ محمدؐ میرے بھیجے ہوئے ہیں ان کو دنیا سے باہر نہ لے جاؤں گا اور ان کے دین کی تبلیغ اور توحید سے اندھوں کی آنکھوں اور بہروں کے کانوں اور دلوں سے پردہ ہٹادے گا۔

انجیل میں ایک اور جگہ مرقوم ہے۔ خداوند کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مطلع کیا ہے کہ انجیل کے قانون کو دل میں جگہ دو اور دل وجان سے اپنی امت کو انجیل کے قبول اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی خوشخبری دے۔

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ وَالْقَارُ قَلِیْطَالَمَا وَهُوَ الَّذِیْ الشَّهِیْدُلِیْ بِالْحَقِّ وَهُوَ الَّذِیْ یَفْسُرُ لَکُمْ کُلِّ شَیْءٍ۔

قارقلیطا سے ہمارے رسول کریم محبوب ارحم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

طرف اشارہ ہے۔

قارقلیطا کے معنے احمدؐ کے نزدیک ہی نہیں بلکہ دوسرے لفظوں میں احمد ہی اس کے معانی ہو سکتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ ایمان لاؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اپنی امت کو بھی کہہ دو کہ ایمان لائیں۔ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو نہ آدم کو پیدا کرتا نہ کائنات کو پیدا کرتا جبکہ عرش پانی پر رکھا۔ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ تو مضطرب اور بیقرار پھرتا تھا۔ جب اس پر کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا۔ تو میرے اور میرے محبوب کے نام کی برکت سے ساکت ہو گیا۔

بادشاہ کا واقعہ:

مورخان پیشینہ اپنی کتب میں تحریر وتسطیر فرماتے ہیں۔ کہ ایک بادشاہ مسمی بہ حمیر بن دروع ملقب تبع بڑا دولت مند اور خوشحال فارغ البال تھا ایک دن اس کا گزر مکہ معظمہ سے ہوا۔ مگر قریش نے کوئی کسی قسم کی تعظیم نہ کی۔ بادشاہ اس بات سے طیش میں آیا اپنے مقام پر پہنچ کر عمیار یسار وزیر اعظم کو جو سلیم العقل اور صائب الرائے تھا۔ بلایا اور اہل مکہ کی شکایت کی۔ عمیار یسار نے کہا کہ اے بادشاہ عالی جاہ! اہل عرب کو جہالت بہت پیاری ہے اور ان کے جوش وخروش کا باعث صرف حرم کعبہ ہے کہ جس نے شرف ان طھر بیتی پایا ہے بادشاہ نے اپنے دل میں اس سخن کے سنتے ہی حرم کعبہ کے مسمار اور برباد کرنے کی ٹھان لی۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہیب اور خوفناک آواز پیدا ہوئی اور بادشاہ کی آنکھوں، کانوں، ناک اور منہ سے فوارے کی طرح خون بہنے لگا۔ ہر چند علاج معالجہ کیا گیا۔ مگر ذرا بھر بھی خوف وحشت اور بیماری فرو نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ چار ہزار حکیم اس نے مختلف ممالک سے جو کہ بڑے بڑے عالم اور اپنے وقت کے افلاطون تھے۔ علاج کے واسطے طلب کیے۔ سب نے اس بیماری کی شناخت اور علاج سے اپنا عاجز ہونا بیان کیا۔ اتفاقاً ایک نہایت بوڑھے۔ جہاندیدہ اور بیدار دل حکیم سے سابقہ پڑا۔ حکیم نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے علیحدگی کی ضرورت ہے۔ تمام امراء اور وزراء فی الفور علیحدہ ہو گئے اور بادشاہ نے خلوت کی۔ پھر

حکیم نے بادشاہ سے سوال کیا۔ کہ شاید آپ نے خانہ کعبہ کے نیست و نابود کرنے کی ٹھانی ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ ہاں! تو حکیم نے جواب دیا کہ بس یہی بیماری کا باعث ہے اس پاک گھر کی خرابی سے ہاتھ اٹھا۔ بادشاہ نے فوراً اس خیال کو دل سے مٹا دیا اور ابھی حکیم بادشاہ کے پاس ہی تھا کہ اسی لحظہ تمام مرض کافور ہو گیا۔

بادشاہ کا خط:

پھر ملت ابراہیمی علیہ السلام کو از سر نو بجان و دل تازہ کیا اور عمل کرنے لگا۔ مکہ معظمہ کا بجان و دل احترام کیا اور فوراً نیت سفر باندھ کر مکہ معظمہ کی راہ لی اور وہاں جا کر بذات خود تمام بتوں وغیرہ کو نکلوا دیا۔ اور ارد گرد دیوار بنا کر دروازہ لگوا دیا اور قفل لگا کر چابی شہر مکہ کے کسی معزز آدمی کے سپرد کی اور اہل مکہ کی ضیافت کی۔ بعد ازاں کچھ دن قیام کر کے واپس پھرا اور خانہ کعبہ کے متعلق دیگر ہدایات مثلاً حیض اور نفاس والی عورت نہ آنے پائے وغیرہ کرتا ہوا مدینہ منورہ پہنچا۔ اسی حکیم شامول نام نے بادشاہ سے بیان کیا۔ کہ یہ شہر اسی نبی عربی کا مدفن ہوگا جو کہ مکہ میں پیدا ہوگا اور ہجرت کر کے مدینہ میں آئے گا اور وہی پیغمبر آخر الزمان حبیب الرحمٰن ہوگا۔ اس سخن کے سنتے ہی بادشاہ نے اہل مدینہ کی بھی خاطر تواضع کی اور شامول کو اسی جگہ رہنے کا حکم دیا۔ اور ایک چٹھی بدین مضمون

اَنَّ مُحَمَّدْ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بْنِ عَبْدُاللّٰہِ
خَاتِمُ النَّبِیّیْنَ وَرَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ مِنْ تُبَّعْ بْنِ
حَمِیْرِبْنِ دَرْدَعْ اَمَّابَعْدُ یَا مُحَمَّدْ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اٰمَنْتُ بِکَ وَبِکِتَابِکَ الَّذِیْ اُنْزِلَ اللّٰہُ
عَلَیْکَ وَعَلٰی دِیْنُکَ وَسُنَّتِکَ وَاٰمَنْتُ بِرَبِّکَ وَرَبُّ
کُلَّ شَیْءٍ وَمَاجَآ رَبُّکَ مِنْ شَرَائِعِ الْاِیْمَانِ وَالْاِ
سْلَامِ وَاِنَّا قَتَلْتُ فَلَکَ فَاِنَّا سَوَاکَتَکْ فِیْهَاوَنَعْمَتَ

وَاِنْ لَّمْ اُدْرِکْتَکَ نَاشْفَعِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَلَا تَنْسٰی فَاِنِّیْ
مِنْ اُمَّتِکَ الْاَوَّلِیْنَ وَتَابِعْتُکَ قَبْلَ تَحِیَّتِکَ وَقَبْلَ
اِرْسَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِیَّاکَ وَاَنَا عَلٰے مِلَّتِکَ وَمِلَّتِہٖ اَبِیْکَ
اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامْ۔

لکھ کر ملفوف کر کے مہر للّٰہ الامر من قبل ومن بعدُ ویو مئذٍ یفرح المومنون کی لگائی اور شامول کے سپرد کر کے کہا۔ کہ اگر میں زندہ رہا تو اس محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کروں گا۔ ورنہ یہ چٹھی بطن بعد بطن حبیب الرحمٰن سردار کون ومکان تک تیری اولاد پہنچا دے اور خود مدینہ سے رخصت ہوا۔ ملک ہند میں آخر شہر فلسان (معلوم نہیں یہ شہر کہاں آباد تھا اور کس طرح برباد ہوا) میں شربت مرگ چکھا۔ یہ بادشاہ بروز ولادت سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٹھیک ایک ہزار برس پہلے تھا نہ دن کم نہ دن زیادہ تبع بادشاہ کا قصہ خداوند کریم نے قرآن مجید فرقان حمید میں بھی بیان فرمایا ہے (سورہ الدخان رکوع دوسرا)

اَھُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اَھْلَکْنٰھُمْ
اِنَّھُمْ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ۔

ترجمہ: کیا یہ اچھے ہیں یا تبّع کی قوم والے اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے (عاد ثمود) ہم نے ان کو تباہ کر دیا کیونکہ وہ قصوروار تھے۔

تبّع کی وہ چٹھی ہوتے ہوتے آپ کے اصحاب حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ شامول کا اکیسواں فرزند تھا کو پہنچی۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی بشارتیں ہیں جن کا ذکر اس مختصر کتاب میں بخوف طوالت نہیں ہو سکتا۔ مثلاً خواب عبدالمطلب خواب بخت نصر بادشاہ وتعبیر دانیال علیہ السلام خواب مرثد بن کلال وتعبیر عفیرہ بشارت سطیح۔ بشارت سیف بن ذی الیزن حاکم یمن ان کے علاوہ ہر ایک پیغمبر کے صحائف میں بشارتیں خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں اور

کئی اخبار جنوں کے بھی ہیں۔ مگر قلت وقت اور خوف طوالت جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں درج کرنے کے مانع ہیں۔

دُنیا کی حالت:

اب ایسے وقت میں جبکہ جملہ اطراف و جوانب پر ضلالت و گمراہی کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دختر کشی اور بات بات پر ایسا بگڑ بیٹھنا کہ مدتوں لڑائی ختم ہی نہ ہونے پاتی تھی اور کئی قبیلوں کی خرمن ہستی کو برق کی مانند دم کے دم میں جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی۔ جوا، شراب خوری اور بدمعاشی کا چرچا تھا۔ دین حقانی کا نام لیوا کوئی مشکل سے نظر آتا تھا۔ بت پرستی زوروں پر تھی۔ کفر و شرک کی سیاہی میں آفتاب ہدایت کا نام و نشان نہ ملتا تھا۔ اگر کوئی دین موسوی یا عیسوی یا ملت ابراہیمی کا پابند تھا تو جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں اور اصنام پرستی کھلے بازاروں میں چنانچہ کعبہ میں اس وقت تین سو ساٹھ سے زیادہ بت رکھے ہوئے تھے۔ جن کی پرستش ہوتی تھی۔ ہر قبیلہ کا جدا جدا خدا تھا۔ کسی کا ہبل، کسی کا لات، کسی کا منات اور کسی کا عزیٰ تھا۔

بلکہ خدا سے ہی منکر تھے بداعمالیاں اور بے حیائیاں ان کی گھٹی میں پڑی تھیں۔ جہالت پر نازاں غرور پر شاداں۔ سفاکی اور بے رحمی میں مایہ ناز۔ زنا اور اصنام پرستی میں سرفراز۔ غرضیکہ جہاں کی تمام بُری اوصاف سے موصوف تھے۔ کوئی ایسی صفت نہ تھی جس کو اچھا کہہ سکیں۔ وحشی، جفاجو، سنگدل، راہزن، رسم و رواج کے ازحد پابند، قیامت کے منکر، توحید سے خودسر قتل و غارت میں درندوں سے چالاک تر۔ ایک آدمی کا جان سے مار دینا ان کے لیے کوئی بڑی بات ہی نہ تھی تندخوئی میں بادصرصر، سخت مزاجی میں سخت پتھر، عبادت خانے برباد بت خانے اور آتشکدے آباد۔ غرض ایسی حالت میں آپ پید ہوئے۔ نہ شفقت پدری کا ملاحظہ کیا نہ الفت مادری کے سایہ تلے پرورش پائی نہ کسی قسم کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ بلکہ برخلاف بیوقوف وحشی آدمیوں میں ہوش سنبھالا۔ بداخلاق اور جاہل لوگوں میں پرورش پائی۔ پھر اپنی تمام قوم و ملک کے برخلاف آپ نے آواز اٹھائی اور ان کو خدا کی طرف بلایا۔ اور یہی بات آپ کے مامور من اللہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

ولادت باسعادت:

جب حمل کی مدت منقضی ہوئی ۔ تو مورخہ 29 اگست 1570ء مطابق 12 ربیع الاول بروز سوموار حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو سال اور ذوالقرنین کی وفات سے آٹھ سو چورانوے برس اور حضرت آدم علیہ السلام سے چھ ہزار سات سو پچاس سال بعد عالم ہستی میں تشریف لائے ۔ اس وقت ایران میں نوشیرواں عادل حکومت کرتا تھا اور یمن میں حاتم طائی کی سخاوت کا شہرہ تھا ۔ نیز اصحاب فیل کا قصہ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۝

ترجمہ: (اے پیغمبرؐ) کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا (برتاؤ) کیا کیا اس نے ان کے (تمام) داؤ غلط نہیں کر دیئے! اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جو ان پر پتھر کی کنکریاں اوپر سے پھینکتے تھے ۔ یہاں تک کہ اُن کو کھائی ہوئی خوید کی طرح تباہ کر دیا۔

بیان فرمایا ہے اسی سال ظہور میں آیا تھا اور آپ تقریباً واقعہ فیل سے چالیس دن بعد پیدا ہوئے اصحاب فیل کا قصہ اس طرح پر ہے کہ ذونواس یمن میں ایک بادشاہ تھا ۔ اس نے نجران (یہ علاقہ یمن سے مشرق کی طرف ہے) کے باشندوں کو اپنے دین عیسوی سے ہٹانا چاہا تھا ۔ ذونواس کافر تھا مگر انہوں نے انکار کیا ۔ اس واسطے شاہ یمن نے ایک خندق کھود کر آگ جلائی اور ان کو جلا دیا ۔ اس واقعہ کا ذکر خداوند کریم پارہ 30 سورہ البروج میں اس طرح کرتا ہے۔

قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِذَاتِ الْوَقُوْدِ ؕ اِذْ هُمْ
عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَايَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ
وَّمَا نَقَمُوْ مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْابِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ
الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَىْءٍ شَهِيْدٌ ؕ

ترجمہ: کھائیاں کھودنے والے تباہ ہوئے۔ جن میں آگ تھی بہت ایندھن والی۔ جب یہ کھائیاں کھودنے والے (خندق کے کنارے کرسیاں، بچھا کر) وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور ایمانداروں پر جور (ظلم) کر رہے تھے اور ایمانداروں پر صرف اتنی بات پر چڑتے تھے کہ وہ زبردست خوبیوں والے خدا پر ایمان لائے تھے۔ جس کی زمین اور آسمان پر بادشاہت اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔

مکہ مکرمہ پر چڑھائی:

بیان فرماتا ہے کہ ایک آدمی نے اہل نجران میں سے جس کا نام پچھلی کتاب میں دو بن ثعلیان لکھا ہے قیصر روم کے پاس جا کر فریاد کی۔ چونکہ قیصر روم ان کا ہم مذہب تھا۔ بہت جھنجلایا اور خود نہ جا سکنے کی معذرت پیش کر کے نجاشی شاہ حبشہ (ابی سینیا واقعہ افریقہ) کو جو کہ یمن کے قریب تھا چٹھی کے ذریعہ یمن پر حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ نجاشی کے پاس جب قاصد پہنچا۔ تو اس نے ارباط اور ابرہہ اپنے دو سرداروں کو یمن کی طرف بھیجا۔ جنہوں نے جا کر یمن کو فتح کیا۔ مگر پھر ارباطہ اور ابرہہ کو دغابازی سے قتل کر کے یمن کا خودمختار حاکم بن بیٹھا۔ جب نجاشی نے سنا تو اس نے قسم کھائی۔ کہ میں ابرہہ کو تہ تیغ کر کے یمن کی خاک میں ملا دوں گا۔ جب ابرہہ نے یہ بات سنی تو مارے خوف کے بہت سے تحفہ تحائف نجاشی کی طرف روانہ کیے اور بادشاہ کی قسم کو پورا کرنے کے واسطے اپنے بال اور یمن کی مٹی روانہ کر دی اور کہہ بھیجا کہ میں تابعدار غلام ہوں بلکہ ارباط نے خودسری کی۔ میں نے اس کو قتل کر کے

ملک کو امن میں کر دیا۔

نجاشی نے جب یہ سنا تو بہت خوش ہوا اور یمن کی حکومت اسی کو سونپ دی۔ کچھ عرصہ تک حکومت کرتا رہا۔ رفتہ رفتہ اس نے مکہ معظمہ کا حال بھی سنا۔ اب آتش حسد سے جل بھن گیا۔ اور چاہا کہ وہ اپنا مکہ بنا کر لوگوں کو یمن کی طرف متوجہ کرے۔ حتیٰ کہ اس نے ایک نہایت عالیشان عمارت تیار کی اور نئے کعبہ کی عام منادی کرادی۔ مگر کوئی متوجہ نہ ہوا۔ پھر آتش حسد اور نقصان زر سے سینہ کباب ہو گیا اور قسم کھائی کہ (معاذ اللہ) جب تک مکہ کو مسمار نہ کرلوں گا۔ آرام نہ کروں گا۔ اس خیال کو دل میں جگہ دے کر بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ چڑھ آیا۔ تیس ہزار ہاتھی ساتھ تھے اور کافی سامان حرب کے باعث کامیابی کا یقین تھا۔ اسی اثناء میں کیا دیکھتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے جانور اپنے اپنے منہ اور پنجوں میں تین تین کنکریاں اٹھائے ہوئے ان کے سروں پر آ موجود ہوئے اور تھوڑی دیر بعد کنکریاں پھینکنے لگے۔ بس کیا تھا غضب الٰہی میں گرفتار ہو گئے ہر چند دوڑنے بھاگنے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر سب بے سود۔ ابرہہ نے فی الفور اپنی عنان توجہ نجاشی کی طرف کی راستہ میں مرض جذام میں گرفتار ہو گیا۔ چنانچہ جب وہ نجاشی کو اپنا قصہ سنا رہا تھا۔ تو اس نے سر پر اسی قسم کے جانوروں میں سے ایک کو اڑتے دیکھا۔ نجاشی کی طرف اشارہ کیا کہ یہ انہی جانوروں میں سے ہے کہ اسی اثناء میں ایک کنکری ابرہہ کے سر پر لگی اور فی الفور واصل جہنم ہوا کہتے ہیں کہ ان مردودوں کی لاشوں سے ہوا بدبودار ہو گئی اور ہوا کی گندگی سے لوگوں کے دم فنا ہونے لگے کہ یکا یک آندھی آئی اور تمام ناپاک لاشوں کو دریا برد کر دیا۔ بطفیل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

اگرچہ بعض کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کے متعلق اس واقعہ سے کم وبیش ہے مگر تحقیق یہی ہے کہ آپ اسی سال میں 40 یوم بعد دنیا میں تشریف لائے اور جہاں کو اپنے نور سے منور فرمایا۔ الحمد للہ

شہنشاہ عالی جہاں میں جب آیا — بتوں کو زمین پر تھا اوندھا گرایا
ہوئے سرد آتشکدے سب جہاں کے — الف سال تک جن میں ایندھن جلایا
ہوئے گنگ شاہان عالم بھی یک دم — کہ شاہ فصاحت بلاغت ہے آیا

تہلکہ پڑا رحمتہ العالمین کا　　قدم بوسی کو قیصر کسریٰ بھی آیا
بشارت از آدم رہی تا بہ عیسیٰ　　جو اول تھا سب سے وہ آخر میں آیا
ہوئی دور دنیا سے ظلمت کفر کی　　صداقت کی شاہراہ پہ سب کو چلایا

آتش کدہ بجھ گیا:

چنانچہ جس دن آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اس دن جملہ منجمان و ماہران اختر شناس نے ایک دوسرے کو مطلع کیا کہ آج سید الاولین و مختار آخرین حبیب رب العالمین شفیع المذنبین تولد ہوئے ہیں۔ جس رات آپ پیدا ہوئے جمیع بتہائے ربع مسکون اوندھے پڑ گئے اور جملہ آتش کدہ ہائے سرد پڑ گئے۔ چنانچہ تاریخ میں درج ہے کہ ایران میں ایک آتش کدہ تھا کہ ہزار سال سے اس میں برابر آگ جل رہی تھی کہ ایک دم کے واسطے بھی آتش فرو نہ ہوتی تھی۔ اس رات آگ آناً فاناً بجھ گئی۔ محافظ آتشکدہ دوڑا دوڑا افتاں وخیزاں بادشاہ کے پاس آیا اور صورت حال سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے جملہ اختر شناساں و منجمان عالی وقار کو طلب کیا اور سبب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج ایک ایسا عالیشان رفعت نشان پیغمبر آخر الزمان پیدا ہوا ہے جو کہ دنیا کے آتشکدوں کو ہمیشہ کے واسطے سرد کر دے گا اور تمام ادیان کو باطل کرے گا۔ کسریٰ کے محل کے کنگرے گر گئے اور جملہ ملوک روئے زمین کی زبان ایک دن رات تک بند رہی۔ ابلیس لعین مردود کا آسمان پر جانا بند ہو گیا اور سر بخاک الٹا ہو کر زمین پر گرا۔

کہا جبریل سے حق نے دمِ میلادِ پیغمبر
میرے محبوب کی آمد کا تو پیغام گھر گھر دے

ملائکہ کی منادی:

خداوند کریم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ تمام اہالیان زمین وساکنان عرش بریں میں منادی کرو۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ فرشتگان نے شاداں وفرحاں یہ خوشخبری سنائی۔ کہ مبارکباد یا معشر الخلائق۔ آج وہ شہسوار نامدار دنیا میں آیا ہے۔ جس نے جملہ ادیان

سابقہ کو باطل کر کے اسلام کا افتخار حاصل کیا ہے آج وہ بادشاہ عالیجاہ پیدا ہوا ہے۔ جس کی خاطر جملہ ارض وسما عالم وجود میں آیا ہے آج وہ سردار باوقار آیا ہے۔ جو کہ نبیوں کا سردار ہے آج وہ سید الاولین والآخرین دنیا میں تشریف لایا ہے کہ جس کی شان میں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ فرمایا ہے۔ آج وہ نبی آخر الزمان وحبیب الرحمٰن رونق افروز ہوا ہے۔ جس کی طفیل آدم علیہ السلام مکرر درگاہ ایزدی میں شرف اندوز ہوئے۔ آج وہ رسول اکرم محبوب ارحم تشریف لائے ہیں۔ جس کی امت عاصی نے لقب خیر الامم پایا ہے آج وہ رسول برحق آیا ہے جس نے قل جاء الحق (جب آپ نے پہلے پہل مکہ معظمہ میں نماز ادا کی اور بتوں کو مکہ سے نکالنے لگے تو یہ پڑھ کہ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ بت کی طرف اشارہ کرتے اور بت نیچے گر جاتا) سے بتوں کو گرایا ہے آج وہ دریتیم آیا ہے جس کا فضل عمیم سب پر چھایا ہے۔ آج وہ سلطان عالی شان آیا ہے۔ جس کو خداوند نے والئی کون ومکان بنایا ہے۔ آج وہ بہترین خلائق آیا ہے۔ جس نے عالی وفائق خطاب پایا ہے آج وہ سرور سماک تابہ سماک آیا ہے جس نے قاب قوسین کا رتبہ پایا ہے آج وہ خاتم رسالت خورشید جلالت آیا ہے جو کہ شافع روز قیامت ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے اور آپ ﷺ کے آنے کی منادی میں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا آوازہ ملائکہ نے تمام کائنات میں دے دیا۔ تو بدبخت روز اول لعین ازل ابلیس نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ بار خدایا! تمام جہان کے لیے تو رحمت ہے۔ مگر کیا اس رحمت میں میرا حصہ نہیں ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو جو کہ ابلیس کو روزانہ عذاب دیتے تھے۔ قیامت کے دن تک عذاب دینے سے منع کر دیا۔ جس دن ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا تو خداوند تعالیٰ نے دو فرشتے اس بدبخت کو روزانہ عذاب دینے کے واسطے مقرر کیے تھے۔ مگر سبحان اللہ کہ ایسے مردود کو بھی اپنے حبیب کی آمد کی خوشی میں عذاب سے رہا کر دیا۔

اے عاشقان روئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند ارحم نے اپنے حبیب کے آنے کی خوشی میں ابلیس کا عذاب کم کر دیا۔ تو کیا وہ بندہ جو روزانہ پانچ وقت درگاہ ایزدی

میں حاضر ہوتا ہے اور توحید ورسالت کا اقرار کرتا ہے تو کیا ممکن ہے کہ آتش دوزخ اس کو ضرر پہنچا سکے۔ چنانچہ جب نمرود مردود حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالنے والا تھا۔ تو جبریل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور فرمایا۔

نظم

آگ پر جس دم معلق تھے خلیل — آئے ان کے پاس اس دم جبرائیل
یوں کہا ان سے کہ کچھ فرمائیے — آپ کو حاجت جو ہو بتلائیے
ہم کریں رب سے تمہارے پھر دعا — تاکہ تم کو نار سے لے وہ بچا
یوں دیا پھر عاشق حق نے جواب — حضرت جبرائیل سے کر کے خطاب
میرے دل میں شعلہ زن وہ نار ہے — آتش نمرود کیا مردار ہے
ایک دم اس کا اگر پھونکوں کبھی — عرش سے تا فرش جل جاوے سبھی
ماسوا حق کے نہیں رکھتا امید — رب میرا جانتا ہے دل کے بھید
آخرش کو جب وہ پہنچے نار پر — جا کے بیٹھے تختہ گلزار پر

(قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۔ ہم نے کہہ دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا اوپر ابراہیم کے اور انہوں نے اس سے مکر کا ارادہ کیا تھا۔ پس ہم نے ان کو نقصان والوں میں کر دیا۔)

ثوبیہ کی آزادی:

القصہ آپ ﷺ کے پیدا ہونے کی خبر ہر جگہ پہنچ گئی اسی رات جبکہ آپ تولد ہوئے ابولہب کی کنیزک ثوبیہ نے ابولہب کو آپ کے تولد ہونے کی خوشخبری سنائی۔ تو ابولہب نے اس تہنیت میں ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بعد از فوت ہونے ابولہب خواب میں دیکھا تو حال احوال پوچھا۔ ابولہب نے جواب دیا کہ

دوشنبہ کی رات اور دن کو میرا عذاب کم ہو جاتا ہے۔ اور کچھ فرحت حاصل ہوتی ہے۔ جب وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ جب ثوبیہ نے مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد ہونے کی خوشخبری سنائی تو میں نے اسے فی الفور آزاد کر دیا تھا۔ سبحان اللہ

حلیمہ سعدیہ کی خوش بختی:

حاصل کلام سات دن تو آپ ﷺ نے اپنی والدہ کا دودھ پیا۔ اور بعد سات دن کے یہ فخر ثوبیہ کو حاصل ہوا۔ پھر حضرت حلیمہ بنت عبداللہ بن ابی ذویب بن حارث بن جار بن زارم بن ناصرہ بن سعد بن بکر اس خدمت پر مامور ہوئیں۔ جس کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ عرب کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے لڑکوں کو دیہات میں اچھی آب و ہوا ہونے کے باعث باہر بھیج دیتے تھے۔ تاکہ شہر کی خراب آب و ہوا کا اثر نہ پڑے۔ چنانچہ اسی اثناء میں قبیلہ بنی سعد کی عورتیں فرزندان قریش کو لینے کے واسطے آئیں۔

اس سال قبیلہ بنی سعد میں قحط کمال تک پہنچا ہوا تھا اور کئی کئی دن تک کھانے کو کچھ نہ ملتا تھا۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ جنگل میں خوراک وغیرہ کی تلاش میں نکلی کہ کہیں گھاس وغیرہ ملے اونٹوں کو چرا کر ان سے دودھ حاصل کیا جائے۔ تین دن رات تک میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اتفاقاً مجھے دردزہ شروع ہوئی۔ میں جانتی تھی کہ میں دردزہ سے روتی تھی۔ یا شدت بھوک سے غرض کہ دن اور رات میں بھی تمیز نہ کر سکتی تھی کہ اتفاقاً مجھے نیند آ گئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک مرد بزرگ تشریف لائے اور مجھے ایک دریا کے کنارے لے گئے اور اس کا پانی پلایا۔ وہ پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ میں نے پیاس بھر کر پی لیا۔ بعد ازاں اس مرد بزرگ نے میری چھاتی پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ اب تیری چھاتیوں میں بہت دودھ آ جائے گا۔ اور تو جلد ہی مکہ میں رزق کی کشائش دیکھے گی۔ بعد ازاں میں نے سوال کیا۔ کہ آپ کون ہیں؟ تو جواب دیا کہ میں وہ شکر نعمت ہوں جو کہ تو نے ابھی وضع حمل کے وقت کیا تھا۔ اس کے بعد مجھے خواب کے پوشیدہ رکھنے پر ہدایت کر کے چلے گئے جب میں خواب سے بیدار ہوئی۔ تو میں نے اپنے آپ میں عاجزی اور کمزوری کی بجائے توانائی اور تندرستی پائی اور بھوک اور پیاس کا نام ونشان تک نہ تھا اور میرا بچہ رو رہا تھا۔ میں

نے اس کو اٹھالیا۔

جب میں اپنے قبیلہ میں آئی۔ تو مجھے کسی نے نہ پہچانا۔ انجام کار ہم سب مکہ کی طرف معہ اپنے قبیلہ کے روانہ ہوئے۔ ہمارا اونٹ تمام قبیلوں کے اونٹوں سے بہت ہی کمزور اور لاغر تھا۔ باوجود کہ سختی کی جاتی تھی۔ مگر قافلہ کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکتا تھا۔ راستہ میں غیب سے ندائیں سنتی جاتی تھیں۔ جو کہ میری سعادت اور سرفرازی پر دلالت کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ میرے قافلہ والے سب مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے اور انہوں نے مالداروں کے فرزندوں کو رضاعی کے واسطے سنبھال لیا۔ مگر مجھے کوئی نہ ملا۔ میں اپنی ناکامی اور حسرت پر رو رہی تھی اور زحمت سفر اٹھانے پر اپنے آپ کو لعنت ملامت کر رہی تھی کہ ایک مرد بزرگ جس کے چہرہ سے رعب وجلال ٹپکتا تھا یہ آواز دے رہا تھا کہ کوئی ایسی عورت بھی ہے جس نے ابھی تک کوئی کسی کا لڑکا نہ لیا ہو۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام عبدالمطلب ہے۔ پھر مجھ کو اس نے کہا کہ میرے پاس ایک یتیم لڑکا ہے قبیلہ بنی سعد کی دیگر عورتوں کو ہر چند کہا۔ مگر انہوں نے قبول نہ کیا کہ یتیم سے نفع کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ اور میرا فرزند دلبند ابھی تک اسی جگہ ہے میں نے کہا کہ اگر کوئی نہیں یتیم کو لیتا۔ تو میں منظور کرتی ہوں۔ مگر اپنے خاوند کی رضامندی کی ضرورت ہے۔ میں فوراً اپنے خاوند کے پاس آئی۔ تو اس نے کہا کہ نہ ملنے سے یتیم ہی اچھا ہے میرے خواہر زادہ نے تو مجھ کو منع کیا۔ مگر میں نے اس کی بات کا خیال نہ کیا اور سیدھی عبدالمطلب کے پاس پہنچی۔ وہ مجھے بی بی آمنہ کے پاس لے گئے اور کہنے لگے کہ دو خوبیاں ہیں۔ ایک حکم دوسری سعادت یعنی نام حلیمہ اور قبیلہ بنی سعد۔ حضرت آمنہ نے شکریہ ادا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ اس وقت خواب ناز میں تھے۔

پہلا عدل:

میں نے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو فوراً جان ودل سے ان پر شیفتہ وفریفتہ ہوگئی میں نے اس وقت ایک نور کو دیکھا اور فوراً لے کر اپنے خاوند کے پاس آئی میں نے پہلے اپنا دایاں پستان دہن مبارک میں دیا۔ آپ فوراً چوسنے لگ گئے۔ جب

بایاں پستان آپ کے دہن مبارک میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو آپ نے خیال تک نہ کیا۔ ہر چند میں نے کوشش کی۔ مگر کچھ خیال نہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسی دن سے آپ عادل مشہور ہو گئے۔ کیونکہ بائیں پستان سے آپ کی رضاعی ہمشیرہ دودھ پیتی تھی۔

ہر کام میں برکت:

انجام کار ہم آپ کو لے کر اپنے قافلہ کے ہمراہ واپس چلے۔ اب وہی اونٹ جو زجر و توبیخ سے بھی قافلہ سے بہت پیچھے رہتا تھا۔ برکت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوشی خوشی سب سے آگے اور تیز رفتار چلنے لگا۔ قافلے والے حیران ہو ہو کر سوال کرتے تھے کہ پہلے یہ کمزور اور دبلا تھا۔ اب یہ ہمیں ساتھ نہیں ملنے دیتا۔ راستہ میں جس جس جانور و پرند و شجر و حجر سے سابقہ ہوا اسی نے آ کر سر جھکا کر کہا السلام علیک یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بعد ازاں مجھے مبارک دیتے اسی دن سے ہماری اونٹنی جو کہ باوجود بہت سی تدابیر کے بمشکل گزارے کے برابر دودھ دیتی تھی اس افراط سے دودھ دینے لگی۔ کہ قبیلہ کے لوگ بے دھڑک لے جاتے۔ ہم اپنے قبیلہ میں سب سے غریب تھے۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں بہ برکت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے خوشحال ہو گئے۔ کبھی کبھی میں آپ کی والدہ ماجدہ کو دکھانے کے واسطے مکہ میں جاتی تھی اور جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس رہے۔ کبھی کسی کپڑے پر بول و براز نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ ایک وقت مقرر پر کرتے رہے اور نہ ہی آپ کبھی دوسرے بچوں کی طرح روئے۔ حضرت حلیمہؓ نے کہا کہ اس مدت میں میں نے دیکھا کہ آپ چاند اور ستاروں سے بھی اشاروں سے گفتگو کرتے تھے۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا بات تھی؟ فرمایا کہ اے چچا جان! جب میں رونے لگتا تھا تو چاند کہتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خبردار! اگر آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر پڑا۔ تو تمام نباتات کا ستیاناس ہو جائے گا میں خاموش ہو جاتا۔ حضرت حلیمہؓ ہی سے روایت ہے کہ جب میں مکہ سے روانہ ہونے کو تھی۔ تو وہ واقعات جو آپ کی پیدائش کے وقت ظہور میں آئے سب سنا دیئے میں نے سب کو دل میں جگہ دے کر چلنے کا ارادہ کیا۔ تو اونٹ سب سے پہلے خانہ کعبہ کی طرف چلا گیا۔ اور

طواف کر کے منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا۔ جب اونٹ نے برکت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیز رفتاری اور قوت پائی تو زنان قبیلہ بنی سعد کہتی تھی۔ کہ اپنے اونٹ کی مہار کو روک۔ تاکہ ہم بھی تیرے ساتھ پہنچ سکیں۔

بچپن کے دِن:

جب آپ دو ماہ کامل کے ہوئے تو ہر طرف لڑھکتے ہوئے چل سکتے تھے اور تین ماہ کی عمر میں سہارا لے کر کھڑے ہو سکتے تھے۔ چھ ماہ کی عمر میں ہر طرف بآسانی چل پھر سکتے تھے اور ساتویں ماہ میں دوڑنا شروع کر دیا۔ نو ماہ کی عمر میں بات اچھی طرح کہہ اور سن سکتے تھے۔ جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ آپ کون ہیں تو نہایت خوش بیان سے کلام فرماتے اور کہتے کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ دلیر تر اور سخت تر عرب ہوں۔

سب سے پہلے جب آپ نے بولنا شروع کیا تو یہ کلام فرمایا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اور اس وقت تک کسی چیز کی طرف ہاتھ نہ اٹھاتے جب تک کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ کہہ لیتے اور بائیں ہاتھ سے کسی چیز کو نہ اٹھاتے اور اگر خدانخواستہ کسی وقت برہنہ ہو جاتے تو دست قدرت سے کپڑا درست ہو جاتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کی نبوت کے نشانیوں میں کہ جن کی طفیل میں دولت اسلام سے مالا مال ہوا ہوں۔ ایک یہ ہے کہ آپ عہد مہد میں چاند سے گفتگو کرتے تھے اور آپ کبھی کسی لڑکے سے نہ لڑتے تھے اور نہ ہی کبھی مٹی وغیرہ میں دوسرے بیہودہ لڑکوں کی طرح کھیلتے تھے۔ آپ دو سال کی عمر میں چار سال کی عمر کے لڑکوں کے برابر نظر آتے۔ حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ میں دو سال کے بعد آپ کو مکہ میں لے گئی۔ کہ آپ کے وارثوں کے حوالہ کیا جائے۔ راستہ میں ویسے ہی واقعات پیش آتے رہے جیسے کہ اس وقت پیش آئے۔ جبکہ آپ کو شیر خوارگی کی حالت میں لے کر آئی تھی۔ بعد از قطع منازل جب مکہ میں پہنچی تو اس وقت میرا دل حضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جدا ہونے کو نہیں چاہتا تھا۔

چھ برس کی عمر مبارک:

آخر میں نے آپ کی والدہ سے اصرار کیا اور کہا مبادا کہ مکہ کی آب وہوا آپ کے مزاج کے موافق نہ آئے۔ کچھ عرصہ اور میرے پاس ہی رہنے دیجئے۔ بہت سے حیلہ کے بعد پھر واپس لے آئی۔ حتیٰ کہ چھ سال کی عمر تک میرے پاس ہی آپ نے پرورش پائی۔ درحقیقت اس میں بھی خدا کی حکمت تھی کہ وہ بچہ جس نے بڑے ہو کر بڑے بڑے فصحا اور علماء کا ناطقہ بند کرنا تھا وہ جاہل اور بیوقوف لوگوں میں ہی پرورش پائے تاکہ کسی منکر کو اس امر کی حجت نہ ہو کہ عالم لوگوں میں رہنے کے باعث صحبت کے اثر سے اس لیاقت کو پہنچا ہے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت چالیس دن کی تھی۔ جبکہ حلیمہ کے سپرد کیے گئے تھے اور چھ سال کی عمر تک حلیمہ کے پاس رہے۔ اس وقت کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ چونکہ آپ کو سستی اور کسالت سے نفرت تھی۔ اس واسطے آپ نے حلیمہ کو کہا کہ بہتر ہوگا کہ دوسرے رضاعی بھائیوں کے ہمراہ میں بھی بکریاں چرانے جایا کروں۔ حلیمہ سعدیہ نے بہت سے اصرار کے بعد منظور کیا اور کچھ عرصہ تک بکریاں چراتے رہے۔

واقعہ شق الصدر:

ایک دن عین نصف النہار کے وقت حلیمہ سعدیہ کا لڑکا حیران و پریشان اور گریہ وزاری کرتا ہوا حلیمہؓ کے پاس آیا۔ حلیمہؓ نے پوچھا تو اس نے کہا۔ دو آدمی آئے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اٹھا کر پہاڑ پر لے گئے اور پیٹ مبارک کو چاک کر دیا ہے اور خیال ہے کہ محمد ﷺ اس وقت مردہ ہوں گے۔ حضرت حلیمہؓ نے جب یہ قصہ سنا تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اور افتاں وخیزاں اس پہاڑ پر پہنچی۔ تو آپ کو صحیح سالم تندرست اور خوش وخرم پا کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور تمام ماجرا پوچھا اور آپ نے فرمایا کہ اے مادر مہربان! میں ہر طرح بخیریت ہوں۔ جب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریوں کو چرا رہا تھا تو ناگاہ دو مرد بزرگ تشریف لائے اور مجھ کو اٹھا کر یہاں لے آئے۔ ایک نے میرے شکم کو چاک کیا مگر میں نے

کوئی تکلیف محسوس نہ کی۔ دوسرے نے میرے دل کو نکال کر اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا ہے اور کہا کہ مبارکباد۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ شیطانی حصہ کو باہر نکال کر پھینک دیا ہے اور تجھ کو خداوند کریم نے شیطان کے مکروں سے بچالیا۔ پھر اس کی بجائے کوئی نورانی چیز رکھ دی۔ اور میرے پیٹ کو پھر ویسا ہی کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر پانچ سال ایک ماہ تھی اس واقعہ سے حضرت حلیمہؓ بہت گھبرائی اور خاوند سے صلاح کر کے آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئے اور تمام واقعہ سنایا۔ کاہن نے کہا لڑکے کو خود حال سنا نے دو۔ جب آپ نے تمام حال سنایا۔ تو کاہن بولا کہ اے ابوذیب اس لڑکے کو فوراً قتل کر دو۔ اور مجھے بھی ساتھ قتل کر دو۔ یہ وہی لڑکا ہے جو کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد ہمارے دین کو جھوٹا اور مذہب کو باطل کرے گا۔ یہ پیغمبر آخر الزمان ہے حضرت حلیمہؓ اور ابوذیب نے اس گفتگو کے بعد کاہن کو برا بھلا کہا اور کہا کہ اگر ہم جانتے کہ تو ایسا پاگل اور بیہودہ ہے تو تیرے پاس آتے ہی کیوں؟ بعد ازاں حضرت حلیمہ آپ کو گھر لے گئیں اور صلاح مشورہ کر کے مکہ کی جانب روانہ ہوئے اثنائے راہ میں یہ ندا سنتے جاتے تھے کہ خیر و امان قبیلہ بنی سعد سے رخصت ہوا۔ مبارک ہے وہ مقام جہاں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب رہائش کریں گے۔

حلیمہ سعدیہ کی پریشانی:

انجام کار جب دروازہ مکہ مکرمہ تک پہنچے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کے پاس بٹھا کر حضرت حلیمہ قضا حاجت کے لیے باہر گئیں۔ اسی جگہ اس نے ایک خوفناک آواز سنی اور گھبرائی ہوئی آدمیوں کے پاس آئی۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ کر زار و قطار رونے لگی اور آدمیوں سے پوچھا کہ کہاں ہے وہ میرا لڑکا جس کو میں یہاں بٹھا کر گئی تھی۔ آدمیوں نے کہا کہ کونسا لڑکا۔ حضرت حلیمہؓ نے کہا کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کی برکت سے راحت و آرام حاصل کیا۔ جس کی طفیل میں اپنے قبیلہ میں ممتاز ہوئی۔ جس کے بدن مبارک میں سے ہر وقت عطر اور مشک کی خوشبو آتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں لات اور عزیٰ کی قسم ہے کہ ہم نے نہیں دیکھا اور نہ ہمیں خبر

ہے یہ سنکر حلیمہ کے ہوش اڑ گئے اور زار و قطار روتی ہوئی کہتی تھی کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ملے تو اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کردوں گی۔ آخر کار جب جستجو سے ناامید ہوگئی تو اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر سے گرا کر ہلاک کرنے لگی۔ ابھی پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کررہی تھی کہ ایک نہایت ضعیف العمر شخص آیا اور گریہ وزاری کا سبب پوچھا۔ حلیمہ نے صورت حال بیان کی۔ وہ پیر مرد فوراً واپس گیا اور ہبل (سب سے بڑے بت کا نام ہے) کے آگے سجدہ کیا اور صورت واقعہ دہرائی تمام بت معہ ہبل کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک سنتے ہی سرنگوں ہوگئے اور آپ کی تعریف وتوصیف میں زبان کھولی اور کہا۔ ہمارا قتل اسی کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو برباد نہیں کرتا وہ پیر مرد روتا ہوا حلیمہ کے پاس پھر گیا اور کہا کہ خداوند تعالیٰ تجھے تیری امانت دے گا۔ مگر دل تنگ نہ ہو۔ یہ بات سن کر عبدالمطلب کے پاس گئی اور تمام واقعہ سنا دیا۔ عبدالمطلب نے سنتے ہی دل میں خیال کیا کہ شاید قریش نے میرے فرزند ارجمند کو چھپایا ہو۔ بڑے غصہ کی حالت میں انہوں نے تمام قریش کو آواز دی۔ سب نے لبیک لبیک یا سیدی کہتے ہوئے اپنے آپ کو عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر کیا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میرا سرمایہ زندگانی میرا مقصود شادمانی محمدؐ بن عبداللہ گم ہوگیا ہے اسی وقت سوار ہوئے اور آپ کی تلاش میں نکلے۔ عبدالمطلب زار و قطار روتے ہوئے سینہ بریاں وچشم گریاں مناجات کرتے جاتے تھے کہ غیب سے ندا آئی۔ کہ تہامہ کی وادی میں ایک درخت کے نیچے ہے۔ عبدالمطلب ایک اور آدمی کے ساتھ اس طرف دوڑے۔ راستہ میں ورقہ بن نوفل بھی مل گئے۔ جب اس مقام پر پہنچے۔ تو آپ کو ایک درخت کے نیچے فرش خاک پر مسجود پایا عبدالمطلب کے پہنچنے پر آپ نے سر اٹھایا۔ عبدالمطلب نے آپ کی بلائیں لیں اور اٹھا کر گھر میں لے آئے۔ جب آپ کی مادر شفقہ حلیمہ اور بی بی آمنہ نے دیکھا تو ہاتھ اور منہ کو بوسہ دیا اور شکر ادا کیا اور بہت سا مال صدقہ میں تقسیم کیا اس وقت آپ کی عمر مبارک پورے چھ سال کی تھی۔ حلیمہ سعدیہ کو بہت سا مال دیکر رخصت کیا۔

* * *

باب نمبر2

والدہ ماجدہ کی وفات

جب آپ کی عمر مبارک پورے چھ سال کی ہوگئی۔ تو حلیمہ سعدیہ کی سرپرستی سے نکل کر اپنی والدہ ماجدہ کے زیر سایہ آئے۔ مگر افسوس کہ والدہ کا سایہ بھی بہت دیر تک نہ رہا۔ کیونکہ چند دنوں کے بعد ہی اپنی والدہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے گئے اور اس جگہ ایک دن آپ ایک کنوئیں پر سیر کر رہے تھے کہ پاس سے چند ایک یہودیوں کا گزر ہوا اور ایک یہودی نے پہچان کر اپنے ہمراہیوں کو کہا۔ کہ یہ لڑکا خاتم المرسلین ہے۔ جب اس واقعہ کی خبر آپ کی والدہ کو ملی۔ تو فی الفور اس خیال سے کہ خدانخواستہ میرے فرزند ارجمند کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ مکہ کی راہ لی، مگر راستہ میں مقام ابواپر عالم فانی سے رحلت کر گئیں۔ آپ کو بہت صدمہ پہنچا۔ اور قافلہ کے ہمراہ مکہ میں پہنچے اس وقت آپ کی عمر چھ سال ایک ماہ کی تھی۔

بارانِ رحمت کا نزول:

اس سال قحط کا بھی از حد غلبہ تھا اور خلقت کا ابتر حال تھا۔ اسی اثنا میں ایک شخص حنیف بن ہاشم کو خواب آیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تم میں ایک شخص بلند قد سفید جسم اور خوش رو ہے۔ اس کے ایک یتیم پوتا ہے۔ اس کو کہو کہ اپنے فرزند کو لیکر پاک و مطہر ہو کر کعبہ کا طواف کریں اور باقی آدمیوں کو بھی ساتھ لے۔ بعد ازاں کوہ ابوقیس پر جا کر دعا کریں اور اس لڑکے کو ساتھ لے جائیں۔ تو خداوند تعالیٰ برکت نازل کرے گا صبح کو اٹھ کر وہ سوچتا تھا اور معا زبان سے یہ نکلا۔ کہ اس حلیہ کا آدمی عبدالمطلب ہے اور اسی کے پاس یتیم لڑکا محمدؐ بن

عبداللہ ہے۔ دوڑتا ہوا عبدالمطلب کے پاس آیا اور خواب سنائی۔ عبدالمطلب نے بموجب خواب کے تمام آدمیوں کو عمل کرنے کا حکم دیا۔ بعدازاں آپ کو کاندھوں پر اٹھا کر کوہ ابوقیس کی طرف روانہ ہوئے۔ اور کعبہ کا طواف کرنے لگے اور نہایت عاجزی سے عبدالمطلب نے دعا مانگی۔ اور باقی آمین پکارتے تھے۔ ابھی دعا میں مشغول تھے کہ باران رحمت بہ برکت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برسنی شروع ہوئی اور سب لوگ شاداں وفرحاں ہو گئے اب عبدالمطلب پہلے سے زیادہ خاطر ومدارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کرنے لگے۔ چنانچہ ادب یہاں تک تھا کہ خاص عبدالمطلب کی نشتگاہ پر کسی فرد بشر کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر آنحضرت بخوشی جہاں چاہتے بیٹھ جاتے۔ عبدالمطلب منع نہ کرتے تھے کیونکہ وہ قبل ازیں بہت زیادہ بشارتیں آپ کی بزرگی کی نسبت دیکھ چکے تھے اور آپ کے جبیں مبین پر بزرگی اور جلال کو ملاحظہ کرتے تھے۔ اگر عبدالمطلب سو رہے ہوتے تو سوائے آپ کے اور کوئی نہ جگا سکتا عبدالمطلب کو آپ کے ساتھ اس قدر محبت والفت تھی کہ کسی اور دوسرے کے ساتھ نہ تھی۔ اگر کوئی شخص عبدالمطلب کی نشتگاہ پر سے آپ کو اُٹھانا چاہتا تو عبدالمطلب بڑے جوش میں آ کر کہتے کہ چھوڑ دو میرے لڑکے کو تاکہ وہ بیٹھے میں دیکھتا ہوں کہ اس میں بزرگی کے آثار و انوار پائے جاتے ہیں۔ یہ کسی وقت تمہارا سردار ہوگا۔ جب آپ عبدالمطلب کی مسند پر بیٹھے ہوتے تو آپ کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوتے اور آپ کی حرکات وسکنات کو بخوبی دیکھ کر کہتے کہ دیکھو علو جاہ اور مرتبہ کے کیسے کیسے آثار روئے پر انوار سے ظاہر ہو رہے ہیں۔

ہو گل روئے محمدؐ کی ثناخواں بلبل
چھوڑ دے الفت گلہائے گلستان بلبل

دادا کی وفات:

ایک برس تک آپ عبدالمطلب کے پاس رہے۔ جب ایک سو بیس سال کی عمر میں عبدالمطلب نے سمجھا۔ کہ اب چراغ حیات گل ہوتا جاتا ہے اور کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے پیالے کو پینے کا وقت آ گیا۔ تو اس وقت سوائے آپ کے خیال کے اور کسی کا خیال نہ تھا۔

چنانچہ اپنے سارے فرزندوں کو بلایا اور کہا کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں پیدا ہوا جس نے موت سے مخلصی پائی ہو۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بائدش نوشید
زجام زہر کل مَنْ علیہا فانْ

اب میں چراغ سحری ہوں۔ بتاؤ کہ تم میں سے کون اس دُرِّ یتیم کی پرورش کرے گا ابولہب جو سب سے بڑا تھا۔ حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ خدمت میرے سپرد ہو۔ عبدالمطلب نے کہا کہ بیشک تیرے پاس زیادہ مال و دولت ہے۔ مگر تو بیرحم اور ظالم ہے اور یتیم خستہ دل اور زخمی جگر ہوتے ہیں تو اس لائق نہیں کہ اس عہد کو پورا کر سکے۔ بعد ازاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی تو ان کو جواب دیا کہ چونکہ تیرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے۔ تو اس کو سنبھال نہ سکے گا۔ بعد ازاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ خدمت بجالا کر عرض کرنے لگے۔ تو آپ کو بھی عبدالمطلب نے یہی جواب دیا کہ تو کنبہ دار ہے تو ان کی فکر میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال اچھی طرح نہ رکھ سکے گا اسی طرح سے سب ہوتے گئے۔ آخر ابوطالب اٹھے جو کہ سب سے چھوٹے تھے اور عرض کی کہ یا سید القریش! اگر چہ میں غریب ہوں مگر جان و دل سے پرورش اور حفاظت کروں گا۔ عبدالمطلب نے منظور کیا اور کہا چونکہ تو نرم دل ہے اس واسطے امید کرتا ہوں کہ تو اس عہد کو سرانجام کر سکے گا۔ بعدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر فرمایا۔ کہ تم ان سب میں سے کس کے پاس رہنا چاہتے ہو۔ آپ نے کچھ دیر تامل کر کے ابوطالب پر ہاتھ رکھا۔ عبدالمطلب نے کہا۔ اب مجھے موت کا کوئی اندیشہ نہیں۔

چچا کی شفقت:

دادا کی وفات کے بعد آپ ابوطالب کے گھر گئے۔ گو اپنے پیارے دادا اور سرپرست کا داغ جدائی بھرا ہوا تھا۔ مگر ابوطالب کی نرم اور محبت بھری باتوں نے اس زخم پر مرہم رکھنا شروع کیا۔ ابوطالب اپنے فرزندوں میں سے کسی سے بھی اتنی محبت نہ کرتے۔ جتنی کہ آپ کے ساتھ کرتے۔ جب تک کہ آپ طعام تناول نہ فرما چکتے۔ کنبہ میں کوئی شخص کھانا نہ کھاتا۔ آپ ہمیشہ علی الصبح اٹھتے اور ہاتھ منہ دھو کہ اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ

اکبر۔ بار بار کہتے۔ آپ کی برکت سے ابو طالب کے گھر میں ہر وقت رحمت برستی۔

آپ کی تربیت دست قدرت سے ہوتی رہی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں اہل مکہ کے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور پتھروں کو اپنے اپنے ازار بندوں میں باندھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہے تھے جب میں نے بھی اس طرح ازار بند میں پتھر کو باندھنے کا ارادہ کیا تو ناگاہ دست غیبی نے مجھے منع کیا اور ندا آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ازار بند کو سنبھال اسی طرح ہوتے ہوتے آپ کی عمر کے بارہ سال ختم ہو گئے۔

شام کا سفر:

اس کے بعد ایک دن ابو طالب نے سفر شام کے واسطے سامان تیار کیا کہ تجارت کرے۔ جب ابو طالب روانہ ہونے لگے۔ تو آپ ﷺ پر رقت طاری ہو گئی۔ ابو طالب نے پوچھا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں رو رہے ہو تو آپ نے نہایت مایوسی سے جواب دیا کہ آپ مجھے کس کے سہارے پر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اس بات پر ابو طالب رونے لگے اور قسم کھائی کہ اب میں تجھ سے ایک لحہ کے واسطے بھی جدا نہ ہوں گا۔ انجام کار آپ کو ہمراہ لے لیا۔ باوجود یہ کہ دیگر کنبہ داروں نے منع کیا کہ اس چھوٹے بچے کو آفتاب کی تمازت اور سموم کی حرارت سے تکلیف پہنچے گی۔ مگر ابو طالب نہ مانے اور ساتھ لے چلے۔ راستہ میں ابو طالب نے دیکھا۔ کہ آپ کے فرق مبارک پر ایک سفید ابر سایہ کیے ہوئے تھا۔ اور آپ کی طفیل ابو طالب بھی دھوپ کی شدت سے بچ رہے یہاں تک کہ ایک مقام پر اترے۔ جو کہ بصریٰ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس جگہ راہبوں کی ایک جھونپڑی تھی۔ جو کہ مذہب عیسوی کے پابند تھے۔ انہوں نے اپنی سابقہ کتب سماوی سے یہ معلوم کیا ہوا تھا کہ اس جگہ کو ایک دن پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور فرمائیں گے۔ اس واسطے انہوں نے اس جگہ وہ عبادت گاہ بنائی تھی۔ تا کہ آپ کا دیدار حاصل کریں ان دنوں میں بحیرا نامی راہب اس جگہ رہتا تھا۔ اس سے پیشتر ہزار ہا قافلے اس جگہ سے گزرتے تھے۔ مگر راہب اپنی دھن میں مشغول رہا کرتے تھے بحیرا کے وقت بھی کئی قافلے گزرے۔ مگر اس نے خیال تک نہ کیا۔ اب آپ کے اس جگہ قیام فرمانے کی نشانیاں

بہت ہی قریب پہنچ گئی تھیں اور بحیرا ہر روز دروازہ پر بیٹھتا تھا اور منتظر رہتا تھا کہ وہ معہ لقاومعدن صفا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب تشریف لاتے ہیں اور میری جھونپڑی ان کے قدوم میمنت لزوم سے کب مشرف وممتاز ہو اور میں کب ان کی خدمت سے سعادت ابدی حاصل کرتا ہوں۔ اس دن جبکہ اس قافلہ کی آمد آمد تھی بحیرا دروازہ پر مشتاق بیٹھا ہوا منتظر نگاہوں کو مکہ مکرمہ کی طرف دوڑاتا تھا۔ کہ یکا یک آں جمال جہاں آرا بصد عز وجاہ دور سے شتر صبا رفتار پر سوار نظر پڑا اور بحیرا زبان حال سے پکار اٹھا۔

بادشاہوں سے بھی کچھ بڑھ کر ہے رُتبہ اس کا
جس کو حاصل تیرے دروازے کی دربانی ہے
اور کیا اس کے سوا اس کا پتہ دوں قاصد
مثل خورشید چمکتی ہوئی پیشانی ہے
خود بخود آج جو آیا ہے میرے گھر دلبر
یہ بلاشبہ و یقین قدرت یزدانی ہے
محو حیرت تیری صورت پہ فقط میں ہی نہیں
آئینہ کو بھی تیری شکل سے حیرانی ہے

اہل قافلہ کی دعوت:

بحیرا نے عالم انتظار میں دیکھا کہ ان کے فرق مبارک پر سفید ابر سایہ کیے ہوئے ہے اور راستہ میں شجر و حجر چرند و پرند غرضیکہ جو چیز ملتی ہے۔ آگے بڑھ کر بصد ادب جھک کر کہتی ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جھونپڑی کے قریب پہنچے اور اس خشک درخت کے نیچے اترے جو کہ سابقہ پیشین گوئیاں میں درج تھا۔ درخت اسی وقت سر سبز شاداب ہو گیا اور وہ بادل درخت کے اوپر سے ہو کر سایہ ڈالنے لگا۔ بحیرا کا دل عالم خوشی میں جامہ سے باہر ہو رہا تھا۔ اور کہتا تھا کہ وہ مبارک وقت کب آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل ہو۔ انجام کار وہ سوچ کر قافلہ میں آیا اور بعد سلام سنت الانام بصد ادب

قافلہ والوں سے کلام کیا کہ اگر غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر ماحضر تناول فرمائیں تو عین سعادت ابدی اور دلیل سرفرازی ہے۔ قافلہ والے حیران تھے کہ قبل اس کے کئی دفعہ ہم اسی جگہ سے گزرتے رہے مگر کبھی کسی نے پوچھا تک نہیں۔ نامعلوم آج کیوں یہ خاطر ومدارات ہو رہی ہے۔ اسی اثناء میں چند نفر فرقہ یہود بے سود کے آپ کے شہید کر دینے کی خاطر آئے۔ کیونکہ انہوں نے بھی اپنی سابقہ کتابوں میں بھی اس جگہ تشریف لانا پڑھا تھا۔ جب انہوں نے بحیرا سے ملاقات کی تو بحیرا نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون شخص ہے انہوں نے کہا ہاں۔ وہ پیغمبر آخر الزمان ہوگا۔ پھر بحیرا نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے ان کو ضرور سید الانبیاء سرور اولیا کرنا ہے اور تمہاری کوشش بالکل فضول اور لاحاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ومتکفل ہے۔ سوائے ندامت اور پریشانی کے اور تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ اس بات سے یہود مردود نافرجام بدانجام بے نیل مرام واپس چلے گئے بحیرا نے اسباب ضیافت مہیا کر کے قافلہ والوں کو بلایا۔ جب ابو طالب نے جانے کا ارادہ کر کے آپ کو بھی ضیافت پر تشریف لے جانے کے واسطے کہا۔ تو آپ نے اشارہ سے منع فرمایا۔ اب سوائے آپ کے اور ابو طالب کے سب ضیافت پر چلے گئے۔ جب بحیرا نے دیکھا کہ اس دریائے معانی وگل گلزار عرفانی نے مجلس میں قدم رنجہ نہیں فرمایا۔ تو کلیجہ پکڑ کر رہ گیا اور بولا۔ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے میرے غریب خانہ پر قدم رنجہ نہ فرمایا ہو۔ سب نے ابو طالب اور آپ کا اسم مبارک ورد زبان کیا جب بحیرا نے آپ کا نام نامی واسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا تو پکار اٹھا۔

لب بندھتے ہیں احمد کا بھی کیا نام ہے شیریں
یہ میم تو مصری کی ڈلی گھول رہا ہے

کہنے لگا۔ بس میرا مقصود تو وہی ہے۔ حارث بن عبدالمطلب آپ کو بلانے کے واسطے گیا۔ بحیرا نے دیکھا کہ جب آپ درخت کے نیچے سے اٹھے اور روانہ ہوئے تو وہ ابر سفید بھی سرمایہ ہماپایہ پر سایہ کیے ہوئے ساتھ ساتھ آ رہا ہے۔ جب آپ نے جھونپڑی میں قدم رکھا اور اپنے نور سے صومعہ کو منور فرمایا۔ بحیرا تعظیم وتکریم سے آداب بجالایا اور

زبان حال سے پکارا۔

ہمارے گھر میں وہ آئیں عجب یہ ان کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو اور کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

بحیرا کے سوالات:

جب قافلے والے طعام کھا رہے تھے تو بحیرا عالم خیال میں آپ کے جمال باکمال اور مصحف رخسار کی تلاوت کر رہا تھا۔ طعام کھا کر جب قافلے والے روانہ ہونے لگے تو ابوطالب کو بحیرا نے اشارے سے بٹھا رکھا۔ جب سب قافلے والے چلے گئے تو یوں مخاطب ہوا کہ یہ کون شخص ہے ابوطالب نے جواب دیا کہ میرا لڑکا۔ بعدازاں بحیرا نے کہا کہ شاید اس کے ماں باپ زندہ نہیں ہیں ابوطالب نے کہا ہاں میرے بھائی کا لڑکا ہے پھر بحیرا نے آپ کی طرف رخ کیا اور ماہ محبوبی ومرغوبی اے یار خوش اسلوبی! تجھے لات اور عزیٰ کی قسم جو کچھ پوچھوں سچ بتانا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو لات اور عزیٰ کی قسم نہ دے کیونکہ میرے نزدیک ان سے بڑھ کر اور کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ پھر بحیرا نے کہا کہ اس خداوند کی قسم جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی۔ آپ نے کہا ہاں اب سوال کرو۔ کیا کہتے ہو بحیرا نے بہت سے سوال کیے جن کا آپ نے کافی وشافی جواب دیا جس سے اس کو یقین ہو گیا کہ خاتم المرسلین یہی محبوب باصفا ہے۔ چاہا کہ مہر نبوت بھی دیکھے۔ مگر آپ ﷺ نے پیراہن کو اٹھانے سے انکار کیا کہ مجھے شرم آتی ہے۔ آخر کار آپ نے ابوطالب کے اصرار پر اپنے پیراہن مبارک کو اٹھایا۔ تو بحیرا نے مہر نبوت کو جیسی کہ کتب پیشینہ میں دیکھی ہوئی تھی موجود پائی۔ مہر پر بوسہ دیا اور کہا۔

اَشْهَدُ اَنَّكَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ حَقًّا۔

بحیرا کا مشورہ:

بعدازاں ابوطالب سے مخاطب ہوا کہ یہ ختم الرسالت ہے۔ جملہ ادیان کو اس کا دین باطل کرے گا۔ عنقریب ہی اس پر وہ دین نازل ہوا چاہتا ہے اس واسطے بہتر ہے کہ

یہاں سے اس کو واپس لے جا ایسا نہ ہو کہ یہود مردود جو کہ اس کے دشمن ہیں۔ خدانخواستہ اس کو کوئی گزند پہنچائیں اور ابو طالب کو بہت سی نصیحتیں کیں اور ابو طالب انہیں پر عمل پیرا ہوئے۔ اور مال و اسباب کو بصریٰ میں ہی فروخت کر کے واپس مکہ پہنچے۔

حرب الفجار:

اس تجارت میں ابو طالب کو بہت سا نفع ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر تیرہ سال سے کچھ اوپر تھی پے در پے دو واقعات جن کا نام عربوں نے حرب الفجار اول و حرب الفجار ثانی رکھا ہے۔ اسی سال واقع ہوئے یعنی قریش اور بنی ہوازن میں کسی سبب سے لڑائی ہوئی۔ حرب الفجار اس واسطے نام رکھا کہ ماہ محرم میں خون و فساد کرنا ممنوع تھا۔ مگر یہ لڑائیاں واقعہ ہی محرم میں ہوئی تھیں۔ حرب الفجار ثانی میں بموجب بعض روایتوں کے آپ بھی شریک تھے اور تھوڑی سی جھڑپ کے بعد صلح ہو گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ میں خود دوسری لڑائی میں شریک تھا اور اہل قریش جو تیر کہ دشمنوں کی طرف چلاتے تھے میں وہ واپس اٹھا اٹھا کر لاتا تھا۔ وہ اپنی قوم کو دیتا جاتا تھا۔ مگر اس جگہ بطفیل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل قریش کا پلہ بھاری رہا۔ اور بنی ہوازن سے صلح ہو گئی۔

یمن کا سفر:

14-15-16 سال کی عمر مبارک تک کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا لیکن سترہویں سال میں ابو طالب کی اجازت سے آپ اپنے چچا کے ہمراہ یمن کے سفر پر گئے اور راستہ میں خوارق و عادات آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظہور میں ویسے ہی آتی رہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بحیرا نامی راہب کی ملاقات سے چھ سات سال بعد اس جگہ سے گزرا کہ جہاں بحیرا کو آپ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا اور بحیرا کی جھونپڑی میں گیا تو بحیرا نے سوال کیا کہ وہ شخص کون تھا میں نے کہا وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب تھا۔ بحیرا نے کہا کہ وہ خاتم المرسلین ہے۔ میں نے اسی دن سے خاتم الرسالت کا یقین کر لیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ جبکہ بحیرا سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد 18-19 سال کی عمر میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔

ملائکہ کا ظاہر ہونا:

جب بیسواں برس شروع ہوا تو آپ ﷺ پر ملائکہ کا ظاہر ہونا شروع ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی وقت ان کی نقل وحرکت کو دیکھ لیتے تھے ایک دن آپ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا کہ اے چچا تین آدمی میرے پاس آئے اور میری طرف اچھی نظروں سے دیکھنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ یہ وہی ہے مگر ابھی اس کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ دوسرے چوتھے روز پھر فرمایا۔ کہ اے چچا! ایک آدمی میرے پاس آیا اور میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر پھر نکال لیا اور مجھے اس سے ایک قسم کی خوشی اور راحت حاصل ہوئی۔ ابوطالب آپ کو کسی کاہن کے پاس لے گئے اور کہا کہ آپ کو کسی جن وغیرہ کا آسیب ہے۔ جب کاہن نے غور سے دیکھا تو کہا اے ابوطالب سراسر غلط ہے یہ جملہ موجودات میں افضل واکمل ہے۔ اس پر جن کا سایہ ہونا ناممکن امر ہے یہ جو کچھ بیان کرتا ہے وسوسہ شیطانی نہیں۔ عنقریب ہی تو دیکھے گا کہ اس کی بلندی کا ستارہ کہاں تک پہنچتا ہے۔

حلف الفضول:

21 سال کی عمر میں ایک واقعہ جس کو اہل عرب حلف الفضول سے موسوم کرتے ہیں۔ ظہور میں آیا۔ یعنی جب عبدالمطلب نے وفات پائی تو ریاست تین شخصوں کے قبضہ میں آئی۔ حارث، عبدالشمس اور ہشام یہ عدل وانصاف تو کرتے تھے۔ مگر غریبوں پر ظلم و تعدی بھی کرتے تھے۔ اس لیے ہمیان ومضیان کے قبیلہ میں سے تین شخصوں فضل بن حارث فضل اور مفضل نے یہ عہد کیا تھا کہ مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں رہنے دیں گے جو کہ غریبوں پر ظلم کرتا ہو۔ چونکہ ان تین شخصوں کے ناموں میں ف۔ ض۔ ل حروف آتے ہیں جن سے فضل بنتا ہے۔ اسی وجہ سے اس عہد نامہ کو فضول کہتے ہیں۔ اس فضول کے معنے نہ مذموم ہیں اور نہ ہی محمود۔ بلکہ ان تین شخصوں کی نسبت سے حلف الفضول کے نام سے یاد

کرتے ہیں۔ اتفاقاً انہی ایام میں ایک شخص جو کہ قبائل عرب علاقہ یمن میں سے تھا۔ تجارت کا مال لے کر مکہ میں آیا اور اس کو عاص بن وائل نے ظلم و تعدی کر کے لوٹ لیا تھا۔ جب اس بیچارے نے سرداران قریش کے پاس جا کر دادخواہی کی تو قبیلہ بنی ہاشم کے سرداران نے عاص بن وائل کے گھر جا کر اس غریب کو مال دلوا دیا اور اس کو واجب سزا جو کہ چاہیے تھی دی۔ دیگر قبائل کے سربرآوردہ بھی بنی ہاشم کے ہمراہ تھے۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک آپ جنگلات مکہ میں بکریاں چراتے رہے اور ملائکہ وغیرہ کی نقل و حرکت اور واقعات جو کہ اوپر مذکور ہوئے ہیں اسی قسم کی اور بھی ظاہر ہوتے رہے۔

تجارت کا سفر:

اسی حالت میں آپ کی عمر مبارک کے 24 سال ختم ہو گئے ان ایام میں عرب میں قحط زوروں پر تھا۔ بڑے بڑے مالداروں کے چھکے چھوٹ گئے تھے اور فاقہ کشی سے دم توڑ رہے تھے ان دنوں میں حضرت خدیجہؓ نے اپنا مال تجارت کے واسطے شام کی طرف بھیجنا چاہا اور اس کو آدمیوں کی ضرورت تھی جو کہ ان کے مال سے تجارت کریں۔ آخر کار انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہلا بھیجا۔ کیونکہ وہ آپ کی دیانت و امانت کا چرچا سن چکی تھیں۔ اس جگہ ایک یہ بھی روایت ہے کہ عاتکہ ہمشیرہ ابوطالب نے ابوطالب کو کہا کہ خدیجہ کے مال کے ساتھ آپ کو روانہ کر دے۔ ابوطالب پہلے تو مانع رہے مگر بعد میں صلاح و مشورہ کر کے عاتکہ نے خدیجہ کو کہلا بھیجا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خواب:

حضرت خدیجہؓ ایک مالدار عورت تھیں اور حسن و جمال اور فضل و کمال میں بھی یکتا تھیں۔ بہت سے مالداران سے شادی کے خواہشمند تھے مگر وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے بعد از فوتیدگی خاوند ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ چاند میری گود میں آ گیا ہے اور اس سے نور تمام عالم میں پھیل گیا۔ اس کی تعبیر کے واسطے انہوں نے اپنے آدمی بحیرا کے

پاس بھیجے تھے۔ بحیرا نے کہا تھا کہ بنی ہاشم میں سے ایک شخص فضل وکمال میں افضل وحسن وجمال میں اعلیٰ فصاحت وبلاغت میں یکتا نام محمدؐ پیدا ہو گا۔ جس کا لقب ختم المرسلین ہو گا اور تمہاری شادی اس کے ساتھ ہو گی۔ حضرت خدیجہؓ اسی دن سے یاد خدا انتظار ماہ لقا محبوب کبریا کے سوا اور کسی کام میں مشغول ہی نہ ہوتی تھیں اور جب کبھی گھبراتیں تو تورات لے کر آپ کے نام مبارک کی تلاوت کرتی۔

خواہ کس طرح ہوا۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا اور اپنے گھر کی آرائش وغیرہ کر کے انتظار محبوب میں چشم براہ ہو بیٹھیں اور آپ کے واسطے ایک مسند مہیا کی اور غلاموں وغیرہ کو حکم دیا۔ کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں تو کمال ادب ونیاز سے اس محبوب دلنواز کی خاطر کر کے مسند اعلیٰ پر بٹھائیں اور آپ توریت لے کر بیٹھ گئیں۔ جب آپ معہ عاتکہ کے تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے کمال عزت واحترام سے سید انس وجان کو مسند پر بٹھایا اور جو کچھ پیغمبر آخر الزمان کی نسبت دیکھا تھا۔ سب آپ میں موجود پایا اور دل ہی دل میں کہتی تھیں۔

نظم

آج اپنے بخت پر مجھ کو سراسر ناز ہے
دمبدم شوق محمدؐ مونس و ہمراز ہے
شکر واجب ہے کہ فضل ایزدی دمساز ہے
احمدؐ محبوب میرا دلبر طناز ہے
اللہ اللہ اسی نبی کی ذات پر ہوں شیفتہ
عرش اعظم جس کا اے دل فرش پا انداز ہے
ذکر آنحضرت ہے مجھ کو راحت روح رواں
فکر آنحضرت ہی پیوستہ برگ و ساز ہے
آتی ہے ہر دم مجھے الہام حق سے یہ ندا
عاشقان احمدی پر باب رحمت باز ہے

میں تصدق ہو رہی ہوں دل سے ان کے نام پر
جس کا روح القدس بھی اک عاشق جانباز ہے
دولت مہر محمدؐ کا ملا حصہ مجھے
کون مجھ سا صاحب اقبال سرافراز ہے
جانتی ہوں یہ کشش بر مدعا پہنچاے گی
کیوں نہ ہو انجام بہتر نیک جب آغاز ہے

بعدازاں صورت واقعہ ظاہر ہوئی۔ آپ نے بسر وچشم منظور کیا اور سفر شام کی تیاری ہونے لگی۔ حاصل کلام آپ نے میسرہ نام غلام کے ہمراہ جس کے قبضہ تصرف میں تمام مال تھا روانہ کیا۔ چلتے وقت میسرہ کو حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ مکہ سے باہر نکلنے کے وقت مہار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں دینا اور جب مکہ سے روانہ ہو جاؤ تو پھر ایک فاخرہ لباس دیکر کہا کہ یہ پوشاک پہنا دینا۔

القصہ قافلہ باہر جمع ہو گیا اور چلنے کے واسطے روانہ ہونے لگے تو آپ کے رشتہ داروں نے جب آپ کو غلامانہ لباس میں دیکھا تو آبدیدہ ہو گئے انجام کار قافلہ روانہ ہوا اور آنحضرت ﷺ کو میسرہ نے لباس فاخرہ پہنایا اور بموجب نصیحت حضرت خدیجہؓ کے کوئی کام بغیر صلاح ومشورہ آپ کے نہ کرتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقارب وعزیزان نے آپ کو غلامانہ لباس میں دیکھا۔ تو سب رو پڑے اور ابوطالب تو بیہوش ہی ہو گئے تھے۔ بعدازاں ہوش میں آکر بہت پیار کیا اور حوالہ خدا کرتے ہوئے بادل ناخواستہ گھر میں آئے۔ ایسے وقت میں جملہ ملائکہ نے عرض کیا۔ کہ الٰہی یہ وہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ جس کی شان میں لَولَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ آیا ہے۔ یہ وہی محبوب ہے جو تجھے مرغوب ہے۔ کہہ کر زار وقطار رونے لگے۔ خطاب آیا ہاں یہ وہی محبوب مرغوب ہے یہ وہی مطلوب خوش اسلوب ہے۔

درمیان عاشق و معشوق کارے رفت رفت
نہ تو معشوقی نہ عاشق مرترا با ایں چہ کار

سفر کے حالات:

ابو جہل مردود اور عتبہ وغیرہ بھی اس قافلہ میں تھے جب میسرہ نے آپ ﷺ کو لباس فاخرہ پہنایا اور غلام بنام حزیمہ خدیجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے دیا تھا۔ آپ کے روبرو پیش کیا اور آپ کو آراستہ شتر پر سوار کیا۔ تو ابو جہل لعین نے جو کہ ہمراہ تھا۔ میسرہ کو خلعت فاخرہ اتار لینے کی نسبت کہا اور سخت کام لینے کی ہدایت کی مگر میسرہ نے جواب دیا کہ میں تمہارا غلام نہیں ہوں اور نہ میں تمہارا حکم مانتا ہوں۔ میں خدیجہ کا حکم مانوں گا اور اسی پر جان قربان کروں گا۔

چلتے چلتے جب وہ اسی بحیرا راہب کی جھونپڑی کے پاس پہنچے تو بحیرا کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور اس کی جگہ نسطورا نامی راہب رہتا تھا۔ اس جگہ آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے جب نسطورا نے دیکھا تو دوڑ کر آیا اور کہا کہ تجھ کو لات اور عزیٰ کی قسم دیتا ہوں سچ کہو آپ نے فرمایا کہ لات اور عزیٰ کو میں دشمن جانتا ہوں اس بات سے نسطورا نے اس صحیفہ کی طرف دیکھا۔ جو کہ اس کے ہاتھ میں تھا اور کہنے لگا اس خدا کی قسم جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو راستی سے مبعوث فرمایا۔ مگر اتنے ہی عرصہ میں حزیمہ نے جب یہ حال دیکھا تو اس نے گمان کیا کہ شاید کوئی دال میں کالا نہ ہو۔ قافلہ والوں کو فی الفور اپنی طرف مخاطب کیا اور راہب پر حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ جب راہب نے یہ حالت دیکھی تو دوڑ کر صومعہ میں گیا اور دروازہ کو بند کر کے کہنے لگا مجھے کیوں ہلاک کرتے ہو۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جس قدر یہ قافلہ عزیز ہے اور کوئی نہیں۔ کیونکہ اس قافلہ میں رسول خدا عالمیان و خاتم پیغمبران ہے۔ جو اس کی تابعداری کرے گا۔ مخلصی پائے گا۔ جو نافرمانی کرے گا وہ لعنت ابدی میں گرفتار ہوگا۔ بعد ازاں حزیمہ سے سوال کیا کہ کیا تجھ کو کوئی تعلق رسول پاک سے ہے اس نے کہا۔ ہاں راہب نے بعد ازاں راستہ کا حال دریافت کیا تو حزیمہ نے اونٹوں کا رہ جانا اور آپ کے دست کرم سے تیز رفتار ہو جانا اور فرق مبارک پر ابر کا سایہ کرنے کا تذکرہ کیا۔ تو راہب

نے کہا کہ میں تجھ کو دو چار باتیں بتاتا ہوں غور سے سن لے میں اس صحیفہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص جملہ ارض وسما میں افضل و اکمل ہے۔ جملہ ادیان کو باطل کرے گا۔ کوئی اس جیسا بزرگ نہیں ہے۔ اے حزیمہ اس کے دشمن بہت ہیں۔ اس کے بعد حزیمہ آپ کی خدمت میں آیا اور سب کچھ سنایا۔ بعد ازاں نسطورا نے میسرہ کو بلایا۔ تو میسرہ نے تمام واقعات جو کہ وہ دیکھ چکا تھا۔ راہب کے پوچھنے پر بتا دیئے۔ بعد ازاں میسرہ کو کہا۔ کہ بہتر ہو گا کہ یہاں سے واپس ہو جاؤ اور شام کو مت جاؤ۔ کیونکہ اس ملک میں اس کے بہت سے دشمن ہیں۔ مبادا کوئی گزند پہنچے۔ حاصل کلام میسرہ نے راہب کی باتوں کو قبول کیا۔ اور تمام قافلہ نے اسی جگہ مال و اسباب کو فروخت کیا اور واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں بھی جاتے ہوئے میسرہ آپ کی بزرگی اور جلال کو دیکھتا جاتا تھا۔

نکاح مبارک:

اس سفر سے واپسی کے بعد ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے آپ کی دیانت و امانت اور حسن کارکردگی معلوم کر کے آپ سے نکاح کی درخواست کی۔ جو کسی قدر قیل وقال کے بعد منظور کر لی گئی۔ چنانچہ برفاقت اپنے چچوں کے ام المومنین بی بی خدیجہؓ بنت خویلد کے مکان کی طرف گئے۔ ابو طالب نے جمیع قریش کو بھی بلایا۔ ادھر سے حضرت خدیجہؓ کا چچا عمرو بن اسد ولی مقرر ہوا۔ پھر ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا اور جانبین سے ایجاب قبول کرایا۔ اور دیگر قریش کو گواہ کیا گیا۔ بعد ازاں خوشی سے اونٹ قربان کر کے ضیافت کی گئی۔ ادھر حضرت خدیجہؓ نے خوشی سے اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد باقی سب گھروں کو چلے گئے اور آپ اسی جگہ فروکش رہے۔ پھر ام المومنین بی بی خدیجہؓ نے اپنے تمام مال و اسباب کو آپ کی ملکیت میں کر دیا۔ جب اس امر کی اطلاع ابو طالب کو ہوئی تو بہت خوش ہوئے کہ آپ کی کفالت سے بے فکر ہو گیا اور شکرانہ ادا کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس سال اور بی بی خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔

کعبہ کی تعمیر نو:

اس سے دس سال بعد کعبہ کو از سر نو بنانے کا معاملہ درپیش ہوا پہلے کعبہ کی زمین نیچی تھی اور بارش وغیرہ کا پانی عمارت کے اندر چلا آتا تھا۔ اب قریش آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا۔ کہ کعبہ کو بنانے کی سعادت مجھے حاصل ہو۔ آخر کار سب کی صلاح سے ایک ایک حصہ مقرر ہو گیا اور عمارت کو بنانے لگے۔ ابھی پہلی ہی ضرب پہلی عمارت کو گرانے کے واسطے لگائی تھی۔ کہ چاہ زمزم سے ایک بڑی مہیب چیز نکلی۔ جس کے دیکھتے ہی سب دم دبا کر بھاگے۔ دوسرے دن پھر یہی حال ہوا۔ تیسرے دن پھر یہی حال ہوا۔ علےٰ ہذالقیاس کئی دن آتے رہے مگر ناکام جاتے رہے۔ آخر کار سب نے صلاح کر کے قربانی کی اور ایک شخص کو نامزد کیا۔ کہ تم آج خانہ کعبہ میں رات بسر کرو۔ جو خواب میں رات کو تمہیں آئے اس سے اطلاع دو۔ جب وہ شخص صبح اٹھا تو اس نے بیان کیا۔ کہ ہماری صلاح کعبہ شریف کی پہلی بنیاد تک اکھیڑ دینے کی تھی اور کعبہ کو وسیع کرنے کی منشاء تھی۔ مگر خدا اس امر سے راضی نہیں ہے اور یہی وجہ اس خوفناک چیز کے ظاہر ہونے کی تھی۔ اب اصل بنیاد کو ہی اونچا کر کے عمارت شروع کرنی پڑے گی۔

حجر اسود کا معاملہ:

دوسرے دن جب اس نیت سے آ کر عمارت کو گرانا شروع کیا۔ تو کوئی چیز ایسی نہ نکلی جس سے ڈر آتا۔ آخر کار عمارت گرا دی گئی۔ اور از سر نو کعبہ کو تعمیر کیا گیا۔ اور حجر اسود علیحدہ کر دیا گیا۔ جب عمارت تیار ہو گئی۔ تو حجر اسود کو اٹھا کر رکھنے میں پھر پہلی طرح تنازعہ شروع ہو گیا۔ انجام کار یہ صلاح ٹھہری کہ کل جو شخص پہلے اس جگہ پر آئے۔ جو وہ فیصلہ کر دے ہمیں منظور ہو گا۔ دوسرے دن سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تشریف لے گئے۔ جب سب نے آپ کو دیکھا تو سر تسلیم خم کیا۔ اور فیصلہ طلب کیا چونکہ آپ پہلے صادق اور امین کا خطاب حاصل کر چکے تھے۔ اسی واسطے کسی شخص نے چون وچرا نہ کی آپ نے کچھ دیر سوچ کر چادر زمین پر بچھائی اور خود پتھر کو اٹھا کر چادر میں ڈالا اور پھر فرمایا

کہ ہر ایک قبیلے کا ایک ایک آدمی منتخب ہو کر آ جائے اور سب مل کر اٹھا کر اس کو اپنی اصلی جگہ پر لے جائیں۔ اس فیصلہ سے سب خوش ہو گئے اور اسی طرح کر کے اصل جگہ پر لے گئے۔ اس جگہ سے پھر آپ نے اٹھا کر جہاں دیوار میں نصب کرنا تھا اپنے دست مبارک سے نصب کیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک 35 سال کی تھی۔

اس سے پہلے دس سال میں اور آخر پانچ سال میں آپ کی شادی خانہ آبادی سے لے کر ظہور نبوت تک کوئی واقعہ سوائے بنائے کعبہ کے ایسا نہیں ہوا۔ جس کا تذکرہ کیا جائے۔ شان نور الٰہی کی تجلیات 30 برس کی عمر سے ظاہر ہونی شروع ہو گئی تھیں۔

حق کے متلاشی:

یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس وقت جبکہ آپ کے معبوث ہونے میں کچھ عرصہ باقی تھا۔ حق کے متلاشی صرف چار شخص تھے جو کہ بتوں کو سجدہ نہ کرتے تھے چنانچہ پہلا ورقہ بن نوفل تھا۔ یہ شام کی طرف گیا اور دین عیسوی اختیار کیا۔ جب آپ مبعوث ہوئے تو اس سے تھوڑا عرصہ پہلے مکہ میں آیا اور آپ کے مبعوث ہونے پر ایمان لایا۔ اور دوسرا عبداللہ بن جحش تھا۔ یہ بھی ایک مدت تک دین الٰہی کی تلاش میں پھرتا رہا۔ آخر جب آپ مبعوث ہوئے تو آخر دین اسلام اختیار کیا اور حبشہ کی جانب ہجرت کر گیا۔ تیسرا عثمان بن الحویرث تھا جو ہجرت کر کے روم میں گیا اور دین عیسوی اختیار کیا اور ادھر ہی وفات پائی۔ چوتھا زید بن عمرو بن نفیل تھا اس نے بھی مکہ سے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے باپ خطاب نے نہ جانے دیا اور اسی جگہ رہ کر انتظار رسالت کیا۔ یہ کعبہ میں جاتا اور کہتا۔ اَللّٰھُمَّ لَوْ اَعْلَمُ الْوُجُوْهُ اِلَيْكَ عَبَدْتُكَ وَلَا اَعْلَمُ (مطلب) اے اللہ میں نہیں جانتا کہ تیری عبادت کس طرح کی جاتی ہے۔ اگر میں جانتا تو کیا کرتا۔ یہ الفاظ کہتا اور سجدہ کر کے چلا آتا۔ آخر کار چپکے سے شہر مکہ سے نکل گیا اور دین ابراہیم کی تلاش میں ہر طرف پھرا۔ آخر کار ملقان میں سے کسی راہب سے پتہ چلا کہ تمہارے اپنے شہر میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے جو کہ آخری پیغمبر ہے اور اس کا دین ابراہیم کا دین ہے۔ جملہ ادیان کو وہ دین باطل کرے گا یہ سن کر وہ مکہ کی طرف واپس پلٹا۔ مگر جب خیبر میں پہنچا تو کسی بے رحم نے شہید کر ڈالا۔

باب نمبر3

غارِ حرا میں عبادت

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تجلیات نور الٰہی 32-33 برس کی عمر سے ہی شروع ہو گئی تھیں۔ اس طرح ہوتے ہوتے آپ کی عمر مبارک کے چالیس سال ختم ہو گئے اور آخر چالیسویں سال اوّل اوّل خواب میں وحی ہونی شروع ہوئی۔ جس کا باعث یہ تھا کہ سن نفس نفیس ریاضت سے مطیع ہو اور وحی کی عادت پڑے۔ جب چالیسواں سال ختم ہونے کو آیا تو آپ نے اپنا ٹھکانا غار حرا میں بنایا۔ سارا دن اسی جگہ غور وفکر میں بیٹھے رہتے۔ جب غار سے نکل کر گھر کی طرف جاتے تو راستہ میں ایک قسم کی آوازیں سنتے جاتے۔ جیسے کوئی بلاتا ہے۔ اس طرح سے آپ کی طبیعت عالیہ پر خوف طاری ہوا۔ آپ نے بی بی خدیجہؓ سے بیان کیا۔ تو انہوں نے آپ کو تسلی وتشفی دی کہ خاطر جمع رکھو۔ سوائے نیکی کے اور کچھ نہ ہوگا۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ گھر سے جاتے تو بھی اور غار سے آتے تو بھی خانہ کعبہ کا پہلے طواف کرتے۔ بعد ازاں گھر یا غار کا راستہ لیتے کچھ دنوں کے بعد تو راتیں بھی غار میں گزارنے لگے۔ جس کے باعث مستورات قریش بی بی خدیجہؓ کو طعنہ مارتیں۔ کہ تو نے نکاح بھی کیا تو کس شخص کے ساتھ جو کہ تیری طرف توجہ نہیں کرتا اور مفت میں تو نے اپنا مال و اسباب اس کی ملکیت میں کر دیا۔ اگر کسی اور کے ساتھ شادی کرتی تو وہ خود بھی تیری طرف توجہ کرتا۔ مگر بی بی خدیجہؓ اکثر اوقات خاموش رہتیں اور جب قریش کے طعنوں سے تنگ آجاتیں تو یہ جواب دیتیں کہ ”دل را بدل رہیست“ یعنی دل دونوں کو جانتے ہیں۔ مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری تسلی وتشفی ہے۔ غار حرا میں یاد خدا کرتے کرتے چالیس دن ہوئے تھے

کہ وہ وقت آ گیا کہ آفتاب رسالت کا طلوع ہو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام غارِ حرا میں تشریف لائے۔ مگر اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا اور نہ ہی کوئی مکالمہ ہوا۔ پھر دوسرے دن بروز شنبہ سترہ ماہ رمضان کو جبرائیل امین تشریف لائے آپ اس وقت تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ آواز آئی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھو۔ ہر چند آپ ﷺ نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ مگر ندا کنندہ نظر نہ آیا مگر آپ ﷺ اسی طرح بیٹھ گئے تو پھر ندا آئی۔

قُمْ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھ۔

آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے تو سامنے ایک شخص بلند بالا۔ نورانی پیشانی اور دو چشموں کے درمیان اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا دیکھا۔ چونکہ آپ نے پہلے کبھی ایسا شخص نہیں دیکھا تھا خوف و دہشت طاری ہو گئی۔ اور ڈرتے ڈرتے فرمایا۔

مَنْ اَنْتَ رَحِمَكَ اللّٰهُ فَاِنِّىْ لَمْ اَرَ شَيْئاً قَطُّ اَعْظَمُ
مِنْكَ خَلْقًا وَلَا اَحْسَنَ مِنْكَ وَجْهًا

ترجمہ: تو کون ہے کہ میں نے کسی کو تیرے جیسا خوبصورت اور بزرگ تر کبھی نہیں دیکھا۔

تو جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا۔

اَنَا رُوْحُ الْاَمِيْنُ الْمُنَزَّلُ عَلٰى جَمِيْعِ النَّبِيِّيْنَ
وَالْمُرْسَلِيْنَ اِقْرَاْ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ

ترجمہ: میں جبریل ہوں کہ خدا کے احکام لے کر نبیوں اور رسولوں پر اتارتا رہا ہوں۔ پڑھیے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پہلی وحی کا نزول:

آپ ﷺ نے فرمایا میں کیا پڑھوں میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں جبرائیل علیہ السلام نے ایک نامہ نکالا اور پھر کہا کہ پڑھ آپ ﷺ نے پھر کہا کہ میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں۔

جبرائیل علیہ السلام نے پھر تیسری دفعہ کہا۔ آپ ﷺ نے پھر پہلے ہی الفاظ دہرائے پھر جبرائیل علیہ السلام بولے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ط خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ط اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ لا ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ط عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ط

ترجمہ: اے پیغمبر! اپنے مالک کے نام سے جس نے سب خلقت کو پیدا کیا (قرآن مجید) پڑھ اسی نے انسان کو بنایا۔ (اے پیغمبر) پڑھ تیرا مالک بڑا اکرم والا ہے۔ اسی نے قلم کے ذریعہ لکھنا سکھایا۔ آدمی کو وہ باتیں سکھائیں۔ جو کہ وہ نہیں جانتا تھا۔ (پ۳۰ س العلق)

وضو کرنا:

آپ ﷺ نے پڑھا اور جو پڑھا وہ فوراً کالنقش فی الحجر ہوگیا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے پاؤں زمین پر مارا۔ جس سے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ پہلے خود وضو کیا بعد ازاں آپ ﷺ نے اسی طرح وضو کیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام اسی وقت غائب ہوگئے بس نظر سے غائب ہونا تھا کہ از سر نو خوف طاری ہوگیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے چاہا کہ اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دوں۔ مگر ناگاہ آواز آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آسمان کی طرف دیکھ۔ جب آپ ﷺ نے اوپر نظر مبارک اٹھائی تو جبرائیل علیہ السلام کو اسی شکل میں دیکھا۔ جس شکل میں غار میں دیکھا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے پکارا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو حبیب خدا سید انبیاء فخر اولیاء رسول خدا ہے اور میں جبرائیل ہوں۔ اس کے بعد اس ارادہ کو فسخ کیا اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب تک آپ ﷺ گھر نہ پہنچ چکے۔ جبرائیل علیہ السلام کی شکل ہی اِدھر اُدھر سامنے نظر آتی رہی۔ جب آپ نے گھر میں قدم رکھا تو جبرائیل امین غائب ہوگئے۔ آپ ﷺ کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا اور زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ کا لفظ ورد زبان تھا۔

خوشی کے لمحات:

جب حسب ارشاد بی بی خدیجہؓ نے آپ ﷺ کے اوپر کپڑا اوڑھا دیا تو کچھ عرصہ بعد ہوش آئی تو احوال گزشتہ آپ نے الف سے ی تک جو کچھ دیکھا سنا اور پڑھا تھا سنا دیا۔ جس سے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا تو بہت خوش ہوئیں اور آپ کو بہت سی تسلی و تشفی دی اور فرمایا کہ آپ پیغمبر خدا ہیں۔ کچھ خوف نہ کریں۔ اس کے بعد بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور کہا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام کے حلیہ سے مطلع کرو۔ ورقہ نے کہا اے عزیزہ! جبرائیل علیہ السلام کا اس دیار بت پرستی میں کیا کام۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ کوئی عقل کی بات کر۔ ام المومنین بی بی خدیجہؓ نے کہا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آج جبرائیلؑ مجھ پر نازل ہوئے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ ورقہ بن نوفل فرط خوشی سے مضطرب ہو گیا اور کہا کہ اگر یہ بات ہے تو اس ملک کے دن بھی بفضل خدا سدھرتے نظر آتے ہیں۔ پھر کہا جاؤ جہاں پہلے پہلی وحی نازل ہوئی ہے اسی جگہ پھر آئے گا۔ پہلے تو تم اپنے آپ کو سنبھال کر بیٹھنا۔ اگر اس صورت میں تمہیں نظر آئے تو سمجھ لینا کہ جبرائیلؑ ہے پھر بال کھول کر بیٹھو۔ اگر جبرائیل ہوگا۔ تو نظر نہ آئے گا۔ یہ بات سن کر بی بی خدیجہؓ خوشی خوشی واپس گھر میں آئیں اور آپ کو ہمراہ لیکر غار حرا میں گئیں۔ وہاں جا کر کچھ عرصہ بیٹھے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی صاحبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ تو دیکھتی ہے۔ ام المومنین بی بی خدیجہؓ نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر بی بی خدیجہؓ نے اپنے بال کھول دیئے اور بکھیر کر بیٹھ گئے۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام نظر نہ آئے۔ تو بی بی خدیجہؓ نے فرمایا۔ مبارک ہو اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرشتہ مقربین خدا میں سے ہے۔ یہ وحی رحمانی ہے، وسواس شیطانی نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے محبوبوں کو وسواس شیطانی سے محفوظ رکھتا ہے۔ القصہ بعد اس کے بی بی خدیجہؓ معہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور سارا قصہ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے خود سنایا۔ تو ورقہ بن نوفل نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ پیغمبر آخرین اور محبوب رب العالمین ہیں اور جلدی ہے کہ آپ ایک کام پر مامور ہوں گے۔

کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا۔ تاکہ میں اپنے عزیز کی مدد کرتا۔ جبکہ اس شہر کے لوگ اپنی جہالت کے سبب سے آپ پر تعدی کریں گے اور آپ ہجرت کرو گے۔ اس کے بعد ورقہ نے آپ کو بہت سا پیار کیا۔ تھوڑی ہی مدت گزرنے پائی تھی کہ ورقہ نے وفات پائی۔ اس کے بعد تین سال تک وحی نازل نہ ہوئی۔ جس سے کمال فکر و تشویش پیدا ہوئی۔

عداس راہب کی باتیں:

مگر اس میں دو حکمتیں تھیں ایک تو یہ کہ آپ کا دل اشتیاق وحی میں حد تک پہنچ جائے۔ دوسرے یہ کہ جب سے آپ پیدا ہوئے تو صرف تین سال تک جبرائیل علیہ السلام آپ کی حفاظت سے غیر حاضر رہے۔ اس تین سال کی مدت میں حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کی حفاظت کرتے رہے۔ چونکہ تین سال تک وحی کے نازل نہ ہونے سے آپ کو بہت تشویش تھی۔ اس واسطے ایک دن بی بی خدیجہؓ عداس نامی ایک راہب کے پاس لے گئیں۔ اور اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ عداس نے کہا کہ مبارک ہو۔ کہ آپ عنقریب ہی ایک کام پر مامور ہوں گے اور آپ کا دین دنیا کے تمام ادیان کو منسوخ کر کے قیامت تک موجود رہے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی خاتم المرسلین ہیں۔ بعدہٗ اس نے بھی ورقہ بن نوفل کے الفاظ دہرائے۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا الخ ایک دن بعد منقضی ہونے تین سال کے جس کا ذکر ہو چکا ہے (کہ جبرائیلؑ غیر حاضر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا۔ دیکھتے ہی جسم پر لرزہ طاری ہوگئی اور زملونی زملونی کہتے ہوئے گھر پہنچے۔ جب کچھ دیر بعد ہوش آئی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ (پ 29 سورہ مدثر)

ترجمہ: اے (وحی کی ہیبت سے) کپڑا لپیٹنے والے اُٹھ اور خلقت کو اللہ کے عذاب سے ڈرا اور اپنے مالک کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو صاف رکھ اور بتوں کی

ناپاکی سے الگ رہ اور اس نیت سے احسان نہ کر کہ اس سے اچھا بدلہ ملے اور مالک کی خوشی کے لیے (جو مصیبتیں تجھ کو پیش آئیں) ان پر صبر کر۔

پس اس حکم کے نازل ہوتے ہی آپ ﷺ نے رایت تبلیغ کو اٹھایا اور خلقت کو اسلام کی طرف بلایا اور تاج افسر خاتم المرسلین کے سر پر رکھا۔

نعت

لوں بلائیں تیری اے گیسوؤں والے ساقی   ناز و انداز میں دنیا سے نرالے ساقی
رحمت خاص کی آغوش کے پالے ساقی   پیاس پیاسوں کی بجھا اور دعا لے ساقی
جرعہ نوشاں قدح خوار کا دل شاد رہے
خیر ہو خم کی تیرا میکدہ آباد رہے
تو ہی توحید کی دیتا ہے بشارت ساقی   تجھ سے آنکھوں میں سرور ہے وحدت ساقی
بارک اللہ تیرے دم کی بدولت ساقی   ہے یہ مئے خانہ اسلام سلامت ساقی
لطف کن جرعہ از جام شراب لبی
رحم بر تشنہ لباں انت امی وابی
ساقیا آئی ہے کس دھوم سے گلشن میں بہار   عید میلاد کے نغموں سے غزل خواں ہیں ہزار
رنگ لائے ہیں جوانان چمن کر کے نکھار   نذر کو لائی ہے جنت سے صبا پھولوں کے ہار
سروقد سر صنوبر کہیں شمشاد کہیں
ہاتھ باندھے ہوئے گلچیں کہیں صیاد کہیں
اب شعلے کی نہیں خس پہ کر کرم نگاہ   سرو آتشکدے ہیں دیر و کلیسا بھی تباہ
کفر نے دامن توحید میں جو لی ہے پناہ   بت پکار اٹھتے ہیں بت خانوں میں اللہ اللہ
اللہ اللہ کہاں پہنچی کہاں کی آواز
عرش تک گونج اٹھی کعبہ سے اذان کی آواز
ڈھیر دیکھے جو صنم خانوں کے ٹوٹے پھوٹے   مثل کفار شیاطین نے سینے کوٹے

سلسلے کفر کے زنار کے رشتے ٹوٹے   شرک باطل ہوا تثلیث کے چھکے ٹوٹے
رہ گیا ایک خدا ایک خدائی اس کی
پڑ گئی ساری خدائی میں دہائی اس کی
شان محبوبی و رعنائی کا مظہر بن کر   مسند عزت لولاک کا افسر بن کر
رونق تخت و علم زینت منبر بن کر   صاحب تاج و نگیں مالک کشور بن کر
سب سے اول تھا جو آخر وہ شہنشاہ آیا
فخر کل ختم رسل با جاہ و حشم آیا
مکی و ھاشمی و مطلبی آ پہنچا   ابطحی و مدنی و عربی آ پہنچا
چارہ فرمائے دم جاں بلبی آ پہنچا   درد مندوں کا طبیب اور نبی آ پہنچا
لو وہ آ پہنچا کہ دم بھرتے تھے عیسیٰ جس کا
لائے تھے مژدہ جاں بخش مسیحا جس کا
جس کا انجیل میں ہے نام مقدس مسطور   جس کی تورات میں ہے صاف بشارت مذکور
دیتی ہے جس کی شہادت کھلے لفظوں میں زبور   تھا جو بچپن سے ہی صادق بھی امیں بھی مشہور
وحی ارشاد ہے الہام ہے فرماں جس کا
سب پہ روشن ہے کھلا معجزہ قرآں جس کا
دین کو کفر کی ظلمت سے نکالا جس نے   کر دیا دم میں اندھیرے کو اجالا جس نے
نور کے سانچے میں توحید کو ڈھالا جس نے   قوم کے ڈوبتے بیڑے کو سنبھالا جس نے
کشتی نوح کو طوفان سے بچانے والا
خضر و الیاس کی بھی پیاس بجھانے والا
سیدھا رستہ وہ شریعت کا دکھانے والا   قافلے بھٹکے ہوئے راہ پہ لانے والا
حق کا فرمان وہ بندوں کو سنانے والا   وہ نبی علم لدنی کے خزانے والا
جس کو سب عالم امی بھی کہتے ہیں
اور ہم انت وامی وابی کہتے ہیں

اے کہ قربان رخ پاک پہ تو امی وابی   دے تصدق بجمالت دل ہر شیخ وصبی
شہ والا جسے سرور عالی نسبی   نونہال چمن ہاشمی و مطلبی
مرحبا سید مکی ۔ مدنی العربی
دل و جاں باد فدائیت چہ عجب خوش لقبی

بارک اللہ قیامت قد بالا داری   چشم بد دور عجب حسن سراپا داری
مشعل طور بکف از رخ زیبا داری   لطف اعجاز مسیحا بہ سخنہا داری
حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سب سے پہلی آیت کا نزول:

سب سے پہلی وحی ماہ رمضان میں نازل ہوئی ۔ مگر آیت کے نازل ہونے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کون سی آیت اتری ۔ بعض کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ الکتاب یعنی الحمد شریف اور اقراء کا لفظ ساتھ حکم کا ہے ۔ یعنی اِقْراء یامُحَمَّدْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ الخ

اور بعض کا قول ہے کہ سورۃ العلق نازل ہوئی اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید ماہ رمضان میں نازل ہونا شروع ہوا ۔ کیونکہ قرآن شریف میں سورۃ القدر (پ 30) صاف دلالت کرتا ہے ۔ بعض بزرگان دین یہ بھی کہتے ہیں کہ لوح محفوظ سے بھی ماہ رمضان میں اتارا گیا ۔ چونکہ پہلی دفعہ جبرائیل علیہ السلام غار حرا میں ماہ رمضان میں ہی نازل ہوئے اس واسطے صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف ماہ رمضان میں نازل ہونا شروع ہوا ۔

جب تین سال تک جبرائیل علیہ السلام نے وقفہ دیا ۔ تو پھر سب سے پہلے سورۃ المدثر (پ 30) نازل ہوئی ۔

سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت:

اب آپ ﷺ نے توحید کے چپو سے قوم کی کشتی کو گرداب ضلالت سے نکالنے کی کوشش شروع کی۔ سب سے پہلے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام سے مشرف ہوئیں اور جس طرح پر جبرائیل علیہ السلام سے نماز کی تعلیم حاصل کی تھی پڑھائی۔ بعدازاں شیر خدا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ جس کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ ابوطالب کثرت عیال اور قلت مال کے باعث ہمیشہ محزون وملول رہتے تھے۔ آپ اپنے چچا حضرت عباس ؓ سے صلاح ومشورہ کر کے ایک ایک لڑکا اپنے گھر لے آئے۔ تاکہ ابوطالب کو کچھ فراغت حاصل ہو۔ حضرت علی ؓ کو آپ لے آئے۔ اور حضرت جعفر ؓ کو آپ کے چچا حضرت عباس ؓ لے گئے۔ چلتے وقت ابوطالب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہدایت کی کہ جو کام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں۔ وہ بے دھڑک کر لینا کیونکہ سوائے نیکی کے اور کوئی رستہ نہ بتائے گا۔ جب حضرت علی ؓ آپ ﷺ کے گھر آئے تو آپ ﷺ نے ان کی موجودگی میں نماز ادا کی۔ بعد ادائے نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ ﷺ سے استفسار گیا کہ یہ آپ کیا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں خدا کی عبادت میں مشغول تھا۔ یہ دین خدائی ہے۔ جس کی دعوت کے واسطے میں مبعوث ہوا ہوں اور اب میں تجھے اس کی دعوت دیتا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا کہ میں نے یہ دین کسی سے نہیں سنا۔ اس واسطے میں اپنے باپ کی مرضی کے بغیر یہ دین قبول نہیں کر سکتا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ان کا دل اسلام کی روشنی سے منور ہو گیا۔ جب اجازت لینے کے لیے چلے تو ابھی دو ہی قدم گئے تھے کہ یاد آ گیا۔ کہ باپ نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ فرمائیں اس پر عمل کرنا۔ اب مجھے اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ اسی وقت واپس آ گئے اور دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ تیسرے دن بعد (پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دوسرے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشرف باسلام ہوئے) یعنی چہار شنبہ کو ایک آزاد شدہ غلام زید بن حارث سلک اسلام میں منسلک ہوئے۔

ابو طالب کی کیفیت:

ایک دن آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے کہ ابو طالب اوپر سے آ گئے اور چپکے سے بیٹھ گئے۔ جب آپ ﷺ معہ ہمراہیوں کے نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ابو طالب نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر سوال کیا۔ کہ یہ کیا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

هٰذَا دِيْنِ اللّٰهِ ...... وَدِيْنُ مَلَائِكَتِهٖ وَدِيْنُ رُسُلِهٖ وَدِيْنُ
اُنْبِيَآءَ وَدِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامِ بُعِثْنِي اللّٰهِ تَعَالٰى
بِالرِّسَالَتِ اِلَى الْعِبَادِ

ترجمہ: کہ یہ دین اللہ کا ہے اس کے فرشتوں کا اس کے رسولوں کا۔ اس کے نبیوں کا۔ دین ابراہیم علیہ السلام کا۔ اور خدا نے مجھے مبعوث کر کے بھیجا ہے۔ بس میں اب آپ کو اس دین میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔

ابو طالب نے کہا کہ اے فرزند دلبند ا تو ٹھیک کہتا ہے مگر میرا دل آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ بعد ازیں ابو طالب نے اپنے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف دیکھا۔ تو امیر المومنین نے جواب دیا کہ اے باپ میں نے یہ دین قبول کر لیا ہے اور یہ دین سچا ہے۔ پھر ابو طالب نے کہا یابنی ،ما انهٗ لم يد عك الى الخير نالزمه اے بیٹے تابعداری کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ کیونکہ وہ تجھ کو سوائے نیکی کے رستہ اور کسی طرف نہیں لے جائے گا۔ تو اس کے حکم پر دل و جان سے کاربند ہو۔ اس کے بعد صاحب صدق وصفا امیر المومنین ابو بکر صدیق بن قحافہ مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر انس ہو گئی تھی کہ جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ادھر تو آپ خلقت کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ ادھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی دعوت اسلام کرنے لگے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اصحاب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ مسلمان ہوئے۔

(1) عثمان بن عفان (2) زبیر بن العوام (3) طلحہ بن عبداللہ (4) سعد بن ابی وقاص (5) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کنبہ کے آدمی۔ اسی طرح رفتہ رفتہ یہ گروہ بڑھتا گیا

ابھی نزول رسالت کو تین سال ہی ہوئے تھے کہ حکم خداوند ذوالجلال بدین مضمون آ پہنچا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ ط

یعنی اسلام کو آشکارا کرنے اور بلند آواز سے پڑھنے اور علانیہ تبلیغ کرنے کا حکم آ گیا۔

اعلانیہ تبلیغ کا آغاز:

اس حکم کے آتے ہی آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ اور جمیع قبائل عرب کو بلایا اور فرمایا کہ کہ اے معشر خلائق کبھی تم نے مجھ سے جھوٹ سنا ہے؟ سب نے نفی میں جواب دیا بعد ازاں آپ نے فرمایا۔ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے تمہارا ایک بڑا دشمن ڈیرے ڈالے پڑا ہے۔ کیا تم مان لو گے۔ سب نے یک زبان اور متفق ہو کر جواب دیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بچپن سے ہی صادق اور امین مشہور ہیں۔ ہم اعتبار کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری رہبری کے لیے بھیجا ہے۔ پس یقین کرو کہ بت جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ وہ بڑے بھاری دشمن تمہارے لیے ہیں پس بتوں کو توڑ دو اور ایک اللہ کی طرف رجوع کرو۔ جس سے فائدہ ہو، بتوں سے سراسر نقصان ہے۔ اب تہ دل سے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کا اقرار کرو۔ اس بات کے سنتے ہی سب ناراض ہو گئے۔ ابولہب پکار اٹھا کہ میرے بھائی کا لڑکا دیوانہ ہو گیا ہے اپنے آباؤ اجداد کے دین سے بیگانہ ہو گیا ہے۔ اس کی بات پر خیال مت کرو۔ جب یہ آواز آپ نے سنی تو محزون وملول ہو کر گھر میں تشریف لائے۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بہت تسلی وتشفی دی۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کی امداد پر ہے۔ اخیر آپ کی ہی فتح ہو گی۔ آپ دیوانے نہیں ہیں بلکہ وہی مرد دیوانے ہیں اور وہی مجہول عقل وعلم سے بیگانے ہیں اتنے میں خداوند کریم کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ

بِمَجْنُوْنٍ وَّاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ط وَاِنَّکَ لَعَلٰی
خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ○ بِاَیِّکُمُ
الْمَفْتُوْنُ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ
اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ ۔ (پ 29 س القلم)

ترجمہ: قلم کی قسم اور دوات کی اور جو کچھ اس نے لکھا۔ اپنے مالک کے فضل سے (خدا نخواستہ) تو دیوانہ نہیں ہے۔ (جیسے کافر تجھ کو کہتے ہیں) اور تجھ کو بے انتہا اجر ملے گا۔ اور تو بیشک بڑے خلق والا ہے۔ اب تو دیکھ لے گا۔ اور کافر بھی دیکھ لیں گے تم میں سے کون دیوانہ ہے۔ بیشک تیرا مالک خوب جانتا ہے کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور جو لوگ راہ پائے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی خوب جانتا ہے۔ تو (اے پیغمبر) جھٹلانے والے (کافروں) کا کہنا مت مان۔

ابولہب وابوجہل کی مخالفت:

پھر آپ نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ خداوند جل وعلےٰ کا حکم پہنچا ہے کہ خلقت کو اس کے عذاب سے ڈرا۔ اور اسلام کی طرف دعوت کر مگر وہ میری بات سنی پسند نہیں کرتے اور الٹے لڑتے ہیں۔ میں کیا کروں؟ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑا سا گوشت بناؤ اور پہلے اس میں سے تھوڑا سا خود کھا کر باقی تقسیم کرو۔ آپ نے اسی طرح ہی کیا۔ اور گوشت تقسیم کرنے کے بعد اتنا ہی گوشت برتن میں موجود تھا۔ جتنا کہ پہلے تھا۔ پھر آپ نے دعوت اسلام کی۔ مگر ابولہب مردود پکار اٹھا کہ اے یارو! ہرگز اس کی بات پر عمل نہ کرنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کھانے پر جادو کر دیا ہے۔ پھر ابوطالب سے مخاطب ہوا۔ اور کہا کہ دیکھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے خداؤں کی تضحیک وتوہین کرتا ہے۔ ابوطالب نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے فرزند دلبند۔ تو جس بات پر مامور ہوا ہے اس کی بدل وجان کوشش کر اور خلقت کو اپنے خدا کی طرف بلا۔ مجھے تیری اعانت سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہیں ہے پھر

ابولہب سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اے ابولہب! جب تک میں زندہ ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت والفت وحفاظت کو نہ چھوڑوں گا اور اس کے دشمن کے ساتھ آخری دم تک لڑوں گا۔ افسوس کہ عزیزوں کا خون بھی سرد ہو گیا اگر تم اس پر ایمان نہیں لاتے تو اس کی حفاظت اور محبت کو نہ چھوڑو۔ مگر ابولہب وابوجہل اور دیگر بدبختوں نے نہ مانا اور مخالفت پر تلے رہے۔

ابولہب کی گستاخی:

ایک دن آپ تبلیغ اسلام میں مشغول تھے کہ ابولہب کا بھی اس طرف سے گزر ہوا۔ آپ نے ابولہب کو مخاطب کر کے ایمان لانے کی نسبت کہا تو ابولہب لعین نے بگڑ کر "قبالك" یعنی ہلاکت ہو تجھ پر۔ اور ایک پتھر دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر آپ پر مارا اور بے ادبی کی۔ آپ دیدہ گراں وسینہ بریاں گھر کی طرف تشریف لائے تو آپ کی تسکین خاطر کے لیے یہ حکم نازل ہوا۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ط مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا
كَسَبَ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ الَهَبٍ ......الخ

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔ یعنی اس کی تدبیر نہ چلنے پائی اور خود ہلاک ہوگا۔ اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی۔ وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ یہ بدبخت معہ اپنی عورت کے راستہ میں کانٹے ڈالتے تھے۔

جب بتوں کی برائی اور دین خدا کی رہنمائی اعلانیہ ہونے لگی اور قریش تنگ آ گئے تو سب نے مل کر ابوطالب کے پاس شکایت کی کہ اے ابوطالب تجھ پر مخفی نہیں ہے کہ ہمارے خداؤں کی توہین ہو رہی ہے اور بُرے سے بُرے الفاظ آپ کا برادرزادہ استعمال کر رہا ہے۔ مگر چونکہ تو ہمارا سردار ہے ہم تیری وجہ سے کچھ تعرض نہیں کرتے۔ اس لیے ہم تیرے پاس شکایت لائے ہیں کہ تو اس کو سمجھائے اگر وہ تمہارے کہنے سے باز نہ آیا اور ہمارے معبودوں کو اسی طرح بُرا بھلا کہتا رہے گا۔ تو ہم خود سمجھ لیں گے۔ ہم اپنی حجت پوری

کرتے ہیں۔ ابوطالب نے ان کو مشفقانہ جواب دے کر رخصت کیا اور اس واقعہ سے آپ کو مطلقاً خبردار نہیں کیا۔ آپ اسی دھن میں لگے رہے اور دین حق کی اشاعت میں سرگرم رہے۔ جب اہالیان مکہ نے پھر وہی رنگ دیکھا تو مکرر ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ اس سے پہلے ہم سمجھا چکے ہیں اور اب پھر سمجھاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھاؤ۔ اگر وہ ہمارا سردار بننا چاہتا ہے تو ہم سردار بنانے کو تیار ہیں۔ جو کچھ وہ کہے ہم قبول کرنے کو تیار ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہمارے معبودوں کو بُرا مت کہے اور ہمیں باطل پرست اور مشرک نہ کہے جب آپ گھر میں تشریف لائے تو ابوطالب نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ تو آپ رو پڑے اور فرمایا کہ اے چچا! آپ سے ایسی امید تو نہ تھی۔ اگر اہل مکہ مجھے تمام دنیا کی دولت دے دیں تو بھی میں اپنے ارادے سے باز نہ آؤں گا۔ آپ کی مرضی ہے اگر آپ ڈرتے ہیں تو بیشک میری حفاظت چھوڑ دیں۔ میں ان کی مخالفت وخصومت سے نہیں ڈرتا۔ یہ کہہ کر روتے ہوئے چلے گئے۔

چچا ابوطالب کا عزم:

جب ابوطالب نے دیکھا کہ آپ غمناک وافسردہ خاطر اور ناامید ہو کر گریہ وزاری کرتے ہوئے تشریف لے گئے ہیں تو دیوانہ وار پیچھے اٹھ کر دوڑے اور بڑی محبت اور الفت سے اپنے گھر میں لا کر کہا۔ یا محمد (ﷺ) اگر تمام دنیا تیری مخالفت کرتی ہے تو کرے اگر دشمن میرا بند بند جدا کر دیں تو کچھ پرواہ نہیں۔ میں تمہاری حمایت وطرفداری نہ چھوڑوں گا۔ جاؤ اپنا کام دلجمعی سے کرو۔ اب آپ خنداں خنداں باہر تشریف لائے اور پہلے سے زیادہ کوشش سے اپنے کام میں مصروف ہوئے۔ جب قریش نے پھر وہی اطوار دیکھے تو ایک نہایت خوبصورت لڑکے کو اٹھا کر ابوطالب کے پاس لائے اور یوں گویا ہوئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے اس لڑکے کو اپنا فرزند بنا لے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ اٹھا لے۔ تاکہ ہم اس کو قتل کر کے مخلصی پائیں۔ ابوطالب یہ سنتے ہی بہت برانگیختہ ہوئے اور جوش میں آ کر قریش کو باہر نکال دیا اب قریش نے ابوطالب کی مخالفت پر بھی کمر باندھی۔ جب ابوطالب نے زمانہ کا یہ رنگ دیکھا۔ تو انہوں نے اپنے قریبی بنی ہاشم وبنی عبدالمطلب

کو بلایا اور صورت حالات سے اطلاع دی۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ کہ ہمیں تیرا فرمان منظور ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔ لیکن ابولہب مردود نے اس بات کو تسلیم نہ کیا۔ اور رنجیدہ ہو کر باہر نکل آیا۔

کفار کی شدید مخالفت:

اب وہ زمانہ آ گیا کہ آپ کو اپنے پیارے خدائی دین کے عوض طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہونا پڑے۔ چنانچہ دیگر قبائل نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو آپ کی حمایت کے رنگ میں رنگا ہوا پایا تو آپ کو اور آپ کے تابعین کو طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں۔ سب سے بڑھ کر ابوجہل بن ہشام ابولہب بن عبدالمطلب عقبہ بن ابی مغیط، حکم بن ابی العاص، اسود بن المطلب و ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، ابوقیس و نضر بن الحارث، صائب و عاص بن سعید، اسود بن عبدیغوث، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف عدی بن حمرا۔ لعنۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین تھے۔ ان سب میں بڑھ کر بد بخت ازلی و شقی روز اول نضر بن الحارث تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے بد بخت کور چشم سیاہ دل تھے جنہوں نے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ جب آپ راستہ میں چلتے تو کانٹے ڈالے جاتے جس سے پاؤں زخمی ہوتے۔ مکانوں کی چھتوں پر سے کوڑا کرکٹ آپ کے فرق مبارک پر ڈالا جاتا وغیرہ وغیرہ۔ مگر واہ رے صبر و ہمت و استقلال! آپ یہ دعا فرماتے کہ یاالٰہی یہ جاہل ہیں ان کو سیدھے راستے پر لا۔ جب آپ وعظ فرماتے تو پتھر کا مینہ برساتے۔ آپ کا بدن مبارک لہولہان ہو جاتا۔ آپ کے صحابہ کرامؓ کو باندھ باندھ کر عین نصف النہار کے وقت دھوپ میں گرم ریت پر ڈال دیتے بعض بے رحم ان بیچاروں کے جسم پر زخم کر کے نمک چھڑکتے۔ مگر کیا مجال کہ آپ کے صحابہ کرامؓ کے دل میں بال بھر بھی فرق آتا۔ اور یہی کہتے کہ بند بند بدن کا توڑ دو۔ مگر اس رسول امی پر جان قربان ہے۔

ایک دن آپ بازار میں وعظ کرتے جاتے تھے کہ

یَآ اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْنَ۔

مگر ابولہب جھولی میں پتھر و سنگریزے ڈالے ہوئے پیچھے سے مارتا جاتا تھا۔ کسی اجنبی شخص نے پوچھا کہ یہ آدمی کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اگلا محمدؐ بن عبداللہ ہے جو دعویٰ نبوت کا کرتا ہے۔ اور پچھلا پتھر مارنے والا ان کا چچا ابولہب ہے اور کہتا ہے کہ

اِنَّہٗ کَذَّابٌ فَلَا تُصَدِّقُوْا۔

یہ جھوٹا ہے۔ اس کا اعتبار مت کرو۔ (معاذ اللہ) اس کا وعظ مت سنو۔ اکثر اوقات جب آپ خلقت کو راہ راست پر لانے کے لیے وعظ کرتے تو لوگ اس قدر شور مچاتے۔ کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اکثر اوقات پتھر مارتے کہ بدن مبارک سے لہو فوارے کی طرح بہتا۔

فرشتہ کا حاضر ہونا:

جب آپ کا انواع واقسام کے مصائب سے سامنا ہوا اور کوئی شخص راہ راست پر آتا نظر نہ آیا تو ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا اور عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ عایہ وآلہ وسلم چاہئیں تو ابھی اہالیان مکہ کو نیست ونابود کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں میں اس واسطے نہیں آیا ہوں کہ ان کو ہلاک کراؤں۔ شاید ان میں کوئی آدمی ایسا پیدا ہو جائے جو حق کی عبادت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا کہ دیکھو میرے محبوب کو جو باوجود اس قدر تکلیف اور طرح طرح کے مصائب پہنچنے کے پھر بھی ان کے حق میں دعائے مغفرت مانگتا ہے۔ تحقیق یہ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ ہے۔ لوگ آپ ﷺ کو گالیاں دیتے، بیہودہ الفاظ کہتے، دیوانہ کہتے، خندہ زنی کرتے، کاذب سے منسوب کرتے۔

کفار کے باہمی مشورے:

جب آپ کو تبلیغ اسلام کرتے کرتے ایک سال کا عرصہ گزرا اور حج کے دن قریب آئے۔ تو آپ کے دشمنان تباہ کار سیاہ روزگار نے آپس میں صلاح کی کہ حج کا زمانہ قریب ہے۔ باہر سے لوگ آئیں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان معجز بیان میں حلاوت،

فصاحت و بلاغت ہے کہ ہمارا بھی ناطقہ بند ہو جاتا ہے۔ وہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریں کلامی اور خوش بیانی سنیں گے۔ تو اپنے دین سے بے دین ہو جائیں گے۔ بہتر ہے کہ کسی تہمت سے اس کو منسوب کیا جائے تا کہ لوگ اس کی بات پر غور نہ کریں۔ کسی بدبخت نے مجہول کسی سیاہ کار نے دیوانہ کسی شیطان نے کاہن کسی مفتری نے کذاب کے الفاظ سے منسوب کیا۔ مگر سب راؤں سے یہ رائے غالب آئی کہ آپ کو ساحر کے لقب سے ملقب کیا جائے۔ جب شقیان ازل نے آپ کو ساحر کے لقب سے مشہور کیا خاص کر ولید بن مغیرہ کے کہنے سے تو خداوند تعالیٰ نے ولید کے بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْداً وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالاً مَّمْدُوْداً ۝
وَّبَنِیْنَ شُهُوْداً ۝ وَّمَهَّدْتُ لَهٗ تَمْهِیْداً ۝ ثُمَّ یَطْمَعُ
اَنْ اَزِیْدَ ۝ کَلَّا اِنَّهٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْداً ۝
سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْداً ۝ اِنَّهٗ فَکَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ کَیْفَ
قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ
عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَا
اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝

(سورۃ المدثر آیت ۱۱ تا ۲۵)

ترجمہ: چھوڑ مجھ کو اور اس شخص کو جس کو پیدا کیا میں نے یکا۔ اور دیا میں نے اس کو مال بڑا (کہتے ہیں ولید کے پاس دس لاکھ دینار نقد تھے اور اونٹ اور دنبیاں اور باغ اور غلام اور جنس اور متاع بے شمار تھا) اور دیے میں نے اس کو بیٹے (حاضر، ولید کے دس بیٹے تھے) اور بچھایا میں نے اس کے واسطے بچھونا خوب کیا امید رکھتا ہے ولید یہ کہ زیادہ دوں میں اسے اور مال نہیں ہے وہ بات۔ بیشک ولید کو ہے ہمارے کلام سے دشمنی جو اسے جادو کہتا ہے۔ جلد پہنچاؤں گا میں اس کو اوپر اونچان کے۔ بیشک ولید نے فکر قرآن کے طعنہ میں کی۔ پھر مارا جائے لعنت ہو ولید پر جو کیسا مقرر کیا

پھر لعنت ہو ولید پر جو کیسا پھرایا اس نے خیال اور فکر کو قرآن کے طعنے میں پھر غور سے دیکھا قرآن کے طعنے ڈھونڈنے میں جب کوئی عیب نہ پایا اور طعنہ کی بات ہاتھ نہ آئی تب تیوری چڑھائی اور منہ پھیر پھیر کر ولید نے نہیں یہ قرآن مگر جادو۔ جادوگروں سے سیکھا ہوا۔ نہیں یہ قرآن مگر کہا ہوا آدمی کا۔

خانہ کعبہ میں تبلیغ اسلام:

ایک دن کا ذکر ہے کہ خانہ کعبہ میں قریش کا گروہ بیٹھا ہوا تھا اور آپ کے متعلق ہی گفتگو ہو رہی تھی کہ کیا علاج کیا جائے کہ ناگہاں آپ تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا۔ اے سرداران قریش! خدا کے لیے باز آؤ اور بد بخت بتوں کی عبادت سے ہاتھ اٹھا کر اس ایک خداوند قادر وتوانا کی عبادت کرو۔ جس سے فائدہ پہنچے۔ یہ سنتے ہی پہلے تو قریش پر لرزہ طاری ہو گیا۔ بعد ازاں پھر آپ نے بتوں کی تضحیک اور اللہ تعالیٰ کی تعریف شروع کی اور ان کو راہ حق کی طرف بلایا۔ عقبہ بن ابی معیط نے جرأت کر کے آپ کی گردن مبارک میں ہاتھ ڈالا اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۔ (پ 24 س المومن رکوع 4)

ترجمہ: تم ایک شخص کو (اتنی بات پر) قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا مالک ایک خدا ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے مالک کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں بھی لے کر آیا۔

اس مرد خدا کو تکلیف دیتے ہو۔ جو کہ تمہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی پکڑ لیا۔ اور اس قدر مار کہ آپ کے جسم سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا۔ اتنے میں قبیلہ کے لوگوں کو خبر ہوئی تو آ کر چھڑایا اور گھر پر لے گئے۔

کفار کی پیش کش:

جب قریش نے اپنی کوئی پیش چلتی نہ دیکھی اور اسلام کو دن بدن ترقی پر دیکھا۔ تو

عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ کہ جا کر سمجھائے جب عتبہ آپ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بہتر تھا یا تم؟ مگر آپ خاموش رہے۔ پھر سوال کیا کہ تم بہتر ہو۔ یا عبدالمطلب مگر پھر بھی آپ خاموش رہے پھر عتبہ نے کہا کہ اگر تمہارے خیال میں سابقین اچھے تھے تو وہ بت پرست تھے اور اگر اپنے آپ کو اچھا سمجھتے ہو تو میرے ساتھ بات کرو۔ اگر تمہارے دماغ میں کسی طرح کا قصور ہے تو ہم علاج کرتے ہیں۔ اگر افلاس کا خیال ہے تو جتنا مال چاہے لے لو اور اہل مکہ میں جس عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہو کرا دیتے ہیں۔ اگر سرداری کا خیال ہے تو ہم اپنا بادشاہ بناتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بس تو اپنا کلام ختم کر چکا۔ پھر آپ نے پڑھا۔ (سورہ حم السجدہ پ 24)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا
لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ط فَاَعْرَضَ اَكْثَرُ
هُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ
مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ
حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ○ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ
وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ
الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ط قُلْ
اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ
وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ط ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَجَعَلَ

فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَآ أَقْوَا
تَهَا فِيْٓ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ ط سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ ثُمَّ اسْتَوٰٓى
إِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا
أَوْ كَرْهًا ط قَالَتَآ أَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ
فِيْ يَوْمَيْنِ وَأَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ أَمْرَهَا ط وَزَيَّنَّا السَّمَآ
ءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ
الْعَلِيْمِ ○ فَإِنْ أَعْرَضُوْا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ
صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ○

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور رحم والا ہے۔ یہ بہت رحم والے (خدا) کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ جس کی آیتیں جدا جدا ہیں۔ عربی قرآن جو سمجھ دار لوگوں کے لیے (ماننے والوں کو) خوشخبری سناتا ہے اور (کافروں) کو ڈراتا ہے لیکن اکثر لوگوں نے منہ موڑ لیا ہے تو وہ (اس قرآن کو دل لگا کر سنتے ہی نہیں) اور (اے پیغمبر تجھ سے کافر) کہتے ہیں۔ جس بات کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے اس کے ماننے سے تو ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہیں اور ہمارے کانوں پر بوجھ ہے اور ہم میں اور تجھ میں اوٹ ہے۔ تو تو (اپنا کام) کیے جاؤ۔ (توحید پر قائم رہو) ہم (اپنا) کر رہے ہیں۔ کہہ دیجئے میں اور کچھ نہیں۔ تمہاری طرح ایک آدمی ہوں۔ مجھ پر (خدا کی طرف سے) حکم آتا ہے تمہارا (سب کا) خدا ایک ہی خدا ہے۔ سیدھے اس کی طرف منہ کیے رہو (اسی کی عبادت کرو) اور اسی سے (اپنے گناہوں کی) معافی چاہو اور مشرکوں کی ایک دن خرابی ہونے والی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے (زکوٰۃ نہ دینے سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفسوں کو کفر

اور شرک کی نجاست سے پاک نہیں کرتے) اور آخرت کو بھی وہ نہیں مانتے۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو اجر ایسا نیک ملے گا جس کی انتہا نہیں۔ (اے پیغمبر) کہہ دیجئے کہ تم اس خدا کو نہیں مانتے۔ جس نے دو دن میں زمین بنائیں (اتوار پیر کو زمین کی پیدائش منگل اور بدھ میں پہاڑوں کی پیدائش اور خوراک کا بندوبست دوسری روایت اس طرح ہے۔ اتوار پیر کو زمین منگل کو پیداوار اور بدھ کو درخت پتھر پانی وغیرہ جمعرات کو آسمان جمعہ کو سیارے سورج، چاند) اور تم (بتوں کو) اس کے برابر والے سمجھتے ہو وہ تو سارے جہاں کا مالک ہے اور اس میں بھاری پہاڑ بنائے اور برکت رکھی اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے خوراک کا بندوبست کیا۔ یہ سب چار دن میں ہوا۔ ٹھیک پوچھنے والوں کے لیے پھر پروردگار آسمان کی طرف چڑھا (آسمان) وہ ایک دن دھوآں سا تھا اور آسمان اور زمین سے فرمایا کہ خواہ خوشی سے خواہ زبردستی میرا حکم مانو۔ دونوں نے عرض کی۔ ہم خوشی سے تیرا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ پھر دو دن میں سات آسمان بنائے اور جو کچھ کرنا تھا کیا اور ہم نے نزدیک والے (پہلے) آسمان کو چراغوں سے سجایا (یعنی ستاروں وغیرہ) اور اس کی حفاظت کی۔ یہ انتظام اس خدا کا ہے جو زبردست ہے علم والا ہے پھر اگر (اللہ تعالیٰ کی اتنی نشانیاں بتانے پر بھی) وہ (کافر) دھیان نہ کریں۔ تو ان کو کہہ دیجئے کہ تم کو اس کڑاکے (عذاب) سے ڈراتا ہوں۔ جیسا کڑاکا (عذاب) عاد اور ثمود پر آیا۔ (حضرت ہود اور صالح کے وقت کی باتیں ہیں۔ انہوں نے اپنے پیغمبروں کے حکم نہ مانا۔ تو سات دن ان پر آندھی چلتی رہی اور تباہ ہو گئے)

عتبہ کا اعتراف:

یہ پڑھ کر آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کلام جیسی اور کوئی شیریں اور افضل ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ یہ سن کر عتبہ اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا کہ بہتر ہے تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت وخصومت سے ہٹ جاؤ اور جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دو۔ قریش نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم پر بھی جادو کا اثر ہو گیا ہے۔ عتبہ نے کہا کہ جو کچھ کہو میں نے جو کچھ سنا تھا سو کہہ دیا۔ مگر وہ بدبخت اپنی ہٹ سے باز نہ آئے اور قتل کا ارادہ پختہ طور سے کر لیا اور تکلیف کا درجہ بڑھا دیا۔ اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو نجاست وغیرہ پھینک جاتے مگر آپ ﷺ کے منہ سے سوائے نیک دعا کے اور کچھ نہ نکلتا تھا۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر تشدد

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو پہلے بت پرست تھے۔ جب ان کے مالک امیہ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی خبر ملی۔ تو اس بدبخت نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت سی مار پیٹ کے بعد ان کو دھوپ میں ڈال دیا اور اس قدر پتھر مارے کہ جسم کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ گیا اور اوپر سے نمک ملا ہوا گرم پانی ڈالا۔ تاکہ اسلام سے منہ پھیر کر لات اور عزیٰ کی طرف رجوع کرے اور کبھی ننگا جسم کر کے کانٹوں سے کھینچتا۔ جو کوئی ایماندار ان کے پاس سے گزرتا، روتا ہوا کہ اے بلالؓ! خبردار دین محمدی سے نہ پھرنا۔ غرضیکہ طرح طرح کی تکالیف دیتے رہے۔ عمر بن عاص سے روایت ہے کہ ایک دن میرا گزر بلالؓ پر سے ہوا۔ دیکھا کہ امیہ اور دوسرے غلام ان کو بری طرح سے سزا دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہو میں بیزار ہوں دین محمدی سے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بڑے جوش میں آکر کہتے۔ میں قربان ہوں دین محمدی پر۔ اور بیزار ہوں دین تمہارے اور دین لات اور منات سے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ الفاظ کہتے اور سختی کرتے یہاں تک کہ بھوک پیاس اور سزا سے کئی کئی دن تک بیہوش رہتے گلے میں رسی ڈال کر مکہ کی گلیوں میں کھینچتے۔ یہی حال دوسرے اصحاب کے ساتھ بھی ہوتا رہا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیکھیں مگر اُف تک نہ کی۔ باوجودیکہ ملائکہ تک

زاری میں آتے تھے اور کہتے تھے کہ یا الٰہی تیرے محبوب اور ان کے اصحابوں کا کیا حال ہے؟

> لیکن کیا مجال! کہ ایسی شدید تکالیف اور سخت ترین امتحان میں ان کے ماتھوں پر بل بھی پڑتا۔ بلکہ عاشقان خدا اور رسول ہر اس ستم کو جو مشرکین ان پر ڈھاتے۔ خدا کا پیار سمجھتے۔ ہر اس تکلیف کو جو ان کو پہنچتی انّا للّٰہِ وانّا الیہ راجعون کہہ کر ٹال دیتے۔ ہر وہ کوڑا جو محبت رسول اللہ میں ان کے بدن پر پڑتا۔ پھول سمجھتے اور جلتی تپتی ریت کو سنت خلیل سمجھ کر گلشن ارم پر ترجیح دیتے۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ہوا آپ نے دل میں بہت پیچ وتاب کھایا۔ فوراً امیہ کے پاس جاکر بولے کہ کیوں اس کو عذاب دیتا ہے۔ امیہ بگڑ کر بولا کہ اگر رحم آتا ہے تو چھڑا لے آپ نے خرید کر فوراً آزاد کر دیا۔

ہجرت کا حکم:

جب اشرار کفار بدکردار کی سختیاں اور قتل وغارت اصحابان خاتم الرسالت پر حد سے تجاوز کر گئیں تو آپ کے پاس عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاکساران کو ہجرت کی اجازت فرمایئے۔ اس جگہ رہنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ ملک ابی سینیا (حبشہ) کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ اس حکم کے سنتے ہی کچھ آدمی جن میں سے چند ایک کے نام درج ہیں، ہجرت کر گئے۔ عثمان بن عفان معہ اپنی اہلیہ بی بی رقیہ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوحذیفہ معہ اپنی اہلیہ کے، شہلہ بنت سہیل، زبیر بن العوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالسلام معہ اپنی اہلیہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اپنی اہلیہ کے، حاطب بن عمر، حارث بن سہیل۔

ان کے جانے کے تھوڑے دنوں بعد سورۃ النجم نازل ہوئی۔ جب آپ پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے (س النجم۔ رکوع 1۔ پ 27)

اَفَرَاَئیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی

(سورہ النجم رکوع ا پ ۲۷)

ترجمہ: اے مشرکو! بھلا بتاؤ تو سہی، کہ لات اور عزیٰ اور تیسرا منات کس کام کے ہیں۔

مگر مشرکوں کے کان میں اس آیت سے آگے یہ الفاظ پہنچے۔

تلك العزیٰ تنتق العلے وان شفاعتهن الترجی۔

ترجمہ: یعنی بت بزرگ ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے شفاعت کریں گے۔

مشرک اس آیت سے جو دراصل نازل نہیں ہوئی۔ شادماں ہو گئے اور تمام مخالفت وعداوت کو یک لخت نقش برآب کر دیا۔ کیونکہ جب آپ نے سجدہ کے موقعہ پر جو کہ اخیر پر آتا ہے۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا۔

ترجمہ: اے مومنو اللہ کی عبادت کرو۔ اور اسی کو سجدہ کرو۔

سجدہ کیا تو مشرکین نے سمجھا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے خداؤں کو سجدہ کیا ہے۔ یہ خبر آناً فاناً مشہور ہو گئی۔ مگر جب آپ گھر پہنچے تو خداوند تعالیٰ نے اس مغالطہ کو آپ پر ظاہر کر دیا۔ اس سبب سے آپ بہت ہی محزون وملول ہوئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دل دہی کے واسطے یہ آیت بھیج دی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى
اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ج فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى
الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْيِيْكُمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

جب مشرکین کو اس امر کا علم ہوا۔ تو اسی وقت مخالفت کی آگ جو کہ تھوڑی دیر کے لیے صلح کے پانی سے سرد ہو گئی تھی۔ ازسرنو بھڑکانی شروع کی اور پہلے ہی درجہ تک نہ رہنے دیا بلکہ کئی گنا بڑھا دی۔

مہاجرین کی آمد اور واپسی:

دوسری طرف صلح کی خبر مہاجرین حبشہ کو ملی۔ تو انہوں نے کہا کہ اب پردیس میں رہنے سے کیا فائدہ۔ اپنے ملک کی طرف روانہ ہوئے جب نواح مکہ میں پہنچے تو ان کو جملہ حالات سے پوری پوری آگاہی ہوئی تو اپنے سفر کی تکلیف برداشت کرنے اور پھر ملک میں وہی حال دیکھ کر کمال پریشان ہوئے اور وہیں سے واپس چلے گئے۔ بلکہ یہ حال دیکھ کر مکہ معظمہ سے اور بھی بہت سے آدمی ہجرت کر گئے جب اہل مکہ نے شہر کو اجڑتے ہوئے دیکھا تو بہت سے تحفے تحائف کے ساتھ اپنے آدمی نجاشی شاہ حبشہ کی طرف روانہ کیے۔ اور کہلا بھیجا کہ یہ ہمارے فرار شدہ غلام ہیں۔ اس واسطے ان کو واپس کر دیجئے۔ جب قریش کے قاصد دربار نجاشی میں پہنچے۔ تو شاہ نجاشی نے مہاجروں کو اپنے دربار میں بلایا۔ حضرت جعفرؓ جو کہ مہاجرین میں سب سے لائق فائق اور زیادہ عقلمند تھے۔ مہاجرین کی طرف سے قریش کے قاصدوں کے سامنے نجاشی کے سوالات کا جواب دیتے رہے جب حضرت جعفرؓ نے تمام حالات سنا دیئے۔ تو نجاشی نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر ہیں تو چونکہ لوگ ان کو برا بھلا کہتے اور تکلیف دیتے اور شہید کر دینے کے واسطے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں تو وہ ان کے حق میں بددعا کیوں نہیں مانگتے کہ ان کا ستیاناس ہو جائے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے لگے تھے تو انہوں نے کیوں امت کی تباہی کے واسطے بددعا نہ مانگی؟ اس جواب سے نجاشی دم بخود ہو گیا اور قاصدان قریش کو ٹکا سا کورا جواب دیا کہ میں ان شخصوں کو جو کہ حق پر ہوں اور ان کے بھائی بندان کو تکلیف دیں اور وہ میرے پاس پناہ کے لیے آئیں تو ہرگز ہرگز دشمنوں کے حوالے نہیں کر سکتا۔ مجھے تحفہ تحائف کی ضرورت نہیں ہے قاصدان قریش تحفے واپس لے گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سننے سے نجاشی نے انجیل منگائی اور انجیل پر سے آخر الزمان پیغمبر کی نسبت جو پیشگوئی درج تھی۔ اس کو پڑھا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے بھی آپ کے اوصاف پوچھے۔ جب انجیل کی عبارت اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر ہو بہو مل گئی تو نجاشی بھی ایمان لے آیا۔ مگر فی الحال اس کا ایمان مخفی رہا کیونکہ اس کو سلطنت کی طرف سے بہت سا خطرہ تھا۔

آخر کار نجاشی نے اپنے چند آدمی آپ کی خدمت میں مکہ روانہ کیے۔

نجاشی اور قاصدوں کا قبول اسلام:

جب وہ آدمی مکہ میں پہنچے تو اول قریش نے ان کو منع کیا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہرگز ہرگز نہ ملنا۔ کیونکہ وہ ساحر ہے ایسا نہ ہو کہ تم پر سحر کا اثر ہو جائے اور غریب الوطنی میں مصیبت پیش آئے۔ مگر وہ تو آئے ہی اس کام کے واسطے تھے۔ کیوں نہ ملتے قریش کی بات کو نہ سن کر مسمی طابور جو کہ ان عیسائیوں کا سردار تھا معہ اپنے ہمراہیوں کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بہت سے سوال و جواب کے بعد طابور مسلمان ہو گیا اور اپنے ہمراہیوں کو بھی منسلک اسلام میں منسلک کرتا ہوا واپس نجاشی کے پاس پہنچا۔ اب نجاشی نے بھی کلمہ توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ کا ورد کیا۔ مگر جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ پوشیدہ ہی رہا اور ان آدمیوں کو بھی پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا۔ اور مہاجرین کی بڑی خاطر تواضع و عزت کرتا رہا۔ اتنے میں قاصد ان قریش جفا کیش بھی بے نیل مرام واپس چلے آئے اور تو کچھ پیش نہ گئی۔ بچارے نجاشی کو ہی لعن طعن کرتے رہے۔

جنّ کا واقعہ:

اب آپ کی عمر مبارک کے 45 سال اور نبوت کے پانچ سال گزر گئے اور عمر کا چھیالیسواں اور نبوت کا چھٹا سال شروع ہوا۔ اسی سال میں ایک دن آپ کوہ صفا پر تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک جگہ قریش کے چند آدمیوں کو ایک بت کی عبادت کرتے دیکھا۔ آپ کو دیکھ کر بڑا رنج ہوا۔ کہ افسوس جہالت اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ ضلالت اور ہدایت میں تمیز ہی نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ نے یہ ماجرا دیکھ کر بڑے زور سے فرمایا

یا معشر قریش قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

ترجمہ: اے گروہ قریش کہو۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔

جب یہ الفاظ قریش کے گروہ نے سنے تو ایک شخص ولید نام نے ابو جہل کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھا یہ ساحر کیا کہہ رہا ہے۔ یہ الفاظ کہہ کر اپنے بت کو سر پر اٹھا لیا اور آپ کی

طرف آیا اور کہنے لگا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کہتے ہو کہ میرا خدا شہ رگ سے بھی نزدیک ہے۔ یہ دیکھو میرا خدا تو میرے پاس ہے تم اپنا خدا دکھاؤ۔ آپ خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر ٹھہر کر وہ پلید واپس چلا گیا پھر آپ نے اپنے کلمات کو دہرایا۔ تو ولید پھر بت اٹھا کر آیا اور اپنے پہلے الفاظ کا اعادہ کیا۔ مگر آپ کی خاموشی دیکھ کر پھر اپنے آدمیوں میں جا ملا اور بت کو رکھ کر کہنے لگا۔ کہ میں اس ساحر کے دین کی برائی اور اس کی مذمت سننا چاہتا ہوں۔ فوراً بت کے اندر سے (معاذ اللہ) آپ کی توہین کی آواز سنی۔ آپ حیران اور پریشان تشریف لے گئے۔ اس رات آپ رفقاء کے ساتھ ایک مکان میں تشریف فرما تھے۔ کہ السلام علیک ورحمتہ اللہ کی آواز آئی۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کون کہہ رہا ہے؟ کہ اتنے میں آپ نے سلام کا جواب دیکر استفسار فرمایا تو اس نے بتایا کہ میں جن ہوں۔ میرا نام مسحح ہے۔ میں نے آج کا واقعہ دیکھا ہے کل بت پرست بدبخت پھر اسی جگہ عبادت کے واسطے جائیں گے آپ بھی تشریف لے آئیں۔ تو میں بت کے اندر داخل ہو کر بت پرستی کی مذمت اور خدا پرستی اور آپ کی تعریف کروں گا۔ اس کے بعد وہ جن اجازت لے کر چلا گیا۔ اور وہ جاتے جاتے حسب مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنا نام بھی تبدیل کرتا گیا۔ یعنی آپ نے اس کا نام سن کر اس کے نام کو بدل دیا۔ اور عبد اللہ نام رکھا۔ یہ ساری باتیں آپ کے اصحاب بھی سن رہے تھے۔ اس واسطے ان کو رات کا گزارنا مشکل ہو گیا کہ کب دن ہو۔ تو ہم اپنے دین کی تعریف سنیں۔ خدا خدا کر کے دن ہوا اور بت پرست بدبخت بھی حسب معمول اسی طرف گئے۔ آپ کے اصحاب اور آپ تو پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ اور اسی طرح اسلام کی طرف بلانے لگے۔ تو وہ کل والا مناظرہ آج بھی پیش آیا۔ حتیٰ کہ اس مردود نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ اے میرے خدا! میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اس کے مذہب کی مذمت سننا چاہتا ہوں۔ بس یہ کہنا تھا کہ بت کے اندر سے دین اسلام کی تعریف اور آپ کی مدح میں بڑے زور کی آوازیں اٹھنی شروع ہوئیں۔ اب کیا تھا ان مردودوں نے بت اٹھا کر زمین پر دے مارا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے کہنے لگے کہ اس ساحر کی کارستانی ہے اور بدانجام آپ کو گالیاں دینے لگے۔ مگر آپ دین اسلام کی طرف بلاتے رہے۔

کفار کا حملہ:

آخر کار ابو جہل نے جو کہ در حقیقت جہالت کا باپ تھا ایک اور آدمی کو ساتھ لے کر آپ کو زدو کوب کرنا شروع کیا۔ مگر آپ ﷺ نے اپنے تابعین کو صبر وتحمل سے کام لینے کی نسبت فرمایا۔ اسی حالت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور ہر چند منت سماجت کی۔ مگر وہ مردود مارنے پیٹنے سے باز نہ آئے۔ دوسرے بدذات اشتعال دلاتے رہے۔ اتنے میں ایک بدذات تلوار لیکر جھپٹا۔ مگر اس لعین کا ہاتھ اوپر ہی اوپر رہا۔ ہر چند کوشش کی۔ مگر ہاتھ نیچے نہ آسکا۔ جب اس نے یہ ارادہ کیا کہ اب تلوار کو نیام میں کر لیتا ہوں۔ تب ہاتھ نیچے آیا۔ یہ حال دیکھ کر دوسروں نے بھی چھوڑ دیا۔ آپ نہایت اندوہگیں خاطر غمگین مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس امر کی اطلاع ہوئی اور آپ کو تلاش کر کے گرد وغبار کو آپ کے کپڑوں سے اور خون آپ کے زخموں میں سے صاف کیا۔

بعدہٗ آپ نے حضرت خدیجہؓ کو واپس گھر بھیج دیا اور آپ اسی جگہ خدا کی یاد میں مشغول ہوئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قسم:

اسی دن آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جنگل میں شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے اور جب وہ گھر کی طرف پلٹے۔ ابھی وہ گھر پہنچے ہی تھے کہ لونڈی نے تمام حالات بے کم وکاست حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سنا دیئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ابولہب کہاں تھا لونڈی نے جواب دیا کہ وہ لعین اشتعال دلا رہا تھا۔ پھر پوچھا کہ حجل زاد مقول اور حارث کہاں تھے۔ جواب ملا کہ وہ بھی ابولہب کے ہم پیالہ وہم نوالہ تھے پھر پوچھا کہ عباس اور ابوطالب کہاں تھے۔ تو جواب ملا کہ ابوطالب تو یہاں نہ تھے۔ عباس نے ہر چند چھڑانے کی کوشش کی مگر پیش نہ گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان الفاظ کے سنتے ہی کمال برہم ہوئے اور قسم کھائی کہ جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے انتقام نہ لے لوں گا روٹی نہ کھاؤں گا۔ نہ آرام کروں گا اور نہ ہی ہتھیار بدن سے اتاروں گا۔ یہ کہا اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں

گشت کر کے جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زدوکوب کیا تھا پتہ لے کر اس گروہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ان آدمیوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا۔ تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ آتے ہی سوال کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے مارا ہے؟ ابوجہل بڑی شوخی سے پکار اٹھا کہ میں نے مارا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ گھوڑے پر سے کود پڑے اور ابوجہل کو اس قدر زدوکوب کیا کہ اوسان خطا ہو گئے۔ بعدازاں سیدھے مسجد حرام کی طرف گئے۔ دیکھا کہ آپ ﷺ سجدہ میں پڑے ہوئے زاروقطار رو رہے ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے کہا۔ السلام علیک یا ابن اخی! آپ نے جواب نہ دیا۔ پھر دوسری دفعہ انہی الفاظ کا اعادہ کیا۔ مگر آپ ﷺ نہ بولے۔ جب تیسری دفعہ بلایا تو آپ ﷺ نے توجہ فرمائی اور زاروقطار روتے ہوئے بولے۔ وہ بیکس جس کا نہ ماں نہ باپ نہ چچا ہے نہ کوئی اور قریبی رشتہ دار نہ بھائی نہ ہمشیرہ نہ مددگار نہ غمخوار نہ کوئی غمگسار نہ کوئی محبّ دلنواز نہ کوئی محرم راز نہ کوئی ہمدم نہ کوئی محرم نہ کوئی مونس اپنا درد کس کو سنائے۔ کس سے زخموں پر مرہم لگانے کی امید رکھے۔ اپنا درد دل اور سوز دردوں کس محرم راز کو سنائے۔ کس کے پاس فریاد لے جائے۔ کس رشتہ دار سے دادخواہ ہو۔ کون بھائی فریادرس ہو، کون غمخوار غمخواری کرے اور کون دلدار ہے جو دلجوئی کرے۔

کہوں کس سے جا کے میں درد نہانی
بھلا کون سنتا ہے میری زبان

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے میرے فرزند! میں تیری حمایت ونصرت کو آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا چچا جان قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک آپ مسلمان نہ ہوں گے اور کلمہ توحید کا اقرار نہ کرو گے۔ اگر آپ میری تکلیف کے عوض جو کہ مجھے قریش کی جہالت سے پہنچی ہے تمام کو قتل بھی کر دو۔ تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تیری خاطر میں نے دشمنوں کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر آپ ایمان لے آئیں تو مجھے اتنی خوشی ہوگی کہ انتقام سے نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد بموجب کہنے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سوہ طٰہٰ اور سورہ مومن سے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ طٰہٰ ۚ مَآ اَنْزَلْنَا
عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی۔ اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ○
تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ○
اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ
وَمَافِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَاوَمَاتَحْتَ الثَّرٰی وَاِنْ تَجْھَرْ
بِالْقَوْلِ فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط لَہُ
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ط

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔ ہم نے (اے پیغمبر) قرآن تجھ پر اس لیے نہیں اتارا۔ کہ تو تکلیف اٹھائے۔ مگر (ہم نے قرآن شریف اس لیے اتارا ہے ہے کہ وہ ڈرنے والوں کے لیے نصیحت ہو۔ (یہ قرآن مجید) اس کا اتارا ہوا ہے۔ جس نے زمین اور اونچے آسمان کو بنایا۔ (آسمان اور زمین بنانے کے بعد) وہ بڑے رحم والا تخت پر چڑھا۔ اسی کا ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اور جو ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو زمین کے تلے ہے اور اگر تو پکار کر بات کرے۔ تو اس کو تیرے پکارنے کی احتیاج نہیں وہ تو بھیدوں کو جانتا ہے اور اس سے زیادہ چھپے ہوئے کو۔ اسی کے سارے نام ہیں۔ (س المومن پ 24)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ حٰمٓ ط تَنْزِیْلُ
الْکِتَابِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ط غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ

التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ
الْمَصِيْرُ ؕ مَا يُجَادِلُ فِیْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا
يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ ○ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ
وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ص وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ
بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ
الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ؕ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ
كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَی الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ
النَّارِ ○ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ
يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا
فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ
الْجَحِيْمِ ○ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ
وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ
يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

ترجمہ: شروع ساتھ نام اللہ کے جو بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کتاب یعنی قرآن کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے۔ جو زبردست علم والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔ سخت سزا دینے والا۔ بڑا فضل کرنے والا۔ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ خدا کی آیتوں میں اور کوئی نہیں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں تو ان کافروں کا ایک شہروں میں پڑے پھرنا تجھ کو دھوکے

میں نہ ڈالے۔ ان کافروں سے پہلے نوح کی قوم نے اپنے اور ان کے بعد اور قوموں نے (بھی اپنے پیغمبروں کو) جھٹلایا ہے اور ہر ایک قوم نے اپنے پیغمبر کو پکڑ لینا۔ (مار ڈالنا) چاہا۔ اور سچے دین کو نیست و نابود کرنے کے لیے جھوٹے جھگڑے نکالے۔ آخر میں نے ان کو دھر پکڑا۔ (تو میری سزا کیسی سخت ہوئی۔ اسی طرح ان کافروں پر بھی تیرے مالک کی بات پوری ہوئی۔ ان پر بھی عذاب آئے گا) کیونکہ یہ دوزخی ہیں۔ جو (فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے عرش کے گرد ہیں وہ اپنے مالک کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں۔ (کہتے ہیں) مالک ہمارے تیرے رحم اور علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے تو جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور سچے راہ پر (سچے دین پر) چلتے ہیں۔ ان کو بخش دے۔ اور دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے مالک ہمارے اور (ایسا کر) کہ ان کو اور ان کے باپ دادوں اور بیبیوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں۔ ان کو ہمیشہ رہنے والے باغوں میں لے جا۔ جن کے دینے کا تو نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ بیشک تو ہی زبردست ہے حکمت والا اور قیامت کے دن) ان کو (تمام) برائیوں سے بچا۔ اور جس کو تو نے اس دن برائیوں سے بچایا۔ اس پر تو نے بڑا رحم کیا۔ اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

فرشتوں کا آنا:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل پر ان آیات کا کافی اثر ہوا۔ اور دولت اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں کفار کی سختی سے افسوس زدہ بیٹھے تھے تو اللہ تعالیٰ نے چار فرشتے آپ کے پاس بھیجے۔ فرشتوں نے آ کر عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم چاروں پانی، ہوا، آفتاب اور پہاڑ پر موکل ہیں۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر

محمد صلی اللہ عایہ وآلہ وسلم اہل مکہ کی تباہی کے واسطے حکم دیں تو دریا کا پانی الٹا کر یا آندھی چلا کر یا آفتاب کو تیز کر کے یا پہاڑوں کو ان پر گرا کر نیست و نابود کردوں۔ جب فرشتوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جہالت کی وجہ سے مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ ان کے واسطے کسی طرح کا عذاب نہیں مانگتا۔

کفار کا منصوبہ:

جب کفار بدکردار نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام میں منسلک ہو گئے تو ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نہایت ہی جرأت مند اور بہادر شخص تھے اب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا یہ معمول ہو گیا کہ جب حضرت محمد صلی اللہ عایہ وآلہ وسلم دین اسلام کی اشاعت کے واسطے باہر تشریف لے جاتے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دیوانہ وار ارد گرد چکر لگاتے اور دشمنوں سے ہر طرح محفوظ و مصئون رکھتے۔ آپ ﷺ بھی اپنے فرض کو کمال تن دہی اور محنت سے کرنے لگے۔ القصہ کفار نے یہ حالت دیکھ کر ایک مجلس منعقد کی۔ جس میں ابو جہل لعین نے بڑے زور دار تقریر کی اور کہا کہ افسوس ہے ہم میں کوئی ایسا نہیں جو کہ محمد (ﷺ) کو قتل کر ڈالے اور ہمیشہ کے دکھ سے نجات دلوائے۔ میں انعام رکھتا ہوں جو کوئی محمد (ﷺ) کو قتل کر کے میرے پاس اس کا سر لائے گا۔ سو اونٹ انعام دوں گا اور اس کے علاوہ اور بھی زرنقد وغیرہ دیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عزم:

یہ انعام سنتے ہی عمر بن الخطاب کھڑے ہوئے اور ابو جہل کے ساتھ قول و قرار کیا کہ میں قتل کرتا ہوں۔ بشرطیکہ کعبہ میں چل کر بت کے آگے وعدہ کرے۔ ابو جہل نے ایسا ہی کیا اور عمر بن الخطاب نے بھی قسم کھائی۔ کہ جب تک محمد (ﷺ) کو قتل نہ کروں گا۔ نہ آرام کروں گا اور نہ ہتھیار اتاروں گا اور نہ ہی کچھ کھاؤں گا۔ یہ کہا اور ہتھیار لگا کر آپ ﷺ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک شخص مسلمان ملا۔ اور کہا کہ اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ عمر نے کہا کہ قتل محمد (ﷺ) کا اس شخص نے کہا کہ:

ایں خیال است و محال است و جنوں

یہ سننا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی اپنے بزرگوں کے دین سے روگردان ہوگیا ہے۔ پہلے تیرا ہی قصہ پاک کرتا ہوں۔ اس شخص نے پہلے اپنے دل میں نیت حضرت ابراہیم عایہ السلام کے دین کی کر کے کہا کہ میں اپنے بزرگوں کے دین پر ہی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر آگے چلے اور وہ مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارادے کی خبر سن کر بہت پریشان ہوا وہ جانتا تھا کہ عمر بن الخطاب ایک نہایت جرأت مند اور بہادر شخص ہیں۔ ملک عرب میں اس پلے کا کوئی آدمی نہیں۔ خیر حضرت عمر بن الخطاب چلتے ہوئے ایک آدمی مسمی نعیم سے ملے۔ اس نے پوچھا کہ اے عمر کیا ارادے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ قتل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نعیم نے کہا۔ شاید تلوار ہاشمی کی خبر تجھے نہیں کہ ایسا بُرا ارادہ کیا ہے۔ عمر نے جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے تو بھی مسلمان ہوگیا۔ تیرا فیصلہ ہی کر کے آگے چلوں گا۔ نعیم نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ بعد میں کسی اور کی خبر لینا۔ نعیم نے کہا کہ تیرا بہنوئی اور ہمشیرہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ثبوت مانگا تو نعیم نے کہا اگر وہ تیرے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا گوشت کھالیں۔ تو سمجھ لینا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اگر وہ نہ کھائیں تو سمجھو کہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کے سنتے ہی جوش میں آئے اور سیدھے اپنی ہمشیرہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ دروازہ پر پہنچے تو اندر سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو ہمشیرہ اور اس کے خاوند اور تیسرا شخص جو کہ قرآن شریف پڑھ رہا تھا خوف سے ڈر گئے حضرت زید (زید بہنوئی عمر کا نام ہے) نے جھٹ پٹ خباب (اس صحابی کا نام جو اس وقت قرآن شریف پڑھ رہے تھے) کو گھر میں چھپا دیا اور دروازہ کھولا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کچھ نہیں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طیش میں آکر جھٹ پٹ ایک بکرا ذبح کیا۔ اور کباب تیار کیے جب اپنی ہمشیرہ اور زید کو کھانے کے واسطے کہا تو انہوں نے انکار کیا۔ بس اب کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ (حضرت فاطمہ) اور بہنوئی (حضرت زید) کو مارنا شروع کیا۔

دِل کی دُنیا بدل گئی:

آخر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی حد سے زیادہ تجاوز کر گئی۔ تو ہمشیرہ نے جواب دیا کہ اے عمر! جو ہم پہلے پڑھ رہے تھے ایک دفعہ سن تو لے بعد میں اگر پسند آئے تو بہتر اگر نہ آئے تو ہمیں بیشک قتل کر دینا۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو تسلیم کیا اور پڑھنے کا حکم دیا۔ مگر ہمشیرہ نے جواب دیا کہ پہلے غسل کر کے آؤ۔ بعد ازاں تمہیں وہ کلام سنایا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جھٹ پٹ غسل کیا تو انہوں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو نکالا اور خباب رضی اللہ عنہ نے سورہ طٰہٰ کو پڑھنا شروع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمہ تن گوش سن سن کر آنسوؤں کے موتیوں کے ہار پروتے رہے اور اپنے کیے پر پریشان ہوتے رہے۔ جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے پڑھنا بند کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر پڑھنے کے واسطے درخواست کی اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہے۔ جب خباب رضی اللہ عنہ دوسری دفعہ اس کو ختم کر چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی ہمشیرہ اور بہنوئی کے زخموں کی مرہم پٹی کر کے کہنے لگے کہ مجھ کو فوراً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار اپنے گلے میں لٹکائی اور ادھر زید نے شکر الٰہی ادا کیا۔ اور حضرت عمر کے ہمراہ جس مکان پر آپ ﷺ تشریف فرما تھے لے گئے۔ جب دروازے پر پہنچے تو آنسو اسی طرح ابر باراں کی ہمسری کا دم بھرتے تھے مگر مکان کے اندر جو مسلمان تھے۔ سب ڈر گئے اور پھر ہوش سنبھال تلوار کو درست کر کے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے کہ مبادا لڑائی کی غرض سے آیا ہو۔ کیونکہ وہ پہلے سارا معاملہ سن چکے تھے۔ مگر یہاں تو معاملہ الٹ تھا۔ جو دوسروں کا شکار کرتا تھا۔ آج خود شکار بنا ہوا ہے۔ جو دوسروں پر رحم نہ کرتا تھا۔ آج خود اسے دوسرے کے رحم کی حاجت ہے جو دوسروں کے رونے کو اپنی ہنسی خیال کرتا تھا آج خود رو رہا تھا۔ جو پہلے کسی کا گناہ معاف نہ کرتا تھا۔ آج اسے خود اپنے گناہ معاف کرانے کی ضرورت ہے۔ اتنے میں آپ ﷺ بھی دروازے پر آ کھڑے ہوئے اور دروازہ کھولتے ہی فرمایا کہ اے عمر! لڑائی کی نیت ہے یا صلح کی۔ سبحان اللہ اب تو عمر وہ عمر رہا ہی نہیں۔ جو چند گھنٹہ پہلے تھا۔ نظر چار ہوتے ہی پاؤں پر گر پڑے اور روتے ہوئے صدق دل سے کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اِدھر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار و قطار رو رہے تھے ادھر مسلمان خدا سے دعا مانگتے تھے۔ حتیٰ کہ جب دیگر مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ سنے۔ تو مظلوم اور متفکر دل جو قریش کی ایذا رسانی سے کملائے ہوئے تھے۔ بہار کے پھولوں کی طرح یکلخت آپے سے باہر ہو گئے اور ہلال جیسے چہرے بدر کی صورت میں ہو گئے۔ مسلمانوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی تھی۔ کیونکہ عرب کا ایک نہایت مشہور اور جلیل القدر شخص زمرہ اسلام میں داخل ہو گیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ زبان حال سے پکار رہے تھے۔

نظم

نہاں ہیں ایزد کے راز تجھ میں عیاں ہے تجھ سے خدا کی قدرت
تیری جھلک میں ضیائے اولےٰ نے اپنا جلوہ دکھا دیا ہے
رسول حق ہے تو اور زیبا ہے تجھ کو دعوئے پیغمبری کا
ازل کا پیغام بے کم و کاست تو نے سب کو سنا دیا ہے
مجال چون و چرا نہیں ہے کہ کی ہے تو نے تمام حجت
نتیجہ ہر فعل نیک و بد کا پکار کر یوں جتا دیا ہے
ہیں بس مبارک جنہوں نے تیرا پیام لکھا ہے لوح دل پر
شقی و نااہل ہیں جنہوں نے اسے سنا اور بھلا دیا ہے
دکھاوے مجھ کو راہ ہدایت سکھا دے مجھ کو وہ گر کہ تم کو
بٹھا کے گویا کہ رو برو اپنے خدا نے تجھ کو سکھا دیا ہے

اعلانیہ عبادت:

بعد ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج تک کس قدر

مسلمان شہر مکہ میں موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ معہ تمہارے چالیس ہو گئے ہیں اس کے بعد جب نماز کا وقت آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو اس طرح چھپ کر نماز نہ پڑھوں گا۔ غضب ہے کہ خدائے برحق کی عبادت تو چھپ چھپ کر کی جائے اور بدبخت بتوں کی پوجا کھلے بازاروں میں کی جائے۔ مجھے قسم ہے خدائے برحق کی میں پوشیدہ نماز نہیں پڑھتا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے آگے روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی برابر چلنے لگے۔ باقی مسلمان پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب قریش نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں آتے دیکھا۔ تو انہوں نے سمجھا کہ شاید عمر تمام مسلمانوں کو گرفتار کر کے لا رہا ہے۔ کمال خوشیاں کرنے لگے اور بعض بدبخت دل جلے طعن کرنے لگے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک پہنچے اور ان کے طعن کی آواز سنی۔ تو تلوار بلند کر کے اس گروہ پر حملہ کیا۔ اور فرمایا کہ آج سے سمجھ لو کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ یہ کہا اور اس گروہ کے سردار کو گرفتار کر لیا۔ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پنجے سے چھڑایا اور فرمایا کہ اب جانے دو۔ اسی دن سے آپ کا لقب فاروق مشہور ہو گیا۔ یعنی سچ اور جھوٹ میں فرق ڈالنے والا۔ اب قریش کے گھروں میں ماتم پڑ گیا۔ اور خدا کے فضل سے مسلمانوں کو یہ پہلا دن نصیب ہوا کہ اعلانیہ خدا کی عبادت کی جائے۔

کعبہ کو بتوں سے پاک کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معہ اپنے ساتھیوں کے کعبہ کو صاف کیا۔ اور بتوں کی طرف

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ط

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ سچا دین آ گیا اور جھوٹا دین مٹ گیا۔ کیونکہ جھوٹ تو ایک دن ضرور مٹنے والا ہے۔

کہہ کر انگلی سے اشارہ کرتے تھے تو بت زمین پر آ پڑتا اور فنا ہو جاتا۔ اسی طرح تمام بتوں کو گرا کر باہر پھینک دیا اور نماز ظہر با جماعت کعبہ میں ادا کی۔ اس دن کے بعد دین

اسلام کا ہونہار پودا جلدی جلدی ترقی کرنے لگا۔ اور زمانہ نے ایک نیا سین پیدا کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک کے 47 سال گزر گئے۔ نبوت کا آٹھواں اور عمر کا اڑتالیسواں سال شروع ہوا۔

اب بتوں کی تضحیک وتوہین پوری پوری طرح شروع ہوئی۔ تو جملہ قبائل کے سردار جمع ہو کر ابو طالب کے پاس آئے اور بڑے جوش میں آ کر کہا کہ اے ابو طالب اب آخری بات ہے دو باتوں سے ایک منظور کر لو۔ اوّل تو یہ کہ محمد (ﷺ) سے ہاتھ اٹھاؤ۔ اور اگر یہ منظور نہیں تو ہمیں چھوڑ دو۔ یہ کہا اور چلے گئے اور جاتے ہوئے کہہ گئے کہ کل تک مہلت ہے۔ اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ ابو طالب نے آپ کو بلایا اور قریش کا پیغام سنا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا

ہرچہ بادا باد ماکشتی بآب انداختیم

میں اپنے کام سے باز نہ آؤں گا۔ خواہ دنیا کا تختہ کیوں نہ پلٹ جائے۔ میری حفاظت خدا کرے گا۔ جس کے حکم سے میں یہ کام کر رہا ہوں۔ یہ بات سننے سے ابو طالب پر کافی سے بڑھ کر اثر ہوا۔ اور انہوں نے بھی کہا اچھا تمہاری مرضی۔ میں آخر دم تک تمہارے ساتھ ہوں۔ بعد ازاں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو بلا کر از سر نو عہد کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جس طرح بھی ہو سکے حفاظت کی جائے سوائے ابو جہل اور ابولہب کے سب نے عہد کو تازہ کیا دوسرے دن ابو طالب نے قریش کو ان کے سوال کا جواب دے دیا۔

گھاٹی میں محصوری:

اب زمانہ نے اپنے ہاتھ دکھانے شروع کیے۔ جملہ اہالیان مکہ نے ایک مجلس منعقد کر کے یہ فیصلہ کیا کہ تمام شہر بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے قطعی طور پر اپنا تعلق چھوڑ دیں۔ پھر ایک عہد نامہ تحریر کیا گیا۔ جس میں یہ شرطیں قرار پائیں۔

(1) کوئی شخص بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو نہ کرے۔

(2) کسی قسم کا کوئی لین دین نہ کیا جائے۔

(3) ایک حد مقرر کی جائے کہ بنی ہاشم اور عبدالمطلب اس حد سے باہر نہ نکلنے پائیں۔

(4) جو کوئی ان شرطوں کی خلاف ورزی کرے گا۔ اس کو سخت سے سخت عذاب دیا جائے گا۔

(5) یہ شرائط اس وقت منسوخ ہو سکتی ہیں۔ جبکہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب محمد (ﷺ) کو ہمارے سپرد کر دیں۔ یا اس کو خود قتل کر دیں۔

اس کے بعد جب عہد نامہ مکمل ہو گیا۔ تو اس کو خانہ کعبہ میں رکھا گیا اور ان بدذاتوں نے اس کے علاوہ دوسری جگہ بھی قاصد بھیج دیئے کہ باہر کے لوگ بھی ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھیں۔ دس ماہ تک بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب معہ مسلمانوں کے محصور رہے۔ رات کو چوری چوری باہر نکلتے۔ اور جس طرح سے ہو سکتا گزارہ کرتے۔ اگر کوئی مسلمان یا بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا کوئی آدمی اس حد سے باہر نکلتا تو شامت آجاتی۔ مگر انہوں نے بھی ان سے کسی قسم کی فریاد وغیرہ نہ کی اور تن بہ تقدیر پر شاکر رہے اور اسی ضد پر اڑے رہے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ عایہ وآلہ وسلم کو ہرگز دشمنوں کے حوالہ نہ کریں گے۔ ابوطالب رات کے وقت آپ کے مکان کے گرد جہاں تک آپ استراحت فرماتے ننگی تلوار کر کے چکر لگاتے رہتے۔ کبھی ایک مکان سے اٹھا کر دوسرے مکان میں لے جاتے۔ مبادا کہ دشمن رات کے وقت حملہ نہ کر دیں۔ دن کے وقت کچھ آرام کرتے اور اتنا عرصہ اپنے لڑکوں کو اسی طرح مکان کے گرد چکر لگاتے رہنے کا حکم دیتے۔

ابوجہل کی درگت:

ایک دن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا برادرزادہ کچھ خوراک لے کر بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی طرف جا رہا تھا کہ ابوجہل لعین دیکھ کر اس کو بہت لعن طعن کرنے لگا۔ اسی حالت میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اس طرف تشریف لے آئے اور اپنی حد کے کنارے کھڑے ہو گئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اس نے ابوجہل کی خوب مرمت کرنی شروع کی۔ اور بار مار کر ادھ موا کر دیا۔ جس سے ابوجہل کی کمال خفت ہوئی اور لات اور منات کے نام کا واسطہ ڈال کر مخلصی حاصل کی۔

جب قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو اتنا عرصہ محصور رہنے کے بعد بھی

مسلمانوں کی حمایت کے رنگ میں رنگین دیکھا۔ تو چھکے چھوٹ گئے۔ قریش کے دل میں یہ خیال تھا کہ ڈر کر صلح کرلیں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے سپرد کردیں گے۔ اب بڑے بڑے چند آدمیوں کے دل میں اس امر کا خوف پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو۔ تنگ آمد بجنگ آمد کے قول پر بنی ہاشم عمل پیرا ہوں۔ چنانچہ اسی خوف کو دل میں جگہ دے کر ارادہ کیا کہ کسی طرح عہد نامہ کو پارہ پارہ کردیں اور بنی ہاشم وغیرہ کو مخلصی دلائیں۔ تاکہ اس امر سے ہاشمی وعبدالمطلبی کے دلوں کی رنجش ہمارے ساتھ امن سے بدل جائے چنانچہ جب اس امر کی اطلاع ابوجہل کو ملی۔ تو اس نے منع کیا اور ظاہراً تو خاموش ہوگیا۔ مگر دل سے اس امر کا متمنی رہا کہ موقعہ پا کر عہد نامہ کا فیصلہ کردیں۔ آخر انہوں نے موقعہ پایا اور رات ہی رات میں اصل عہد نامہ کو پارہ پارہ کردیا۔ اور اس کی جگہ کورا کاغذ جس میں صرف سبحانک اللھم کا لفظ لکھا تھا۔ اسی طرح ملفوف کرکے رکھ دیا۔ اور اس خیال میں رہے کہ کچھ عرصہ بعد قریش کو اس عہد نامہ کے کھولنے کی نسبت کہیں گے اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو مخلصی دلائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوگئی:

اسی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کی کارستانی سے مطلع کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے بیان کیا۔ صبح ہونے پر ابوطالب قریش کے پاس آئے۔ ابوجہل اور دیگر مفسدہ پردازوں نے سمجھا کہ اب مطلب حل ہوا۔ یہ صلح کے واسطے آرہے ہیں اور صلح اس صورت میں ہوگی۔ کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے سپرد کردیں گے۔ جب ابوطالب نے جاکر عہد نامہ مانگا تو ابوجہل دوڑ کر اٹھا لایا اور اسی طرح ملفوف ابوطالب کے ہاتھ میں دیا ابوطالب نے پوچھا کہ اس عہد نامہ میں کیا لکھا ہوا ہے۔ کفار بدکردار نے شرائط سے مطلع کیا۔ تو ابوطالب بولے کہ اگر اس میں شرائط نہ ہوں تو پھر کیا۔ قریش نے کہا۔ ہم اپنے دعویٰ سے دست برداری کریں گے پھر ابوطالب نے سوال کیا کہ اگر خدا تعالیٰ کے نام کے سوا اور کوئی لفظ بھی اس میں لکھا ہوا نکلا۔ تو میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے سپرد کردوں گا۔ قریش کے چہروں پر

خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ اپنے دل میں قتل محمد (ﷺ) کے خواب دیکھ رہے تھے۔ مگر خدائی کاموں کی کیا خبر تھی۔ فوراً کھولنے کے واسطے ابوطالب کو کہا۔ جب ابوطالب نے کھولا تو سوائے سبحانک اللّٰھم کے اور کوئی لفظ بھی نہ نکلا۔ اب تو ہر ایک کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اور تعرض کی مجال نہ رہ گئی۔ اس کے بعد وہ شخص جنہوں نے عہد نامہ اصل کو آگ کے سپرد کیا تھا۔ ایمان لے آئے۔ جبکہ ابوطالب سے یہ سنا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس کی اطلاع دی ہے کہ عہد نامہ میں سوائے سبحانک اللّٰھم کے اور کچھ بھی درج نہیں کیا گیا اور اصل عہد نامہ کو جلا دیا گیا ہے اسی عرصہ میں آپ کی عمر کا اڑتالیسواں سال ختم ہوا اور نبوت کا نواں اور عمر مبارک کا انچاسواں سال شروع ہوا۔

پھینکے ہیں منجنیق خرچ تاک سنگ تفرقہ
بیٹھ کر کہیں ہوویں جو ہم کلام دو

ابوطالب کی وفات:

اب زمانہ نے ایک اور پلٹا کھایا اور واقعات کو اور بھی پیچ در پیچ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علاوہ ایذا دہی قریش جفا کیش کے اپنے دو ہمدموں کی جدائی کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ یعنی عہد نامہ فسخ ہوئے کو تقریباً چار پانچ ماہ گزر گئے۔ تو ابوطالب بیمار ہو گئے۔ اور اسی بیماری میں جان بحق ہونے کے قریب پہنچ گئے۔ قریش ابوطالب کی عیادت کے واسطے آتے جاتے رہے۔ جب آخری دن تھا۔ تو بہت سے قریش بیٹھے ہوئے تھے کہ اُوپر سے آپ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور قریش سے کہا کہ تھوڑے عرصہ کے لیے ہٹ جاؤ۔ مجھ کو دو باتیں آخری وقت میں اپنے چچا سے کر لینے دو۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ ابوطالب کے سرہانے کی طرف کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ چچا! اب تو آخری وقت منہ سے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ کر مجھے تسلی اور تشفی دلائیں۔ تا کہ قیامت کے دن اس کی بدولت آپ کی سفارش کر سکوں۔ جس طرح مجھ پر تمام عمر آپ نے احسان کیے۔ اور میری خاطر مختلف قسم کی تکلیفیں برداشت کیں اور ہر طرح میری خاطر داری مدنظر رکھی۔ اسی طرح اب بھی میری آخری عرض پر غور فرما دیں۔ مگر ابوطالب نے کہا کہ تم سچ

کہتے ہو۔ قریش کہیں گے کہ موت سے ڈر کر ابو طالب نے اسلام قبول کیا۔ اسی اثناء میں قریش کے چند آدمیوں نے ابو طالب سے کہا کہ اب تمہارے آخری دم نظر آتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہمارے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صلح کراتے جاؤ۔ ابو طالب نے کہا بہتر ہے میرے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی اچھی بات نہ ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا جان! میں اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کہتا۔ صرف ایک بات کہتا ہوں۔ اگر مان لیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا۔ ابو جہل بول اٹھا۔ کہ ہم تیار ہیں کہو آپ ﷺ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بس اب کیا تھا طیش میں آگئے اور ہاتھوں کی پشتوں کو کاٹنے لگے۔ ابولہب بولا۔ اے محمد (ﷺ) اگر تم ہمارے چھ ہزار خداؤں میں سے ایک کا نام بھی لیتے تو کیا ہرج تھا ہم تو تیری طرف جھکنے کو تیار ہیں۔ مگر افسوس! تم صلح نہیں ہونے دیتے۔
اسی اثنا میں ابو طالب کا آخری دم ہوتا نظر آیا۔ تو پھر آپ نے کلمہ شریف کو پڑھا اور فرمایا کہہ دو۔ مگر اب زبان چلنے سے رک گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ابو طالب کے منہ کے پاس کان کر کے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ آپ فرما رہے ہیں ابو طالب وہی الفاظ کہہ رہا ہے مگر بباعث نقاہت کے کہہ نہیں سکتا۔ آپ فرط خوشی سے اچھل پڑے اور دعائے مغفرت طلب کی۔ اتنے میں ابوطا ب نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ جس سے آپ کو بہت صدمہ پہنچا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

اس کے چند یوم بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا نسب نامہ آپ کے نسب نامہ سے بہت دور جا کر مل جاتا ہے) نے بھی وفات پائی۔ جس سے آپ کے شکستہ دل پر بڑا بھاری صدمہ پہنچا اور حزن وملال پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا۔

اللہ نگہبان ہے:

ایک دفعہ آپ ﷺ بازار میں کھڑے وعظ کر رہے تھے اور خلق خدا کو خدا کی طرف بلاتے تھے کہ کسی مردود نے ایک ٹوکری میں نجاست ڈال کر یکدم آپ کے فرق مبارک پر

ڈال دی۔ آپ کی زبان مبارک سے سوائے نیک دعا کے کچھ نہ نکلا۔ آپ کی دختر نیک اختر اس واقعہ کو دیکھ رہی تھیں اور ایک طرف ابولہب مردود کھڑا دیکھ رہا تھا۔ دل بھر آیا اور گرد و غبار جھاڑنے میں مصروف ہوا اور قریش کو مطلع کر دیا کہ کوئی شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تنگ کرنے نہ پائے قریش نے حیرانگی سے ابولہب سے پوچھا کہ تو بھی اپنے دین سے مرتد ہو گیا ہے۔ ابولہب نے کہا۔ نہیں میں اپنے آباؤ اجداد کے دین پر قائم ہوں۔ اس سے آپ کے دل پر ایک اور صدمہ پہنچا۔ کیونکہ آپ نے سمجھا تھا کہ اب اس کا دل بھی پگھلا۔ مگر افسوس کہ رنگ پھیکا ہی رہا۔ یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بت پرستی نہ چھوڑے گا۔ وہ جہنم میں ابدالآباد تک رہے گا۔ اس بات کے سنتے ہی ابولہب طیش میں آ گیا۔ اور کہہ دیا اور کوئی حمایتی بلا لاؤ۔ اور مجھے آج سے دشمن سمجھو۔ کیسا الٹا زمانہ ہے کہ میں تو حفاظت کرنے کے لیے قوم میں بدنام ہو رہا ہوں اور تو مجھے جہنمی اور مشرک بناتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تیری کچھ ضرورت نہیں میرا خدا خود نگہبان ہے۔

طائف کا سفر:

اب سوائے خدا کے کوئی چارہ گر نہ تھا۔ اور قریش نے میدان صاف پایا اور انواع واقسام کی مصائب کی رفتار پہلے سے تیز کر دی۔ انجام کار جب کفار کی سنگدلی اور بے رحمی حد سے تجاوز کر گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ہمراہ لیکر بنی بکر اور بنی قحطان کے قبائل کو دعوت اسلام دیتے ہوئے طائف پہنچے مگر افسوس قریش نے وہاں بھی اپنے .... آدمی بھیج کر (معاذ اللہ) ساحر اور کذاب کے الفاظ سے مشہور کر دیا اور ان قبائل میں سے بھی کوئی راہ راست پر نہ آیا۔ اور الٹا اس قدر تشدد کیا کہ مکہ کے تشدد سے بھی گویا سبقت لے گئے۔ پتھروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو زخمی کیا۔ لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا کر دیوانہ بنایا۔ غرضیکہ کوئی دقیقہ ایذا دہی اور بدنامی کا فروگزاشت نہیں کیا۔ حضرت زید بن حارثہؓ سے بھی جہاں تک ہو سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و حفاظت کرتے رہے۔ ادھر مکہ مکرمہ کے مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں مصیبت کا سامنا پڑا اور جانوں کے لالے پڑ گئے آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کا ارادہ کیا۔ راستہ میں ایک جنگل میں قیام فرمایا اور بارگاہ الٰہی میں

عرض کیا۔ یا الہ العلمین یا ارحم الراحمین تو دانا و بینا ہے کہ تیرے بندوں نے تیرا پیغام پہنچانے پر انواع واقسام کے مظالم توڑے اور مصیبتوں میں پھنسا دیا ہے تو ہی ان کے دلوں کے قفل کھول۔ تو ہی مستجاب الدعوات ہے۔ تو ہی حل المشکلات ہے۔ میں ان کے واسطے تجھ سے ہدایت طلب کرتا ہوں۔ اسی اثناء میں ایک شخص مسمی عداس جو کہ طائف کا رہنے والا تھا۔ آپ کی خدمت میں آیا اور آپ سے جملہ حالات حسب ونسب اور نام ومقام کی نسبت استفسار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ محمدؐ بن عبداللہ میرا نام ہے۔ عداس آپ کی خوش کلامی پر عاشق ہو گیا آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ تو وہ بدل وجان فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر زمرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

جنات کا قبول اسلام:

جب آپ کے اصحابوں کو جو کہ مکہ میں تھے۔ یہ خبر ملی کہ آپ واپس مکہ میں تشریف لانے والے ہیں۔ تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ ابھی قریش کا نائرہ غضب اسی مقام پر موجود ہے فی الحال اس ارادہ کو آپ ترک کر دیں۔ قریش کو بھی اس امر کی اطلاع ملی۔ تو انہوں نے تمام مکہ میں مشہور کر دیا کہ کوئی شخص حضرت محمد ﷺ کو شہر میں داخل نہ ہونے دے ادھر یہ اشتہار پھر رہا ہے۔ ادھر آپ مختلف قبائل میں گشت لگا رہے ہیں۔ مگر کوئی راہ راست پر آتا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ قریش کے اشتہار ہر خاص وعام جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ اسی قیل وقال میں بطن نخلہ میں ایک دن آپ شام کی نماز میں مصروف تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ کہ کسی طرف سے دس بارہ جن اس جگہ آ گئے۔ جو کسی تلاش میں پھر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جنوں نے آپ سے مقام وحسب نسب وغیرہ کے متعلق سوال کیے۔ آپ ﷺ نے سب کا جواب دینے کے بعد ان کو بھی اسلام کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا تو جنوں نے کہا۔ اگر آپ ہمارے ایک سوال کا جواب دے دیں۔ تو ہم بصدق دل سب مسلمان ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے سوال پوچھا۔ تو جنوں نے عرض کیا۔ کہ پہلے ہم جہاں چاہتے تھے عالم بالا میں سیر کرتے تھے۔ مگر تقریباً پچاس سال کا عرصہ ہوا۔ جب ہم آسمانوں پر جاتے ہیں تو دروازہ بند پاتے ہیں۔ اور ایک قسم کا آگ کا شعلہ ہماری طرف حملہ

کرتا ہے۔ جس سے ڈر کر ہم واپس زمین پر آجاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں بیشک ٹھیک ہے۔ مجھ سے پہلے آسمان کے دروازے کھلے تھے۔ اور عالم بالا کے اخبار جنوں وغیرہ پر ظاہر ہو جاتے تھے۔ مگر اب وہ اخبار ملنے بند ہو گئے ہیں۔ کیونکہ خاتم الرسالت دنیا میں پیدا ہو گیا ہے۔ اور تم بھی اسی تلاش میں نکلے ہو۔ کہ سبب معلوم کریں اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا اور واپس جا کر اور جنوں کو بھی اسلام میں داخل کیا۔ دوسرے جنوں کے گروہ کے آنے کا ذکر آگے آئے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (پارہ 29 سورۃ الجن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهٗ
اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ○
يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا وَّ
اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ○ وَّاَنَّهٗ
كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ○ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ
لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ○ وَّاَنَّهٗ كَانَ
رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ
فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ○ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ
يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ○ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ
حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ○ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ
لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ○

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دیجئے مجھے (خدا کی طرف سے وحی آئی ہے کہ جنات میں سے چند جنوں نے (قرآن مجھ سے) سنا پھر وہ اپنے لوگوں کے پاس لوٹ گئے اور) کہنے لگے۔ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ جو سچا رستہ بتاتا ہے۔ ہم تو اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو

اس کا شریک نہ بنائیں گے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جن مشرک بھی تھے) اور ہمارے مالک کی شان بلند ہے۔ وہ نہ بیوی رکھتا ہے نہ اولاد اور ہم میں سے کوئی بیوقوف تھا۔ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتا تھا (ابلیس سے مراد ہے) اور ہم یہ سمجھتے تھے کہ آدمی اور جن بھلا اللہ تعالیٰ پر کیوں جھوٹ باندھنے لگے (مگر انہوں نے جھوٹ بولا ظاہر ہے کہ وہ جھوٹے تھے یعنی ابلیس اور اس کے ہمراہی) اور (ہوا یہ کہ) بعض آدم زاد لوگ بعض جن لوگوں کی پناہ لیتے تھے۔ (عرب کے بعض مشرکوں کا قاعدہ تھا کہ جب سفر کی حالت میں کسی خوفناک مقام پر اترتے تو پکار کر کہتے کہ ہم اس مقام کے سردار کی پناہ میں آتے ہیں۔ سردار سے مراد جن کی لیتے تھے۔ پہلے یمن والوں نے جن کی پناہ لینی شروع کی تھی۔ پھر سارے عرب میں پھیل گئی۔ اسلام کے زمانہ میں خدا کی پناہ لینے لگے) اور اس سے ان کا دماغ اور چڑھ گیا۔ اور آدمی بھی جیسے تم سمجھتے تھے۔ یہ سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ (مرنے کے بعد) کسی کو (جلا کر) نہیں اٹھائے گا اور ہم نے آسمان کو جا کر ٹٹولا۔ تو دیکھا کہ وہ زبردست پہروں اور آگ کے شعلوں سے بھرا ہوا ہے (فرشتے کثرت سے پہرا دے رہے ہیں۔ آگ کے شعلے ہم پر مارنے کے لیے بیحد تیار ہو رہے ہیں۔ غرض وہاں نیا انتظام ہوا ہے اور چوکی پہرہ کا بندوبست ہو گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے نہ تھا آخر اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی) اور پہلے تو یہ تھا۔ کہ ہم (فرشتوں کی باتیں) سننے کے واسطے ہم آسمان پر کئی جگہ بیٹھا کرتے تھے۔ اب تو جو کوئی سننے جاتا ہے۔ اسے اوپر ایک شعلہ تیار پاتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں واپسی:

بموجب اپنے اصحابوں کے کہنے کے کچھ عرصہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے گردونواح میں پھرتے رہے۔ ہرچند کوئی موقعہ شہر میں داخل ہونے کا ڈھونڈتے۔ مگر نہ ملتا۔ آخر آپ کے گردونواح مکہ میں آجانے کی خبر گرم ہوئی تو مشرک ہتھیار پہن کر آپ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ جب آپ کے اصحابوں نے یہ حال دیکھا تو خدا سے دعا مانگنے لگے۔ قریش سارا سارا دن آپ کو ڈھونڈتے اور آپ نہ ملتے۔ تو بے نیل ومرام واپس شہر میں آجاتے۔ آخر خداوند کریم نے ایک شخص مسمی مطعم کے دل میں رحم ڈالا۔ اس نے اپنے اُونٹ کو تیار کر کے قریش سے کہا کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امان میں لیتا ہوں۔ (عرب والوں کا قاعدہ تھا کہ جو شخص کسی کی حفاظت میں ہوتا اس کو کچھ نہ کہتے مگر محافظ پر سختی کرتے) میں دیکھتا ہوں کہ کون مجھے روکتا ہے یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ ایک شخص کو صرف اس وجہ سے جلاوطن کیا جائے کہ وہ خدا کی عبادت کرتا ہے۔ یہ کہا اور جنگل میں تلاش کر کے شہر میں لے آیا۔ ابھی آپ کو ایک دو دن ہی شہر میں آئے ہوئے گزرے تھے کہ قریش مطعم کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ تو آپ مطعم کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بہتر ہے کہ مجھے اپنی امان سے نکال دو۔ کیونکہ میری وجہ سے تمہیں مورد طعن نہ ہونا پڑے۔ آخر کار جب یہ مطعم نے سنا تو اول اصرار کیا آخر مجبور ہو کر اعلان کر دیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری امان سے نکل گئے ہیں۔

بارہ ہزار جنات کی آمد:

اس کے تھوڑے عرصے بعد وہ جن جو کہ بطن نخلہ میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔ وہ اپنے تمام جنوں کو ہمراہ لے کر مکہ میں آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ چنانچہ اس واقعہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورہ جن میں کیا ہے۔ (پ 29 س الجن۔ رکوع پہلے کی آخری آیت)

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ

ترجمہ: اور جس وقت اللہ تعالیٰ کا بندہ حضرت محمد ﷺ اس کی عبادت میں کھڑا

تھا۔ تو جنات (چاروں طرف سے گھیر کر) اس کو چمٹنے ہی کو تھے

اس دفعہ بارہ ہزار جن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک جن آدمی کی صورت میں آیا۔ مگر جب آپ ﷺ اس کے بلانے پر نہ بولے۔ تو اس نے دوسروں کو اطلاع دی اور سارے آکر آپ ﷺ کو بلانے کے خواہشمند ہوئے اور چاہتے تھے کہ آپ کا شانہ مبارک ہلا کر آپ کو بلایا جائے کہ اتنے میں آپ نماز سے فارغ ہو گئے اور ان کے ساتھ جہاں وہ فروکش تھے (حجون قبرستان مکہ میں اترے تھے) گئے ایک شخص کو ہمراہ لے گئے تھے اور ایک لکیر کھینچ کر اس کے اندر اپنے اصحابی کو بٹھایا اور کہا اس لکیر سے باہر نہ ہونا۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ آخر کار آپ ﷺ ان سب کو اسلام کی تعلیم دے کر واپس چلے آئے۔

طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

اس عرصہ میں حج کا وقت آیا۔ تو جس طرح قریش پہلے کہتے چلے آتے تھے کہ یہ کذاب ہے۔ مفتری ہے ساحر ہے اس طرح اب کے بھی مکار اپنی بدکرداری سے باز نہ آئے۔ اسی طرح میں ایک شخص مسمی طفیل دوسی نے جو کہ اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ دل میں سوچا کہ کیوں یہ منع کرتے ہیں۔ ضرور اس میں کوئی راز ہوگا۔ پس اس نے کانوں سے روئی نکالی (ہر آدمی اپنے کان میں روئی دیکر آپ کے پاس سے گزرتا تھا کہ کہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شیریں کلامی سن کر اپنے دین سے بے دین نہ ہو جائیں) اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت شام کی نماز پڑھا رہے تھے۔ تو طفیل چپ چاپ آکر بیٹھ گئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو طفیل کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی تھی۔ کیونکہ وہ قرآن شریف کو سن کر مبہوت و ششدر رہ گئے تھے۔ آخر آپ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب آپ گھر میں تشریف لائے۔ تو طفیل نے بھی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور اس سے پوچھا۔ تو طفیل نے جو کچھ قریش سے سنا تھا۔ عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ جہالت اور بت پرستی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ جس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے

۔ مگر یہ لوگ کفر اور شرک کو نہیں چھوڑتے اور مخالفت میں بہت بڑھ گئے ہیں اب میں تجھے اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ طفیل نے اسی وقت اسلام قبول کیا اور گھر جا کر اپنے ماں باپ زن و فرزند اور قبیلہ کے دوسرے لوگوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی نسبت کہا۔ جن میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور بعض بدبختوں نے انکار کیا اور اس طرح اسلام باہر پھیلنا شروع ہوا۔

قریش کی پیش کش:

قریش نے دیکھا کہ دین اسلام اب باہر بھی پھیلنا شروع ہو گیا ہے تو ان کے دلوں میں بڑا بھاری خطرہ پیدا ہو گیا۔ تو ہشام، ابوجہل، ابولہب، امیہ، ابوسفیان، عتبہ اور صفوان بڑے بڑے سر برآوردہ جمع ہوئے اور صلاح مشورہ کر کے آپ ﷺ کو بلایا۔ اور کہا کہ ہم پھر تجھے کہتے ہیں۔ اگر کسی قسم کا خلل دماغ ہے تو کسی حاذق حکیم کو بلا کر علاج کرواتے ہیں اگر مال و دولت یا شادی کی خواہش ہے تو ہم پورا کرنے کو تیار ہیں۔ مگر ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہ مجھے مال و دولت کا طمع ہے نہ سرداری کی حرص نہ کوئی خلل دماغ ہے۔ اگر کوئی مطلب ہے تو صرف یہی کہ میری رسالت کا اقرار کرو اور بتوں کی پوجا کو چھوڑ دو۔

کفار کے اعتراضات:

اتنے میں ایک شریر بولا اور کہا۔ ہم تیری رسالت کا تب اقرار کرتے ہیں اگر ہمارے پشت در پشت کے فوت شدہ آدمی قبروں سے اٹھ کر تیری رسالت کا اقرار کریں۔ یا یہ نزدیک کے پہاڑ اکھڑ کر دور چلے جائیں۔ یا دور کے پہاڑ اکھڑ کر نزدیک آ جائیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، میں اس کام کے واسطے نہیں بھیجا گیا ہوں کہ قبروں سے مردے زندہ کروں۔ یا پہاڑ اکھیڑوں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ
بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا (پ13 س رعد رکوع4)

ترجمہ: اور اگر ایسا قران ہوتا۔ جس سے پہاڑ سرک جاتے یا زمین پھٹ جاتی۔ (یا اس کی مسافت طے ہو جاتی) یا مردے بات کرنے لگے۔ (کہہ دیجئے اے پیغمبر) یہ سب اختیار اللہ کو ہے۔

دوسرا لعین بولا۔ کہ یہ بھی کوئی پیغمبر ہے جو کہ ہماری طرح کھاتا پیتا ہے۔ بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اگر خدا نے ایسا ہی پیغمبر بھیجنا تھا جو کہ ہماری طرح کھاتا پیتا۔ تو اس کے پاس ایک فرشتہ چاہیے تھا جو ہمیں کہتا کہ یہ سچا پیغمبر ہے مان لو۔ یہ غریب ہے خدا کو چاہیے تھا کہ اسے کوئی خزانہ دے دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آیت نازل فرمائی (پ 18 س الفرقان رکوع 1)

وَقَالُوْ امَالِ هٰذَاالرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِىْ الْاَسْوَاقِ ط لَوْ لَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْيُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْتَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْالَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَايَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ تَبَارَكَ الَّذِىْ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَالِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَاالْاَنْهَارُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝

ترجمہ: اور کہتے ہیں۔ کافر یہ پیغمبر کیسا ہے۔ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں وہ پڑا پھرتا ہے۔ بھلا اس پر ایک فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ لوگوں کو ڈراتا رہتا۔ یا ایک خزانہ اس پر کیوں نہیں ڈال دیا۔ یا ایک باغ تو اس کا ہوتا۔ جس میں سے وہ کھاتا رہتا اور یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایسے شخص کے تابعدار بن گئے ہو۔ جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے (اے پیغمبر) دیکھ وہ تیرے حق میں کیا باتیں بناتے

ہیں۔ تو وہ گمراہ ہو گئے اب راہ راست پر نہیں آسکتے۔ وہ بڑی برکت والا ہے۔ اگر وہ خدا (چاہے تو باغ محل یا خزانہ کی کیا حقیقت ہے۔ وہ تجھ کو اس سے بھی بڑھ کر عنایت فرمائے۔ ایسے ایسے باغ دے جن کے تلے نہریں پڑی رہی ہیں اور کئی محل تیرے لیے بنائے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا۔ کہ اگر وہ دولت مند ہونا چاہتے ہیں تو حسب منشا دولت دیتا ہوں۔ مگر آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔

ایک بدکردار اس سے بڑھ گیا اور کہا۔ کہ انسان بھی کبھی پیغمبر ہو سکتے ہیں۔ کوئی فرشتہ یا جن پیغمبر ہونا چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (پ 15 س بنی اسرائیل ع 11 شروع)

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ○

ترجمہ: جب لوگوں کے پاس ہدایت آچکی (قرآن) تو ان کو ایمان لانے سے اس بات نے روکا۔ کہ وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ (اے پیغمبر ان کا شبہ دور کرنے کے لیے) کہہ دیجئے۔ اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے۔ تو بیشک ہم ان کی ہدایت کے لیے آسمان سے ایک فرشتہ کو پیغمبر بنا کر ان پر اتارتے۔

القصہ انہوں نے کہہ دیا۔ کہ محمد (ﷺ) ہم تیری رسالت پر یقین نہیں کر سکتے۔ بس آج سے سمجھ لے کہ جو کچھ بھی برا بھلا تمہارے حق میں ہم سے ہو سکے گا۔ درگزر نہ کریں گے۔ اور اگر موقعہ مل گیا۔ تو تمہارے قتل سے بھی نہ چوکیں گے۔

ابوجہل کا منصوبہ:

آپ ﷺ واپس چلے آئے اور اپنے کام میں مشغول رہے اور قریش بھی اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ابوجہل نے پھر ایک دفعہ آپ ﷺ کے قتل کے واسطے انعام مشہور کیا۔ جب کسی کی جرأت نہ ہوسکی کہ علانیہ یا خفیہ کسی طرح سے بھی آپ کو قتل کر سکیں تو اس لعین نے ایک اور کھیل کھیلی یعنی جس راستہ سے آپ نصف رات کے وقت اٹھ کر مسجد میں تشریف لے جایا کرتے تھے اس راستہ میں ایک کنواں کھدوایا اور پتلی پتلی لکڑیاں (جو کہ انسان کا بوجھ نہ اٹھا سکیں) ڈلوا کر معمولی سی مٹی ڈال دی کہ زمین ہی معلوم ہو۔ اور کنوئیں کے اردگرد اتنی دور کہ جس فاصلہ سے کسی کنوئیں میں گرنے کی آواز سنی جاسکے۔ پتھر دے کر چند آدمیوں کو بٹھا دیا۔ اور کہا جو کوئی گرے۔ اس پر پتھروں کی بوچھاڑ کردو۔ اور خواہ وہ کتنی ہی گریہ وزاری ومنت وسماجت کیوں نہ کرے۔ ایک نہ سننا اور پتھروں کی بوچھاڑ بند نہ کرنا۔ حاصل کلام جب آپ ﷺ عین اس مقام پر پہنچے کہ اگلا قدم اٹھائیں۔ تو (نعوذ باللہ) کنوئیں میں گریں۔ اللہ تعالیٰ نے جھٹ جبرائیل علیہ السلام کو بھیج دیا اور مطلع کردیا اور اٹھا کر کنوئیں سے پار کردیا۔ اب حکمت ربانی بموجب مثل چاہ کن راچاہ درپیش نصف رات ہی کے وقت ابوجہل کو جاگ آئی اور اٹھ کر اسی راستہ پر ہی چلا۔ جس پر کنواں کھدوایا تھا مگر ابوجہل کو یاد نہ رہا کہ میں نے فلاں کارروائی کی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ ٹہلتا ٹہلتا چپکے سے جھٹ آکر کنوئیں میں گر پڑا۔ اب کیا تھا۔ حسب الحکم پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ ہرچند ابوجہل پکارا۔ چیخا، چلایا مگر کسی نے ایک نہ سنی اور مار مار کر ادھ موا کردیا جب صبح ہوئی۔ تو دیکھا کہ خود ابوجہل لعین ہی ادھ موا سسک رہا ہے۔ اب تو افسوس پیدا ہوا۔ اور نکالنے کی کوشش کی۔ ہرچند لمبے سے لمبے رسے دو دو تین تین باندھ کر ڈالے گئے۔ مگر کنوئیں کی تہ تک نہ پہنچتے تھے۔ آخر کار ابوجہل بولا کہ محمد (ﷺ) کو بلاؤ۔ وہی مجھے نکالے گا۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو ابوجہل نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) میں تجھ پر اور تیرے خدا پر ایمان لے آیا ہوں۔ مگر اب مجھے اس مصیبت سے نجات دلوایئے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک کنوئیں میں ڈالا اور ابوجہل کو اوپر ہاتھ اٹھانے کے واسطے کہا۔ جب ابوجہل

نے کھڑے ہو کر ہاتھ اوپر کیا تو آپ ﷺ نے پکڑ کر باہر نکال لیا۔ جب ابو جہل باہر نکلا تو درد و تکلیف کی حالت میں (جو پتھروں کی چوٹوں سے ہو گئی تھی) کہنے لگا۔ کہ ہر چند لمبے لمبے رسے ڈالے گئے۔ مگر مجھ تک نہ پہنچتے تھے۔ تعجب ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے ہاتھ لمبا کر کے باہر نکال لیا۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ اور کہتا ہوں کہ۔ مَاھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ط (یہ جادو ہے ظاہر)

آپ ﷺ اس بات کے سنتے ہی دعائے خیر دیتے ہوئے تشریف لے گئے اس واقعہ سے قریش کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ اور اسلام نہایت سرعت سے ترقی کرنے لگا۔ اب قریش کو ہاتھ اٹھانے کا تو حوصلہ نہ رہا۔ مگر ہنسی مخول پر اتر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات پر آیتیں اور سورتیں نازل فرمائیں۔ اسی طرح بفضل خدا آپ کا سن شریف پورے پچاس سال کا ہو گیا چنانچہ 51 ویں سال کا واقعہ ہے۔ قریش کے چند آدمی مثلاً عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ وغیرہ ایک بت کو اٹھا کر آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا آؤ محمد (ﷺ) ہم تم صلح کر لیں۔ تم ہمارے خدا کی عبادت کرو۔ ہم تمہارے خدا کی عبادت کیا کریں گے۔ اسی طرح ردو بدل کر کام کرنے سے ہمارے اور تمہارے درمیان لڑائی اور خصومت نہ رہے گی۔ اسی وقت یہ حکم الٰہی نازل ہوا۔ (پ 30 س الکافرون)

قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَاتَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ
اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآاَعْبُدُ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّاعَبَدْتُّمْ وَلَآ
اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآاَعْبُدُ ط لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ط

ترجمہ: اے پیغمبر کافروں سے کہہ دیجئے۔ کافرو! میں ان بتوں کو نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو۔ اور نہ میں اس خدا کو پوجتا ہوں۔ جس کو تم پوجو اور نہ میں ان بتوں کو پوجوں گا۔ جن کو تم نے پوجا اور نہ تم اس خدا کو پوجو گے۔ جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تم کو تمہارا دین مبارک۔ مجھ کو میرا دین مبارک۔

اب کے حج میں بھی بفضل خدا خاصی کامیابی ہوئی۔ باوجودیکہ قریش اپنی طرف سے بدنام کرتے اور لوگوں کو آپ ﷺ کے کلام سننے سے منع کرتے رہے۔ مگر اسی سال مدینہ منورہ کے چھ آدمی مشرف باسلام ہوئے۔

معراج شریف

اب وہ مبارک وقت آیا کہ طالب ومطلوب ایک جگہ بیٹھ کر راز کی گفتگو کریں۔ یعنی معراج ہوا۔ آپ ﷺ نے ہفت افلاک چھوڑ جملہ کائنات کی سیر کی۔

رہے ہفتم فلک تک جا کے اکثر انبیا لیکن
گذر کر عرش و کرسی سے محمدؐ مصطفےٰ ٹھہرے

حقیقت کا علم خدا کو ہے لیکن خوش اعتقاد لوگوں کی روایت ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے جملہ ارض وسماء کو پیدا کیا تو آسمان اور زمین کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا۔ آسمان اپنی بلندی اور چاند وسورج ستاروں، عرش، کرسی ملائکہ وغیرہ کے ہونے سے اپنے آپ کو بڑا بتاتا تھا۔ زمین اپنی خاکساری عاجزی سے انسانوں کے رہنے کی جگہ اور مختلف قسم کے پھل پھولوں اور اجناس کا ذکر جو کہ انسانوں کو فائدہ دے کر بڑا بننا چاہتی تھی۔ اسی جھگڑے میں آخر آسمان جیت گیا اور زمین بیچاری خاموش ہوگئی۔ آخر کار جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو زمین فرط خوشی سے پکار اٹھی۔ کہ اے آسمان! اب بتا۔ تو کہتا تھا۔ کہ بہشت۔ رضوان۔ آفتاب مہتاب اور جمیع ملائکہ آسمان میں رہتے ہیں اس واسطے میرا مرتبہ بلند ہے۔ مگر سید انس وجان باعث کون ومکان جس کی خاطر یہ سب چیزیں معرض وجود میں آئیں۔ مجھ میں ہے یا تجھ میں۔ آسمان یہ سنتے ہی سجدہ میں گر گیا اور زار وقطار رو کر خدا تعالیٰ سے التجا کی کہ یا الٰہی اپنے محبوب کے قدم مبارک سے ایک دفعہ تو مجھ کو مشرف وممتاز فرما۔ آخر یہ دعا قبول ہوئی۔ اور آپ ﷺ کو عرش معلےٰ پر بلایا گیا۔ تاکہ آسمان بھی آپ ﷺ کے

نور سے منور ہو۔

دعا کے منظور ہوتے ہی دست قدرت نے آسمانوں میں آرائش کی اور جبرائیل علیہ السلام کو براق لے کر آپ ﷺ کے در دولت پر حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حضرت جبرائیل امین بہشت میں گئے تو جملہ براق نہایت آن بان سے کہنے لگے کہ مجھے لے چلو مجھے لے چلو میں جاتا ہوں ہر کوئی اپنے ہی آپ کو تیز رفتار جتلا کر بڑا بننا چاہتا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک براق نہایت لاغر و چپ چاپ کھڑا ہے اور آنسو بہا رہا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس سے صورت حال پوچھی۔ تو اس نے کہا کہ جب سے میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی سنا ہے۔ ان کے دیدار کے شوق میں آنسو بہا رہا ہوں کھانا پینا مدت سے چھوڑا ہوا ہے یہ سنتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے اسی براق کو انتخاب کیا۔ براق فوراً فرط شوق سے ایسا موٹا تازہ و تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی اس کا ثانی نہ رہا۔ جبرائیل امین فوراً براق لے کر آپ ﷺ کے در دولت خانہ پر حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ خواب ناز میں تھے۔ جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاؤں کے تلووں کو مل کر کہتے تھے۔

نظم

اے میرے رشک قمر اے ماہ تاباں جاگو
جان و دل آپ پہ قربان کیے دونوں جاگو
اے شہ کون و مکاں فخر رسولاں جاگو
خاتم جملہ نبی سیدہ سلطاں جاگو
محیط روح امیں سرور ذی شان جاگو
حامئے دین متین سایہ رحماں جاگو
شب معراج ہے یہ اے میرے سلطان جاگو
رہبر راہ خدا ناسخ ادیاں جاگو
دھوم ہے عرش سے تا فرش تیری آمد کی
لایا در پہ ہے براق کیا درباں جاگو
منتظر آگیا ہے خالق اکبر شاہا
جاگو اے فخر زماں رحمت یزداں جاگو
جاگو محبوب خدا نرگسی آنکھیں کھولو
آپ کے دید کا مشتاق ہے یزداں جاگو
دیتے جبرائیل امیں تھے یہ صدائیں پیہم
سرور کون و مکان مہر درخشاں جاگو
اٹھ کے پیغام خدا میرے پیغمبر سن لو
جاگو جاگو میرے مولا میرے سلطاں جاگو

جاگو اے سرور عالم شہ ذیشاں جاگو   عرش پہ آپ کو خالق نے بلا بھیجا ہے
اے میری امت مذنب کے نگہباں جاگو   اب توقف نہ کرو ساقی کوثر اٹھو

اے امیں لب پہ تھا جبرائیل کے معراج کی شب
جاگو مطلوب خدا شاہد سجاں جاگو

جب آپ ﷺ خواب ناز سے بیدار ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے سربستہ راز کو آشکارا کیا اور کہا۔ در دولت پر براق حاضر ہے اور خداوند تعالیٰ کے علاوہ جملہ ملائکہ آپ کے دیدار فرحت آثار کے منتظر کھڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے وضو کیا۔ اور گھر سے نکلے۔ جب آپ ﷺ نے براق کو دیکھا تو رو پڑے۔ حکم اللہ اسی وقت آ پہنچا اے محبوب یہ وقت شادمانی اور کامرانی کا ہے۔ گریہ کا کیا باعث ہے آپ ﷺ نے عرض کیا۔ اے الہٰ العالمین! آج تو نے میرے واسطے براق بھیجا ہے۔ کل کو میری عاصی۔ عاجز وناتواں امت اس بال سے باریک تلوار سے تیز پل صراط پر سے جو کہ دوزخ پر کھچا ہوگا۔ کس طرح گزرے گی۔ یہ فرمایا اور فوراً سجدہ میں چلے گئے۔ اس وقت حکم عالی پہنچا۔ اے میرے محبوب! جس طرح آپ کے در دولت پر براق بھیجا ہے اسی طرح جب تیری امت قبروں سے نکلے گی۔ تو قبروں پر ایک ایک براق بھیجوں گا۔ آپ ﷺ اس امر کے سنتے ہی شادماں ہو کر براق پر سوار ہوئے۔ براق نے فوراً خداتعالیٰ سے التجا کی۔

براق شاہ نے معراج میں یہ کی دعا حق سے
عطا کر دہ قدم آواز چلنے میں جو جو فرفر دے

بیت المقدس کی طرف روانگی:

اس کے بعد آپ معہ جبریل علیہ السلام کے بیت المقدس کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں لاانتہا ملائکہ آپ ﷺ کا استقبال کرتے ہوئے۔ مبارکباد دینے لگے وہاں پر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر آسمان کی طرف چلے گئے۔ راستہ میں جو کوئی ملتا مبارک باد عرض کرتا ہوا ہمرکاب ہوتا اور ساکنان عرش وجد میں آخر پڑھتے تھے۔

نظم

شب معرج میں آتی تھی فلک سے یہ ندا   دیکھو آتا ہے زمین سے عجب اک نور خدا
شعلہ نور ہے ایسا کہ یہ دیکھا نہ سنا   جس نے دیکھا وہیں طور نمط ہو کے جلا
حسن معنی میں وہ ایسا ہے کہ حاشا کلا   حسن یوسف بھی حیا سے نہیں دیکھے ہے ذرا
درو دیوار سے پڑھتے ہیں یہ ہو ہو کے خدا   جس طرف دیکھو اسی طرف سے آتی ہے یہ صدا
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدائیت چہ عجب خوش لقبی

عرش پر دھوم ہوئی آتا ہے وہ شہنشاہ   جس کے خدام ملائک ہیں زہے شوکت وجاہ
دیکھو حسن خداداد پہ کرنا نہ نگاہ   ورنہ جل جاؤ گے کہ جس طرح جلتی ہے گیاہ
کیونکہ یہ نور ہے وہ جس کو کہیں نور خدا   مقتبس جس کا تھا ہر ایک نبی شام وپگاہ
جب جاں بخش پہ پڑتے ہی نگاہ کی نگاہ   ہو کے بیتاب یہ عیسیٰ نے کہا کھینچ کر آہ
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدائیت چہ عجب خوش لقبی

حوریں بھی رقص کناں کہتی تھیں اے شاہ امم   دید تیری نہیں دید خدا سے کچھ کم
وہی جلوہ ہے وہی نور وہی فیض اتم   ہے منور تیرے نور سے سارا عالم
آپ تشریف جو لایا کریں یاں پر پیہم   فرش آنکھوں کا بچھایا کریں ہم سب باہم
اس پر بٹھلایا کریں آپ کو اور چومیں قدم   روبرو آپ کے پڑھیں باشوق اتم
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدائیت چہ عجب خوش لقبی

آپ سے ہو کے جدا جب وہ چلے بہر وصال   نور وحدت سے صدا آئی کہ اے میرے جمال
انبیا سن کے یہ کہنے لگے اے ظل جلال   عقدہ یہ ہم پہ کھلا جز تیرے سب وہم وخیال
فخر سری دانا سے تو مشرف بکمال   غور کر دیکھا نہیں تیرا کوئی مثل ومثال

عاجز اغیر سے کر اس میں نہ تو بحث و جدال   روز و شب دل سے پڑھا کر اسے بے قیل و قال

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدائیت چہ عجب خوش لقبی

سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنا:

آپ ہفت آسمان کی سیر کرتے ہوئے اور جملہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ سے تعارف کر کے سدرۃ المنتہیٰ (جبرائیل علیہ السلام کا مقام) پر پہنچے اور اس جگہ دو رکعت نماز ادا کی جب آپ چلنے کے واسطے تیار ہوئے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طاقت نہیں کہ آگے ایک قدم بھی دھر سکوں۔

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

یہ کہنا تھا۔ کہ میکائیل علیہ السلام آگئے اور آپ کو ہمراہ لیکر ہزار ہا پردوں سے گزر گئے۔ لکھا ہے کہ ہر پردے کے درمیان پانچ سو سالہ راہ تھی اور ہر ہر پردہ پانچ سو سالہ راہ کی موٹائی پر تھا۔ انجام کار میکائیل علیہ السلام نے بھی ساتھ چھوڑا۔ تو اسرافیل علیہ السلام آپ کے ہمرکاب ہوئے۔ اور میکائیل علیہ السلام کی طرح بہت سا فاصلہ طے کر لینے کے بعد اسرافیل علیہ السلام نے بھی آگے قدم رکھنے سے اپنی عاجزی بیان کی۔ اب آپ تن تنہا رہ گئے۔ کچھ فاصلہ براق نے طے کیا۔ کہ براق نے بھی ساتھ چھوڑا۔ ابھی براق کا جانا ہی تھا کہ رفرف (ہوا کا تختہ) آموجود ہوئی۔ کئی ہزار طلسماتی و نورانی پردوں اور دریاؤں سے گزار کر عرض کی یا حضرت آگے دم مارنے کی تاب نہیں ہے۔ اب پیدل روانہ ہوئے اور پردہ ہیبت اور جبروت گزر گئے۔ جب عرش اعظم کے پاس پہنچے تو آواز آئی۔

شعر

پہنچا محبوب تو مشاطہ رحمت نے کہا
خلوت راز میں اے ناز کے پالے آجا
ہم نے خوش ہو کے تجھے ساری خدائی بخشی
اپنے بندوں کو کیا تیرے حوالے آجا
رنگ وحدت ہے یہاں غنچہ خلوت ہے یہاں
اے گل گلشن لولاک لما لے آجا

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ،

آپ ﷺ نے فوراً جواب دیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ

جب یہ جواب سلام انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کے کان میں پہنچا تو یکبار بول اٹھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

شعر

عظمت بارگاہ احمد مرسل کو دیکھ
انبیاء خوف سے اللہ غنی کہتے ہیں

پھر ندا آئی۔ کہ

یا مُحَمَّدُ اخرجت جبرائیل من یتشارُوانتَ

یَدْخِلُ اُمَّتَکَ فِیْ سرنا

ترجمہ: اے محمد (ﷺ) ہم جبرائیل علیہ السلام کو اپنے بھید میں شامل نہیں کرتے اور آپ اپنی امت کو شامل کر رہے ہیں۔

رحمت کا نزول:

پھر ندا آئی۔ کہ اے محمد (ﷺ) اگر تم نے ہمارے سلام سے اپنی امت کو بھی حصہ دیا ہے تو ہم بھی ایک رحمت نازل کرتے ہیں۔ یعنی ہر سال میں ایک آج کی رات کو تمام راتوں سے افضل کرتے ہیں۔ (یعنی لیلۃ القدر) چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

ترجمہ: شب قدر اچھی ہے ہزار مہینوں سے۔

اور تیری خاطر تیری امت پر سلام بھیجتے ہیں۔

سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ

بعد ازیں راز و نیاز کی گفتگو ہوئی۔ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی فرما کر ان باتوں پر پردہ ڈالا اور ان باتوں کو ظاہر نہ کیا۔ کیونکہ دو دوستوں کے درمیان راز ضرور ہوتا ہے۔ جیسے کہ کسی فارسی شاعر نے کہا ہے۔

میاں عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

یعنی عاشق و معشوق کے درمیان ایسا راز ہوتا ہے کہ کراماً کاتبین کو بھی اس راز سے واقفیت نہیں ہوتی۔ آپ کے درجہ اور رتبہ کی نسبت خدا نے قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فرما کر پردہ ہی ڈال دیا ہے اور مشاہدہ سفرنامہ کی نسبت اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی فرما کر راز داری کا ثبوت دیا ہے۔

واپسی کا سفر:

پھر آپ ﷺ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ تو راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے

انہوں نے پوچھا کہ کتنی عبادت فرض ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے بتایا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپس بھیجا۔ کہ یہ عبادت بہت ہے۔ آپ نے پھر جا کر عرض کی تو نصف عبادت منسوخ ہوگئی اور 25 نمازیں اور تین ماہ روزے منظور ہوئے جب پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آ کر ملے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر واپس کیا۔ تو بارہ نمازیں اور چالیس روزے مقرر ہوئے۔ جب دوسری دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حال بتلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی عبادت بہت ہے۔ آپ تیسری دفعہ دربار الٰہی میں حاضر ہوئے۔ تو پانچ نمازیں اور ایک ماہ کے روزے فرض ہوئے۔ باقی منسوخ ہوئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ عبادت سنی تو پھر واپس جانے کی نسبت عرض کی مگر آپ ﷺ نے فرمایا اب مجھے بار بار جاتے شرم آتی ہے۔ میں نہیں جاتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی جو شخص پانچ نمازیں روزانہ اور ایک ماہ کے روزے سالانہ ادا کرے گا۔ اس کو پچاس نماز روزانہ اور چھ ماہ سالانہ روزوں کا ثواب عطا کروں گا یہ حکم سنتے ہی آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے تو ابھی تک آپ کا بستر گرم تھا اور وضو کا پانی جو جاتے وقت کیا تھا۔ ابھی زمین پر حرکت کر رہا تھا۔ رات اتنی ہی تھی جتنی آپ چھوڑ کر عالم بالا پر تشریف لے گئے تھے۔ سبحان اللہ

منکرین کا اعتراض:

جب معراج کی خبر مکہ معظمہ میں گرم ہوئی۔ تو آپ کے صحابہ کرامؓ نے سر تسلیم خم کیا۔ مگر منکرین نے اس واقعہ کو غلط مانا اور اعتراض کرنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے (پ 15 س بنی اسرائیل رکوع 10)

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ
فَاَبٰٓی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ○ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ
حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ○ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ
جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا ○

أَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَاْتِيَ
بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ○ أَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ
زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ○ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ
حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ
كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ○

ترجمہ: اور ہم نے تو اس قرآن میں ہر ایک مطلب مثال کی طرح لوگوں کے (سمجھانے کے لیے) پھیر پھیر (واضح طور پر) کر بیان کیا ہے اور پھر بھی اکثر لوگ انکار کے سوا کچھ نہیں مانتے اور کہتے ہیں۔ ہم تو کبھی تیری بات ماننے والے نہیں۔ جب تک تو ہمارے لیے ایک چشمہ زمین سے بہائے۔ یا تیرا ایک باغ لگ جائے کھجور اور انگور کا اور اس کے بیچ میں پانی بھر پور نہریں بہائے یا جیسا تو کہا کرتا ہے ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادے یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو لا سامنے کھڑا کر (یعنی ہم خود آنکھ سے دیکھیں) یا تیرا ایک گھر ہو سونے کا یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور صرف چڑھ جانے سے ہم ماننے والے نہیں۔ جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتار لاؤ۔ جس کو ہم خود پڑھ لیں (اے پیغمبر ان کے جواب میں کہہ دیجئے سبحان اللہ۔ میں ہوں کیا۔ ایک بندہ ہوں (اللہ تعالیٰ کا) پیغام پہنچانے والا۔

جب ان کے ایسے سوالات کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے دیا تو پھر دوسری طرز پر اتر آئے یعنی آپ ﷺ کا امتحان لیا گیا۔ آپ کبھی شہر دمشق میں تو گئے ہی نہ تھے سوائے عالم معراج کے اس واسطے انہوں نے بیت المقدس کی آپ ﷺ سے نشانیوں پوچھیں جو کہ آپ ﷺ نے ٹھیک بتائیں۔ کیونکہ آپ بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھ کر عالم بالا میں تشریف لے گئے تھے۔ پھر منکرین نے کہا کہ ہمارے قافلے اس طرف تجارت کی

غرض سے گئے ہوئے ہیں۔ ان کا کچھ حال بتاؤ۔ آپ ﷺ نے راستہ میں چلتے ہوئے قافلہ کا جو حال دیکھا تھا۔ بتا دیا۔ جب قافلہ والے شہر مکہ میں پہنچے تو ان سے وہ حال جو کہ آپ ﷺ نے بتایا تھا۔ پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے۔ تو کفار اشرار جھٹ بول اٹھے۔

مَاهٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

ترجمہ: یہ جادو ہے ظاہر ہے۔

مگر جب قافلہ والوں کو اصل حال معلوم ہوا تو انہوں نے اسی وقت دین اسلام اختیار کر لیا۔

معراج عالم بیداری میں بعض کے اقوال کے بموجب 17۔ ربیع الاول اور یا 27 ماہ رجب کو ہوا۔ مگر ٹھیک ماہ رمضان معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب آپ ﷺ نے خداوند کریم کے سلام کے جواب میں اپنی امت عاصی کو بھی شریک کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اگر آپ نے اپنی امت کو بھی شریک کیا ہے تو ہم اپنی رحمت سے آج کی رات ان کے لیے مخصوص کرتے ہیں۔ یہ رات ہزار مہینوں سے اچھی ہوگی۔ تو اس سے صاف ظاہر۔ ہے کہ معراج ماہ رمضان میں لیلۃ القدر کی رات کو ہوا۔

بارھویں سال نبوت میں جبکہ آپ ﷺ کی عمر کا باونواں سال شروع ہوا سوائے اس کے وہ کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں کہ اس سال حج کے موقعہ پر مدینہ منورہ کے چند آدمی اور آئے اور مشرف باسلام ہو کر یہ خواہش کی کہ یا تو جناب خود ہمارے شہر میں تشریف لے چلیں یا ہمارے ساتھ فی الحال کوئی آدمی بھیج دیں۔ آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف بھیج دیا۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں اسلام کی خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ گو اول اول اہل مدینہ نے کچھ انحراف کیا۔ مگر جب انہوں نے قرآن کو بغور سنا تو دل نرم ہو گئے اور داخل اسلام ہونے لگے۔

نبوت کا تیرھواں سال:

اب زمانہ نے ایک اور پلٹا کھا کر گزشتہ افسانے کا خاتمہ کر دیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی نبوت کا تیرھواں سال شروع ہے۔ حج کے دن ہیں۔ گردونواح سے زائرین نہایت شوق کے ساتھ لبیک لبیک کہتے ہوئے قدم بڑھاتے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع کو غنیمت جان کر حاجیوں کے درمیان اشاعت اسلام کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے دیگر اصحاب کبار بھی کفار خونخوار کے مقابلہ میں آپ ﷺ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ادھر کفار جفا کیش بھی آپ کو مختلف بہتانوں سے منسوب کر کے اپنی جاہلیت کا پورا ثبوت دے رہے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور چپکے چپکے کچھ عرض کی۔ آپ ﷺ سنتے ہی اس آدمی کے ہمراہ باہر تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اہالیان مدینہ منورہ کا ایک گروہ آپ ﷺ کے انتظار میں بے تاب ہو رہا ہے۔ اور زبان حال سے پکار رہا ہے۔

شعر

لائے تشریف مریضوں کی تسلی کے لیے
جان و دل سے ہیں طلبگار رسول عربی

جب آپ ﷺ اس گروہ کے پاس پہنچے۔ تو سرو قد تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور بصد ادب التجا کی کہ اسلام ہم پر واضح کریں۔ اتفاق سے دوسری طرف دشمنوں کو بھی پتہ چل گیا اور ایک اچھا خاصہ گروہ مسلح ہو کر دریافت حال کے لیے آیا۔ جب اہالیان مدینہ نے اس منظر کو دیکھا۔ تو بباعث غیر مسلح ہونے کے خوف زدہ ہو گئے۔ اور روانہ ہو گئے۔ جاتے ہوئے کہہ گئے کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم کل رات کو فلاں مقام پر حاضر ہو جائیں گے۔ آپ تشریف لے آئیں اس وقت دشمن تیز رفتاری سے آ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کے گروہ کی طرف روانہ ہوئے اور اسی طرح اسلام کے متعلق دعوت

کرنے لگے۔ قریش کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ مگر حافظ حقیقی نے ان کے دلوں پر اس قدر رعب ڈال دیا کہ بلا چون و چرا چپکے سے چلے گئے۔

ہجرت مدینہ:

جب رات کا وقت ہوا تو اہالیان مدینہ کے آدمی ایک ایک کر کے مقام مقررہ پر پہنچ گئے اور آپ ﷺ بھی اپنے چچا عباس (حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر خیر خواہ ضرور تھے) کو ہمراہ لے کر پہنچے۔ بعد از مشرف باسلام ہونے کے انہوں نے خواہش کی۔ کہ براہ مہربانی آپ مدینہ طیبہ میں تشریف لے چلیں۔ تو ہر طرح سے آپ کی حفاظت وحمایت کی جائے گی اور ہماری بھی عزت ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری عزت خدا ہر جگہ کرتا ہے۔ تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں۔ اگر خدا نے حکم دیا کہ ہجرت کر جاؤ۔ تو ضرور مدینہ میں آ جاؤں گا۔ بعد ازیں آپ ﷺ نے ان میں سے چند آدمیوں کو افسر مقرر کر دیا اور قافلہ روانہ ہو گیا۔ کفار کے جاسوس نے اس امر کی اطلاع قریش کو دی۔ تو مسلح ہو کر اس قافلہ کے پیچھے روانہ ہوئے کہ ان کو قرار واقعی سزا دی جائے جب مقابلہ ہوا تو اہل مدینہ بباعث نہ ہونے ہتھیاروں کے فرار ہو گئے اور ان کے بڑے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ مکہ میں آ کر ان پر بڑا تشدد کر رہے تھے کہ اتنے میں حارث بن امیہ نے آ کر چھڑا دیا۔ کیونکہ سعد کا حارث کے ساتھ بہت سا تجارتی تعلق تھا۔ جب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رہا ہو کر مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے تو راستہ میں اہل مدینہ سے جو مسلح ہو کر قریش مکہ سے جنگ کی خاطر آ رہے تھے۔ ملاقات ہوئی۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ان کو واپس لے گئے اس واقعہ سے قریش اور بھی بہت سا تشدد کرنے لگے تو بموجب حکم الٰہی آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ایک ایک دو، دو ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف چل دیئے جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا سامان لیس کیا تو تیار ہو کر کعبہ میں آئے اور قریش کو پکار کر کہا کہ تم اور شخصوں کے ساتھ ہجرت کرنے سے الجھ رہے تھے۔ جو شخص اپنی عورت کو بیوہ اور اولاد کو یتیم کرنا چاہتا ہے۔ وہ میرے مقابلہ پر آئے مگر یہ بات سن کر کسی کو حوصلہ نہ ہوا اور دم بخود ہو کر گھروں میں چلے گئے۔ یہ حال دیکھ کر

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عازم مدینہ ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے پندرہ روز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کی۔ مکہ مکرمہ میں سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور کوئی بھی نہ رہا۔

انصار نے مہاجرین کو اچھے اچھے مکانوں میں اتارا۔ دل کھول کر خاطر تواضع کی اور جو کوئی مہاجر مدینہ طیبہ میں پہنچتا۔ اسی سے دریافت کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کب تشریف لائیں گے۔ انتظار میں تمام دن چھتوں پر چڑھ کر راہ دیکھتے بلکہ رات کو بھی اکثر اوقات راہ دیکھتے۔

قریش کے باہمی مشورے:

جب قریش نے پھر شہر کو اجاڑ ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو انگلیاں کاٹنے لگے اور اپنی پہلی ناکامی کا (جو لوگ حبشہ میں ہجرت کر گئے تھے اور نجاشی نے ان کو واپس بھیجنے سے انکار کر دیا تھا جب قریش نے اپنے آدمی نجاشی کے پاس بھیجے تھے وہ حسرت ان کے دل میں تھی) خیال کر کے نہایت ہی طیش میں تھے۔ آخر کار سب دارالامارت میں جمع ہوئے اور قسم کھائی کہ آج ہی جو فیصلہ کرنا ہو کر لیا جائے ایسا نہ ہو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہجرت کر جائیں۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہجرت کر کے چلے گئے تو غضب ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی زبان میں وہ فصاحت ہے کہ کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ اسی اثناء میں شیطان لعین ایک نہایت ضعیف العمر آدمی کی صورت میں بطور ناصح کے مجلس میں آیا اور کہا کہ میں نجد کے علاقہ کا رہنے والا ہوں میں نے اس جگہ کے تمام حالات سنے ہیں درحقیقت تمہیں اس امر کا ضروری انتظار کرنا چاہیے۔ جب قریش نے اس لعین کو اپنا شفیق و رفیق پایا تو بڑی خوشی و خاطر تواضع سے پیش آئے اور اپنے مشورہ میں شریک کر لیا۔ ہشام بن عمر اٹھا اور کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قید کر کے ایک مکان میں ڈال دیں۔ تو بھوکا پیاسا جان بحق ہو گا۔ شیطان مردود نے جو کہ ایک نجس وجود بے سود ہے۔ بطور ناصح کے آیا تھا۔ کہا یہ تجویز ناقص ہے۔ اغلب

ہے کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب اور دیگر مسلمان برسرپیکار ہو جائیں اور اس کو چھڑا لے جائیں بعد ازاں ابو جہل لعنۃ اللہ علیہ اٹھا اور کہا کہ ہر ایک قبیلے کا ایک ایک جوان شمشیر آبدار ہاتھ میں لے کر رات کو محمد (ﷺ) کے مکان کو گھیر لیں اور سب مل کر یکلخت اپنا اپنا وار کریں۔ اس طریقہ سے یہ فائدہ ہوگا کہ اصل قاتل معلوم نہ ہوگا اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سارے قبائل سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اور ہم ہمیشہ کے واسطے مخلصی حاصل کریں گے اور بے کھٹکے اپنے معبودوں کی عبادت کریں گے۔ اس تجویز کے سنتے ہی بدذات لعین خوشی سے کود پڑے اور تجویز کو جہاں تک ممکن ہو سکا سراہا۔ آخر یہی رائے منظور ہوئی اور وہ جوان منتخب کر کے جو کہ رات کو آپ ﷺ کے مکان کا محاصرہ کریں گے۔ مجلس کو برخاست کیا اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کفار کے بُرے ارادوں سے مطلع کیا۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں (پ 9 س الانفال رکوع 4)

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ
اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَا
کِرِیْنَ ○

ترجمہ: (اور اے پیغمبر) جب کافر داؤ کرنے لگے۔ تجھ کو قید کریں یا قتل کریں۔ یا خارج البلد کریں اور اپنا داؤ کر رہے تھے۔ تو اللہ (اپنا) داؤ کر رہا تھا اور اللہ سب داؤں کرنے والوں میں بہتر داؤ کرنے والا ہے۔

نظم

توہین وتضحیک بتاں سے جبکہ سب اہل قریش　　بن گئے خون کے پیاسے تھا منغص ان کا عیش
ہو گئے بیت الحرام میں جمع سارے جیش جیش　　اور لگے کرنے صلاح یوں مل کے ہائے اہل طیش
پتھروں سے روز وشب خون میں نہلاتے ہیں جسے
پردۂ دنیا سے کردیں نیست ونابود اسے
تھا مصر کوئی جلاوطنی پہ ظالم　　مشورۂ قتل محمدؐ کا کسی نے تھا دیا
کوئی کہتا تھا کہ وہ حبس دوامی کی سزا　　آخرش بولا ابوجہل لعین بے حیا
فرد واحد نے محمدؐ پر اٹھایا ہاتھ اگر
آل ہاشم کمر باندھے بالیقین قصاص پر
ہے یہ بہتر کرو تم عمل اس پر دوستو　　تیغیں کھینچو اور در احمد کو جا کر گھیر لو
وہ لڑے یا نہ لڑے لیکن جب آئے روبرو　　دفعتۃً تم مل کے سب سینے پر خنجر گھونپ دو
اس طرح سے ہو گے تم مقصد میں اپنے شادکام
آل ہاشم کو بھی ہوگا لینا مشکل انتقام
سن کے اس تدبیر کو کرنے لگے سب واہ واہ　　داد عقل ابوجہل پر ہر بے حیا دینے لگا
جوم کر فرط خوشی سے کہہ رہے تھے برملا　　سب سے بہتر ہے یہی تدبیر قتل مصطفےٰ
فرد واحد پر نہیں الزام آتا اس طرح
آل ہاشم کس سے لے گی انتقام اور کس طرح

دشمنوں کا ہو چکا جب یہ ارادہ استوار   اور درِ اقدس پر آئے لے کر خنجر آبدار
تا کہ جب باہر تہجد گھر سے نکلیں نام دار   خرخشہ سارا مٹا دیں کر کے حملہ ایکبار
ناگہاں جبرائیل لائے حکم رب ذوالجلال
ہدیہ صلوات دے کر یوں وہ بولے باکمال
یا محمدؐ مصطفٰے محبوب رب ذوالمنن   امر خالق ہے کہ چھوڑیں آپ اب مکہ وطن
جایئے سوئے مدینہ زود تر اے جان من   منتظر ہیں دید کے مشتاق واں سب مرد و زن
یا حبیب کبریا صدیقؓ کو ہمراہ لو
اور بستر پر علیؓ اللہ حوالے چھوڑ دو   (مؤلف)

* * *

باب نمبر 4

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

اس حکم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بہتر ہے کہ ہم بھی مدینہ طیبہ کی طرف چلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکم کا منتظر ہوں یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زادراہ کا انتظام کرنا شروع کیا ابھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس انتظام سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ حسب قرار داد کفار تلواریں بلند کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آموجود ہوئے۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام ہجرت کا حکم لے کر آگئے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ
صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ط

اور یہ بھی عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سوتے چھوڑ جانا اور مدینہ طیبہ کی طرف رجوع کرنا جب کچھ رات گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹایا اور دعائے خیر مانگی اور فرمایا کہ خدا شر دشمناں سے تمہیں نجات دے گا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ سے نکلے تو سورت یٰسین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ
الْحَكِیْمِ ۙ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ عَلٰی صِرَاطٍ
مُّسْتَقِیْمٍ ○ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ○ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ
اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ○ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی

أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ
أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ ۝ وَجَعَلْنَا
مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ
فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝

ترجمہ: شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو بہت بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ حکمت والے قرآن کی قسم۔ بیشک تو پیغمبروں میں سے ایک (پیغمبر) ہے سیدھے راستہ پر۔ یہ قرآن زبردست رحم والے کا اتارا ہوا ہے۔ اس لیے کہ تو ان لوگوں کو ڈرائے۔ جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے اور وہ غافل ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا فرمانا پورا ہو چکا ہے۔ وہ تو ایمان نہ لائیں گے اور ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں۔ وہ ٹھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے ہیں) تو وہ اپنا سر اٹھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کے سامنے آڑ کر دی ہے اور ان کے پیچھے آڑ کر دی ہے۔ اور اوپر سے ان کو ڈھانک دیا ہے۔ تو وہ دیکھ ہی نہیں سکتے۔

فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ تک آپ ﷺ نے پڑھی اور ایک مٹھی مٹی کی اٹھا کر ان آدمیوں کی طرف پھینک دی۔ جو کہ دروازے کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ مٹی کا ڈالنا تھا کہ نظریں بند ہو گئیں اور دکھائی کچھ نہ دیا۔

غارِ ثور میں قیام:

آپ ﷺ صاف نکل گئے۔ اور سیدھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ فوراً اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کی راہ لی صبح ہونے کے وقت آپ ایک غار المعروف ثور کے کنارے پہنچے۔ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے اندر جا کر غار کو اچھی طرح سے صاف کیا اور تمام سوراخوں میں اپنا

کپڑا پھاڑ پھاڑ کر دے دیا۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ اس کے واسطے کپڑا نہ ملا۔ اونٹ تو جدھر کے تھے۔ اِدھر کو روانہ کر دیئے اور تیسرے دن غار پر پھر آ جانے کو کہا۔ جب غار کے اندر داخل ہوئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سوراخ خالی پر اپنی ایڑی لگا دی۔ اسی وقت بحکم خدا غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا اور ایک طرف کبوتروں نے انڈے دے دیئے۔

کفار کی شرمندگی:

اب دوسری طرف کی سنئے! کفار مردار شمشیر آب دار ہاتھوں میں لیے ہوئے آپ کے آستانہ عالی پر محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ جب آپ کو اتنی دیر گھر سے نکلے ہو گئی کہ قریش کی زد سے باہر نکل گئے ہوں گے تو ایک شخص اندر سے نکلا اور دروازہ پر آدمیوں کا ہجوم دیکھ کر دریافت کیا کہ تم یہاں کیوں جمع ہو۔ ان کمینوں نے اپنے مطلب کو ظاہر کیا تو وہ آدمی بولا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہاں نہیں۔ وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ یہ سن کر قریش بداندیش نے دروازے کی دراڑوں سے جھانکنا شروع کیا۔ تو کہنے لگے وہ دیکھو اپنی چارپائی پر سو رہا ہے۔ یہ کہہ کر وہ آدمی اندر داخل ہوئے اور اس آدمی نے جو کہ درحقیقت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جگا دیا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تلوار کا وار کر دیں۔ جب قریش نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا۔ تو حیران رہ گئے اور پوچھا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تمہارا کوئی نوکر تھا کہ مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ کیا تم نے مجھے ان کی نگہبانی پر مقرر کیا تھا؟ کہ اب ان کو نہ پا کر دریافت کر رہے ہو۔ مجھے کیا خبر ہے کہ کہاں ہیں۔ یہ سن کر کفار اشرار ندامت اٹھا کر واپس چلے گئے۔

رسول کریم ﷺ کی تلاش:

صبح اٹھ کر ابوجہل لعین نے انعام رکھا کہ جو شخص محمد (ﷺ) کو پکڑ کر لائے گا۔ یا اس کو قتل کر کے اس کا سر میرے پاس لائے گا۔ وہ سو اونٹ سرخ بالوں کے علاوہ اور بہت سا نقد انعام دیا جائے گا۔ یہ خبر دور و نزدیک ہر جگہ پہنچ گئی اور آپ کی تلاش شروع ہوئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزندار جمند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی دریافت کیا۔ کہ تمہارے والد کہاں ہیں مگر انہوں نے انکار کر دیا کہ مجھے کوئی علم نہیں۔ ہر چہار اطراف میں بڑے بڑے تیز رفتار اونٹ اور گھوڑے دوڑا چکے۔ مگر بفضل خدا سید ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراغ نہ مل سکا۔ آخر ایک شخص ابو کیدر (سراغ رساں کا نام ہے جو کہ نشان دیکھتا ہوا غار پر پہنچا) پاؤں کے نشان دیکھتا ہوا اس غار کے منہ پر پہنچا۔ جس میں آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ کہنے لگا کہ تمہارا مطلوب اس غار سے آگے نہیں گیا۔ کفار نے ابو کیذر کو مکڑی کا پرانا جالا تنا ہوا اور کوڑا کرکٹ بوسیدہ اور کبوتر کے انڈے دکھلا کر بہت سی لعنت ملامت کی۔ اور کہا کہ تو ہمارے ساتھ تمسخر کرتا ہے دیکھتا نہیں کہ تیرے باپ کے وقت سے بھی پہلے کا جالا تنا ہوا ہے اگر کوئی آدمی اس غار میں ہوتا تو جالا کیوں سلامت رہتا۔ نا امید ہو کر غار سے پلٹ آئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (پ 10 س التوبہ ع 6)

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ؕ

ترجمہ: اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو۔ (تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں) اللہ تعالیٰ اس کی مدد کر چکا ہے۔ جب مکہ کے کافروں نے اسے نکال دیا۔ صرف دوم (حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) جب دونوں غار میں چھپے ہوئے تھے۔ جب پیغمبر اپنے ساتھی (ابوبکر) سے کہہ رہا تھا۔ غم مت کھا۔ بے شک اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔

نوٹ: اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ بعض منافق جہاد کے واسطے شریک ہونے سے کتراتے تھے۔

آپ ﷺ کے رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ غار میں روزانہ رات کے وقت مکہ کے جملہ حالات سے آگاہی دے جاتے۔

سانپ کا کاٹنا:

غار میں تین دن رات رہے۔ اسی اثناء میں اس سوراخ سے جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ایڑی دی ہوئی تھی۔ ایک سانپ نکلا۔ ہر چند سانپ نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا۔ مگر پاؤں نہ ہٹایا۔ آخرکار سانپ نے کاٹا۔ اس وقت آپ ﷺ غار میں سو رہے تھے۔ زخم کے لگتے ہی ہر چند حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درد و تکلیف کو ضبط کرنا چاہا۔ مگر زہر کے کافی طور پر اثر کر جانے سے ضبط نہ ہوسکا اور آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ جب آپ ﷺ کی آنکھ کھلی۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو روتے دیکھ کر باعث پوچھا۔ تو حضرت ابوبکر نے سارا ماجرا سنا دیا۔ آپ ﷺ نے فوراً زخم پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ تو درد جاتا رہا۔ اور شفا کلی حاصل ہوگئی۔

سراقہ کا واقعہ:

تیسرے دن جبکہ عبداللہ اور عامر بن فہیرہ دو اونٹ لے کر جن کا انتظام پہلے سے کیا ہوا تھا۔ آ گئے تو ایک پر آپ معہ اپنے رفیق صدیق رضی اللہ عنہ کے اور دوسرے پر عبداللہ اور عامر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دن چڑھتے تک دشمنوں کی زد سے پورے طور پر محفوظ ہو گئے۔ چلتے چلتے راستہ میں ایک شخص مسمی سراقہ آپ کے سامنے آیا اور حملہ کرنے کا ارادہ کیا ابھی تیر کمان سے نکلنے ہی کو تھا۔ کہ گھوڑے پر سے زمین پر گر پڑا اور کمان چھوٹ گئی اور خود بھی زانو تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے نہایت عاجز ہو کر آپ ﷺ سے التجا کی۔ کہ یہ آپ ہی کے تیر دعا کا اثر ہے۔ میرے حال پر رحم فرمائیے۔ میں پھر بھی ایسے منحوس ارادے کو دل میں جگہ نہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے خدا سے دعا کی۔ تو زمین کے پنجہ سے چھوٹ گیا اور سلام کر کے چلتا بنا۔ جو کوئی راستہ میں ملتا اور آپ ﷺ کی نسبت استفسار کرتا تو سراقہ کہتا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرف گئے ہی نہیں۔ یہ شخص بعد از جنگ حنین مسلمان ہوا۔

دودھ میں برکت:

سراقہ کے واقعہ کے بعد تھوڑی ہی دیر میں ایک جھونپڑی پر پہنچے جو کہ عین مکہ اور مدینہ کے راہ پر تھی۔ اس جگہ سے مسافروں کی سہولت کا سامان بخوبی قیمتاً مل سکتا تھا۔ ایک بڑھیا عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس سے دودھ طلب کیا تو اس نے کہا کہ ایک تو آج کل بباعث بارش کے نہ ہونے کے پہلے ہی مشکل ہو رہی ہے دوسرے جو بکریاں دودھ دینے والی ہیں۔ ان کو میرا لڑکا ابو سعید باہر چرانے کے لیے لے گیا ہے۔ صرف ایک بکری اس جگہ موجود ہے جو کہ دودھ اس قدر بھی نہیں دے سکتی کہ ایک بچے ہی کا گذارہ ہو سکے وہ بھی اس وجہ سے اس جگہ ہے۔ کہ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ آنحضرت ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کو دوہنا شروع کیا۔ بہ طفیل دست مبارک محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس افراط سے دودھ دیا کہ علاوہ ان چاروں آدمیوں کے سیر ہو کر پینے کے بہت سا دودھ بچ رہا۔ آپ آرام کرنے کے بعد معہ اپنے ہمراہیوں کے چلے گئے۔ شام کے وقت جب ابو سعید گھر میں آیا۔ تو اپنی والدہ سے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ اس قدر دودھ کہاں سے آ گیا۔ ابو سعید کی والدہ نے سارا واقعہ من وعن سنا دیا۔ بس یہ سننا تھا کہ ابو سعید بھی بڑی تیزی کے ساتھ روانہ ہوا اور راستہ میں ہی آپ ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کر کے مشرف باسلام ہوا۔ اور خوشی خوشی گھر کی طرف واپس آیا۔

چونکہ شقی ازل ابو جہل مردود کے انعام کا اشتہار تمام عرب کے ملک میں مشہور ہو گیا تھا۔ اس واسطے کئی لالچی اِدھر اُدھر تلاش کر رہے تھے کہ جس طرح ہو سکے انعام حاصل کریں۔ (کیونکہ قریش کعبہ کے متولی ہونے کے باعث تمام عرب میں ممتاز اور اشرف سمجھے جاتے تھے۔ اس واسطے جمیع قبائل قریش مکہ کی خوشنودی اور ان کے احکام کی تعمیل کو فرض اول سمجھتے تھے)

بریدہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

انہی لالچیوں میں سے ایک شخص مسمی بریدہ خضیب جو کہ قبیلہ بنی سلیم کا حاکم تھا۔

ستر آدمیوں کے ساتھ اپنے علاقہ میں گشت لگا رہا تھا کہ جہاں کہیں محمد (ﷺ) ملے۔ فوراً گرفتار کر کے انعام حاصل کروں۔ حاصل کلام بریدہ معہ اپنے ہمراہیوں کے آپ ﷺ سے دوچار ہوا۔ اول ہی اول آپ ﷺ نے بریدہ سے مختلف قسم کے سوال کیے۔ جب بریدہ جواب دے چکا تو بریدہ نے سوال کرنے شروع کیے۔ جن کا جواب آپ ﷺ نے باحسن وجوہ دیا۔ جب آپ نے سوالات کے جواب سے فرصت پائی۔ تو جھٹ بریدہ کو اسلام کی طرف بلایا۔ بریدہ فی الفور ہتھیار پھینک کر معافی کا خواستگار ہوا اور حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہوا۔ وہ بعد ازاں اپنے آپ کو قبیلہ میں لایا اور جملہ لوگوں کو مشرف باسلام کیا ابھی آپ قبیلہ بنی سلیم میں ہی فروکش تھے کہ ایک شخص مسمی ابولیلیٰ مدینہ سے آیا۔ ابولیلیٰ کے آتے ہی آپ ﷺ نے سوال کیا کہ تو ابولیلیٰ ہے اور تبع کی چٹھی تیرے پاس ہے (بشائر میں تبع کی چٹھی کا ذکر ہے۔ جو کہ ابوایوب انصاری کو بطن بعد بطن جو شامول حکیم سے ساتویں پشت پر تھا ملی تھی۔ اور اس نے اپنے فرزند ابولیلیٰ کو دے کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا) ابولیلیٰ نے جواب دیا۔ من انت مالت اعرف وجهك اثر السحر۔ یعنی تو کون ہے اثر سحر تو تیرے چہرے سے ظاہر نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ انا محمد بن عبداللہ هات الکتاب تبع کی چٹھی جو تمہارے پاس ہے لاؤ۔ وہ چٹھی میری ہی طرف لکھی گئی ہے۔ میں ہی وہ پیغمبر آخر الزمان ہوں۔ ابولیلیٰ فرط خوشی سے جامہ میں پھولے نہ سمایا اور آداب بجا کر چٹھی آپ ﷺ کے پیش کی اور کہا مرحبا یا اخ الصالح بعد اس کے ابولیلیٰ آپ کو مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کی خوشخبری لے کر گیا اور اہل مدینہ منورہ کو کہا۔

ماز اغ کا کجوانین بھرے والشمس کا بٹنہ مکھ پہ ملے
ہے میم کا گھونگٹ سہرہ تلے وہ رکاب سنوارا آوت ہے
یٰس کی چمک ہے دانتوں میں طٰہٰ کا کرشمہ ہے آنکھوں میں
والفجر کا جلوہ گالوں پہ وہ عرش کا تارا آوت ہے

بعدہٗ بریدہ بن خضیب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ عازم مدینہ ہوئے۔

اہل مدینہ کی خوشی وانتظار:

ادھر یثرب والوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد سنی۔ تو نہایت شاداں وفرحاں صبح کے وقت رستہ پر بیٹھ جاتے اور کچھ رات گئے گھروں کو واپس جاتے رات کو بھی نرگس کی طرح انتظار میں رہتے۔ غرضیکہ اہل یثرب کا حال جو آپ کی مفارقت اور آمد آمد کی انتظار میں تھا۔ قابل شرح نہیں ہے۔

آشفتہ را گواہ نباشد بہ عاشقی
رنگ رخش زرد بہ بیں بدانکہ ہست

اسی حال میں ایک دن ایک یہودی کسی کام کی غرض سے چھت پر چڑھا اور مکہ مکرمہ کی طرف منہ کیا۔ تو دیکھتے ہی پکار اٹھا۔ اے اہل مدینہ وہ عالیجاہ شہنشاہ وہ نامدار سردار وہ محبوب مرغوب ومطلوب وخوش اسلوب وہ سید کونین ناسخ ادیان وہ شمع ہدایت وخاتم رسالت جس کے انتظار میں ہم نے چشم نرگس کو بھی گرد کردیا ہے آپہنچا۔ وہ تشنہ لبوں کا آرام جان آن پہنچا۔ یہ خبر آناً فاناً سارے شہر میں پھیل گئی۔ کہ رسول اکرم محبوب ارحم ہمارے شہر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف وممتاز کرنے والے ہیں کیا چھوٹے کیا بڑے کیا مرد کیا عورت کیا بچے بوڑھے۔ سب عالم شوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی خاطر یہ شعر پڑھنے لگے۔

آنا ترا مبارک اے جاہ شان والے
خوشیاں منا رہے ہیں سارے جہان والے

بے تحاشا دوڑے اور کئی فرط خوشی سے گانے لگے۔

نظم

جوش شوق نغمہ بہجت ہے دل میں اس قدر
رشک تار ساز ہے ہر نفس کا ہر تار آج

بیگماں جوش مسرت سے ہے گویا ہوگیا
غنچہ تصویر بھی جوں غنچہ منقار آج
یک بیک ظلمت کو بس کافور جس نے کردیا
ہم میں ہے روشن ہوئی وہ شمع پر انوار آج
شادمانی کے ترانے اڑ رہے ہیں ہر طرف
شادیانے بج رہے ہیں کوچہ و بازار آج
ذوق نغمہ سنجی میں ہیں محو مرغان چمن
جھومتے ہیں وجد میں نخل اور اشجار آج
آسمان قربان ہوتا ہے زمین پر گھوم گھوم
ہے خرام نازنین خود گردش اووار آج

مدینہ منورہ کی لڑکیاں فرط شوق سے آنحضرت ﷺ کو دور سے دیکھ کر خوشی کے ساتھ گانے لگیں۔ جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا
مِنْ ثَنِیَّۃِ الْوَدَاعْ

مدینہ منورہ میں قیام گاہ:

الغرض آپ ﷺ بروز دوشنبہ بارھویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ہر کوئی یہی چاہتا تھا کہ منبع خیر و برکت چشمہ فیض وحشمت یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے مکان پر ہی نزول فرمائیں مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا اونٹ جہاں دوزانوں ہوگا۔ وہاں ہی نزول ہوگا۔ آخرکار آپ ﷺ کا اونٹ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (اہل مدینہ نے اپنے اپنے مقدور کے موافق اپنے اپنے مکانوں کی آرائش کی۔ مگر ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ میں غریب ہوں میرے مکان پر حضرت کب نزول فرمانے لگے۔ کوئی آرائش ہی نہ کی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو عاجزی کی تواضع پسند ہے۔ ان کو یہ برکت اس تواضع کے یہ شرف ملا) کے محلہ میں انہی کے گھر کے پاس جاکر

بیٹھ گیا۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

سبحان اللہ زمانہ بھی کیسے کیسے رنگ بدلتا ہے اور کیا کیا منظر پیدا کرتا ہے کبھی دن ہے کبھی رات کبھی صبح ہے تو کبھی شام۔ کبھی اندھیرا ہے کبھی اجالا۔ کبھی بادخزاں کا دور دورہ ہے تو کبھی بہار کی سلطنت آجاتی ہے رنگا رنگ کے پھول کھلے ہیں۔ پھلوں کی کثرت ہے۔ ہر ایک شجر غرضیکہ ساری زمین جوبن پر نظر آتی ہے۔ ٹھنڈی نسیم سحری پژمردہ دلوں سے مسیحائی کرتی ہے۔ جب گرمی آکر زور ڈالتی ہے اور چیزوں کو بھسم کر ڈالتی ہے۔ تو برسات جان میں جان ڈال دیتی ہے۔ غرضیکہ یہی چکر لگا رہتا ہے۔

اگر پہلے قریش کی تکلیف دہی سے تمام اصحاب جان بلب تھے۔ تو اب وہ وقت آگیا۔ کہ اسلام اظہر من الشمس ہوا اور ہر ایک حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہونے کی خواہش کرنے لگا۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر:

اب آپ ﷺ کی نبوت کا چودھواں سال شروع ہے اسی سال سے ہی مسلمانوں کے سن ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔ کچھ دن سفر کی کلفت کے باعث سوائے اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفید کرنے کے اور کچھ نہ کر سکے۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے مکان اور مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ جس میں آپ ﷺ بھی کافی امداد دیتے رہے۔ جس جگہ مکان اور مسجد تعمیر کی گئی۔ وہ پہیل اور سہیل دو یتیموں کی جگہ تھی جس کو ان کی مرضی سے خرید کر درست کیا گیا۔ گو اول اول ان یتیموں نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ مگر آپ ﷺ کے اصرار سے ان کو قیمت لینی پڑی جب مکان اور مسجد باحسن وجوہ تیار ہو گئے۔ تو آپ ﷺ نے اپنے قبائل کو اور دیگر مسلمان مستورات کو مدینہ طیبہ میں بلوالیا۔ اب نونہال اسلام دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگے۔ اہل مدینہ آپ کے اور اسلام کے بیدام غلام بن گئے۔ لیکن فرقہ یہود نے اسلام کو اختیار نہ کیا۔ مگر انہوں نے اہل اسلام سے ایک عہد نامہ کیا کہ ہم اپنے ہی دین پر

رہیں گے اور اہل اسلام سے کسی قسم کی عداوت نہ ہوگی۔ بلکہ اسی طرح دوستانہ تعلقات رہیں گے اور ایک دوسرے کے ہر حال میں ممد و معاون رہیں گے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

اسی سال میں فارس کا ایک شخص بنام سلمان (ابھی آپ پیدا نہ ہوئے تھے کہ ایک دن سلمان نے کسی عیسائی سے پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف سنے تھے۔ اس دن کام کاج چھوڑ کر عرب میں آگیا۔ جب آپ مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو سلمان کو پتہ لگا کہ وہ پیغمبر جس کی تلاش میں میں حیران و سرگرداں پھر رہا تھا مدینہ میں آگیا فوراً حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا) جو کہ عرصہ سے آپ ﷺ کا عاشق ہو کر قبائل عرب کی غلامی کر رہا تھا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور بصدق دل مسلمان ہوا۔

قبلہ کی تبدیلی:

جب 2 ہجری شروع ہوا۔ تو بعض یہود یہ کہنے لگے۔ کہ مسلمان ہمارے مذہب کی مخالفت تو کر رہے ہیں۔ مگر ہمارے ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ آپ نے دعا مانگی۔ کہ یا الٰہی بہتر ہو کہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کو قبلہ قرار دیا جائے۔ آپ کی دعا نے شرف اجابت حاصل کیا۔ آپ ﷺ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ دوران نماز میں حکم خداوندی آگیا۔ (پ 2 س البقر رکوع 17)

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً
تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا
كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اے پیغمبر ہم تیرا منہ بار بار آسمان کی طرف کرنا دیکھ رہے ہیں۔ جو قبلہ تو پسند کرتا ہے۔ وہی ہم تجھ کو دیں گے۔ اب اپنا منہ مسجد

حرام (کعبہ) کی طرف پھیر لو۔ اور (مسلمانو!) جہاں کہیں تم ہو، نماز میں اسی طرف اپنا منہ کیا کرو۔ بے شک اہل کتاب (یہود وغیرہ) جانتے ہیں کہ کعبہ کی طرف قبلہ ہونا حق ہے (اہل کتاب یعنی وہ لوگ جو توریت یا انجیل یا زبور کے پابند ہیں ان کی کتابوں میں درج ہے۔ کہ نبی آخر الزمان عرب میں پیدا ہوگا۔ اور ملت ابراہیم کو از سر نو زندہ کرے گا اور خانہ کعبہ کو قبلہ بنائے گا) ان کے مالک کی طرف سے اور اللہ ان کے کاموں کی طرف سے بے خبر نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے حکم کے پہنچتے ہی کعبہ کی طرف کو رخ کرلیا اور مسلمانوں نے بھی آپ کی پیروی کی۔ اس حال کے دیکھتے ہی یہود پھر چہ میگوئیاں کرنے لگے سچ ہے۔

ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

پھر حکم الٰہی نازل ہوا (س 2 آیت اول)

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

ترجمہ: اب قریب ہے کہ بیوقوف لوگ کہیں گے مسلمانوں کو جو پہلے قبلہ تھا۔ اس سے پھر جانے کی کیا وجہ ہوئی۔ (اے پیغمبر کہہ دیجئے مشرق اور مغرب دونوں اللہ ہی کے ہیں۔ جس کو وہ چاہتا ہے۔ سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔

تبدیل قبلہ کے متعلق ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ قریش بیت المقدس کی عظمت کے قائل نہ تھے۔

نیز چونکہ قریش نے کعبہ میں بت رکھے ہوئے تھے۔ اس لیے جب تک آپ ﷺ مکہ میں رہے اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا

تا کہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان ہمارے ہی بتوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس لیے بغرض تمیز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی۔

مدینہ طیبہ میں چونکہ یہود ونصاریٰ آباد تھے جو بیت المقدس کی عظمت کے قائل تھے۔ اور مسلمانوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے طعنہ دیا کہ مسلمان ہمارے ادیان کو تو منسوخ سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمارے ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو یہود اور نصاریٰ کا یہ طعنہ ناگوار گزرا اور چونکہ آپ ملت خلیلی کو لے کر دنیا میں آئے تھے اس لیے آپ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں بیت الحرام کو قبلہ قرار دیئے جانے کی دعا کی جو مقبول ہوئی اور بیت الحرام کو ہمیشہ کے لیے بسبب اس کی عظمت اور دنیا میں پہلا معبد ہونے کے لحاظ سے سنت ابراہیمی کو از سرِ نو زندہ کرنے کے واسطے قبلہ قرار دیا گیا۔

لڑنے کا حکم:

اسی سال میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شادی خانہ آبادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر نیک اختر خاتون جنت سیدۃ النساء بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ ابھی آپ نے مہم شادی سے فراغت حاصل ہی کی تھی کہ حکم خداوندی آ گیا۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ ط

ترجمہ: اب جن (مسلمانوں سے) کافر لڑتے ہیں۔ ان کو بھی لڑنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

اس حکم کے آتے ہی آپ نے حضرت عبیدہ بن حارث ؓ کو ساٹھ آدمیوں کی سرکردگی میں باہر اشاعت اسلام کے لیے بھیجا اور حکم دیا۔ کہ اول تین مرتبہ اسلام قبول کرنے کی نسبت کہو۔ اگر اسلام قبول نہ کریں۔ تو پھر جزیہ کی نسبت کہنا۔ اگر یہ بھی نہ مانیں تو لڑائی کا پیغام دو۔ اگر وہ لڑنے کے لیے تیار ہوں تو لڑائی کرو۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد پر ہے۔ اس

اسلامی لشکر میں انصار اور مہاجر دونوں شامل تھے۔ پہلے ان کا مقابلہ قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ ہوا۔ جو کہ بغرض تجارت شام کی طرف جا رہا تھا۔ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک آدمی قافلہ میں بھیجا۔ اور دین اسلام قبول کرنے کی نسبت کہا۔ مگر انہوں نے فوراً قاصد کو گرفتار کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ انجام کار ان کو ہتھیار اٹھانے پڑے۔ جب مسلمانوں کی شمشیر آبدار نیام سے نکلی تو قریش مکہ نے ہزیمت کو غنیمت جان کر فرار کا راستہ اختیار کیا اور مکہ مکرمہ میں ہی جا کر دم لیا۔ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ مظفر و منصور اشاعت اسلام کرتے ہوئے مدینہ طیبہ میں آئے۔

☆☆☆

غزوۂ بدر

(غزوہ اس لڑائی کو کہتے ہیں۔ جس میں آنحضرت ﷺ بہ نفس نفیس شامل رہے ہوں۔ اور سریہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں آپ ﷺ کے اصحاب شامل ہوں۔ خود آپ ﷺ شامل نہ ہوں)

قریش مکہ کا ایک قافلہ بسر کردگی ابوسفیان بعزم تجارت شام کی طرف گیا ہوا تھا۔ ادھر آپ بھی بمعہ اپنے اصحاب کے اشاعت اسلام کے واسطے گشت لگا رہے تھے کہ کوئی شخص بنام ضمضم قافلہ پہنچا۔ اور کہا کہ محمد (ﷺ) تمہارے قافلہ کو تاخت و تاراج کرنے کی غرض سے راستہ میں تیار بیٹھا ہے۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی ضمضم کو ایک چٹھی دے کر ابوجہل کی طرف روانہ کیا۔ ابوجہل مردود یہ سنتے ہی لشکر تیار کر کے عازم جنگ ہوا وہ تو چاہتا ہی تھا۔ باوجودیکہ بعض قریش نے منع بھی کیا۔ مگر وہ اپنی ضد سے باز نہ آیا۔ انہی دنوں میں عاتکہ بنت عبدالمطلب کو ایک خواب آیا۔ جو کہ ابوجہل کی شکست اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح پر دال تھا۔ جس وقت ابوجہل نے یہ سنا۔ تو تمسخرانہ کہنے لگا۔ شاید بنی عبدالمطلب سارے ہی پیغمبر ہو گئے ہیں۔ ابھی لشکر تھوڑی ہی دور مکہ سے نکلا تھا کہ دو شخص معہ اپنے قبیلوں کے عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب سے خوفزدہ ہو کر واپس ہو جانا چاہتے تھے کہ ابوجہل کو خبر ملی۔ تو آتے ہی کہا اے عتبہ اور اے شیبہ! کیا تم خود نامردی کر کے اپنے قبائل کو بھی نامرد مشہور کرنا چاہتے ہو۔ حاصل کلام ہر طرح سمجھا بجھا کر ان کے اس ارادے کو جنگ کے ارادہ سے بدل دیا۔ ادھر آپ ﷺ کو بھی اس امر کا پتہ چلا۔ تو فوراً اسی جگہ سے انہی

اصحاب کے ساتھ جن میں کچھ بے ہتھیار اور کچھ مسلح تھے اور سب کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ابو جہل کی طرف روانہ ہوئے۔ جس رات کو دونوں لشکر مقابلہ ہونے والے تھے۔ اس دن قافلہ بدر کے مقام پر تھا۔ ابو جہل کے ہمراہیوں نے پہلے آ کر تمام پانی وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور آپ کے ہمراہیوں کو خشک ریگستان اور بڑی خراب جگہ پر مقام کرنا پڑا۔ جس سے اکثر بدظن ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ (پ 9 س الانفال ع 1)

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ
بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا
بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُکُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ○ اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ
اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ
بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی
قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ○

ترجمہ: جب تم اپنے مالک سے فریاد کرتے تھے۔ اس نے تمہاری فریاد سن لی اور فرمایا کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا۔ ان کے پیچھے اور فرشتے ہوں گے۔ اور یہ فرشتوں کی مدد جو اللہ نے بھیجی۔ تو صرف تمہارے خوش کرنے کے لیے اور تمہارے دلوں کو اطمینان دینے کے لیے۔ ورنہ در حقیقت اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔ خدا نے بے ڈر بنانے کے لیے تم پر نیند ڈال دی اور آسمان سے تم پر پانی برسایا۔ تم کو پاک کرنے کے لیے شیطان کا وسوسہ دور کرنے کے لیے اور تمہارے دلوں پر (صبر اور یقین) کی گرہ باندھنے کے لیے اور تمہارے قدم جمانے کے لیے۔

قافلہ کا صحیح سلامت نکل جانا:

انجام کار قافلہ تو رات رات ہی میں چوری چل دیا۔ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ اب ہمارا مال واسباب زد سے باہر ہے۔ تو قافلے کے مسلح آدمی لے کر اپنی فوج میں آ شریک ہوا اور غیر مسلح مال واسباب لے کر مکہ کی طرف چلے گئے۔

صبح کے وقت جب بعض قریش نے دیکھا کہ قافلہ صحیح سلامت نکل گیا تو بنی عدی اور بنی کعب باوجود ابوجہل مردود کے بہت سمجھایا کہ واپس چلے جائیں اور کہنے لگے کہ ہمارا مقصد تھا کہ قافلہ صحیح سلامت نکل آئے سو وہ پورا ہو گیا۔ ہر چند انہوں نے باقی لشکر کو بھی واپس ہونے کی ترغیب دی۔ مگر ابوجہل کے سامنے کوئی پیش نہ گئی۔

مجاہدین اسلام کا عزم:

قصہ کوتاہ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے مسلمان دشمن کی کثرت تعداد دیکھ کر گھبرا گئے۔ بعض کمزور دل مسلمانوں نے کہہ دیا کہ ہم نہیں لڑتے۔ جب ان آدمیوں نے یہ الفاظ کہہ کر ہمت ہار دی تو بعض وفادار مہاجر اور انصار کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم وہ نہیں ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی فوج کی طرح کہہ دیں۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ

ترجمہ: اے موسیٰؑ تو اور تیرا خدا جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

بلکہ ہم ان کے برخلاف یہ کہتے ہیں۔

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُوْنَ

ترجمہ: (مہاجروں نے کہا) ہم آپ کے ساتھ ہو کر کافروں کو قتل کریں گے۔

انصار اور مہاجر کے یہ الفاظ کہتے ہی کمزور دل کے دل میں توانائی آ گئی اور جنگ شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے کفار کی طرف سے عتبہ اور شیبہ اور ولید میدان میں آ کر مبارزت طلب کرنے لگے۔ اہل اسلام میں سے حضرت معوذ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، اور حضرت عوفؓ بن الحارث انصاری میدان میں آ گئے۔ وہ مردود پلید ان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ہمیں

مہاجرین کے ساتھ لڑنے کی خواہش ہے۔ تم پلٹ جاؤ۔ یہ سن کر تینوں بھائی پلٹ آئے اور آ کر آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ تو آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان تینوں بہادروں نے ایک ایک کو لے لیا۔ جن میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دشمنوں کو تو ایک ہی وار میں واصل جہنم کیا۔ مگر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے زخم کاری لگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب یہ حال دیکھا۔ تو جھپٹ کر ولید پلید کا بھی کام تمام کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد:

اس حالت کے ہوتے ہی آتش حرب بہت زور سے مشتعل ہو گئی اور دیکھا کہ اہل اسلام کے پاؤں اکھڑنے والے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے علیحدہ ہو کر سر نیاز خدا کی درگاہ میں جھکایا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام لشکر فرشتگان کا مژدہ لیکر آئے۔ آپ ﷺ نے اٹھ کر لشکر کا دل بڑھایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ۔ (پ 4 س آل عمران رکوع 13)

ترجمہ: جب آپ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے۔ کیا تم کو بس نہیں اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتوں کو تمہاری امداد کے واسطے بھیج دے اور وہ آسمان سے اُتریں۔

اس سے شیطان لشکر کا دل بڑھا رہا تھا۔ مگر جب اس نے افواج ملائکہ کو دیکھا۔ تو سوائے فرار کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ نے ایک مٹھی کنکریوں کی اس زور سے ماری کہ جس جس کے وہ کنکری لگی۔ وہیں واصل جہنم ہو گیا۔

مسلمانوں کی فتح:

یہ دیکھ کر مسلمانوں نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ جو بڑے بڑے سردار تھے مثلاً ابو جہل، عاصم بن عوف، امیہ بن خلف، نوفل خویلد عقبہ بن ابی معیط وغیرہ قعر جہنم میں داخل

ہوئے اور بھی بہت سے قتل ہوئے اور ستر کے قریب مثلاً عباس بن عبدالمطلب، عقیل بن ابوطالب، ابوالعاص بن ربیع، وہب بن عمیر وہب بن جمجمی، نصر بن الحارث (یہ سب سے بڑھ کر آپ کا دشمن تھا) ابوعزیز بن عمر، سہیل بن عمرو غیرہ گرفتار ہوئے مسلمان ابھی کسی دشمن کے مارنے کا ارادہ ہی کرتا تھا۔ کہ فرشتہ جھٹ گردن کے بوجھ کو دشمن کے تن ناپاک سے اتار دیتا۔ آخرکار اہل اسلام کو کامل فتح ہوئی اور کفار نے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ چند آدمی زندہ بچ کر گئے۔ بہت سامال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی خوشخبری دیکر مدینہ طیبہ کی جانب روانہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی معہ اپنی مختصر فوج ظفر موج کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے راستہ میں مسلمان اپنی فتح کا فخر کرتے جاتے تھے کہ یکایک حکم خداوندی (پ 9 سورۃ الانفال رکوع 2) کی آخری تین آیتیں نازل ہوئیں۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَارَمَيْتَ اِذْرَمَيْتَ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ط
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ
الْكٰفِرِيْنَ ○ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ج وَاِنْ
تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ع وَلَنْ تُغْنِيَ
عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: تم نے کافروں کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور اے پیغمبر تو نے وہ (مٹھی کنکریوں کی) نہیں پھینکی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی اور مسلمانوں پر اپنی طرف سے بڑا بھاری احسان کیا۔ (یعنی مسلمانوں کا سامان اور فوج کافروں کے مقابلہ میں بے حقیقت تھا۔ مگر فتح دے کر احسان کیا) بیشک اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔ یہ احسان تو

تھا ہی۔ اور (دوسری بات یہ تھی) کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے منصوبے کو خراب کرنا چاہتا تھا۔ یہ منصوبہ یہ تھا کہ مسلمانوں کا زور توڑ دیں گے اور بالکل نیست ونابود کر دیں گے۔ (تمسخرانہ طور پر اے قریش کے کافرو) اگر تم فتح چاہتے تھے تو فتح تمہارے پاس آ موجود ہوئی جب قریش بدکیش مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ کر کے چلنے لگے۔ تو کعبہ کے پردوں سے لٹک لٹک کر زاری سے کہتے تھے کہ اے اللہ دونوں فوجوں میں جو فوج تیرے نزدیک سچی اور ہدایت پر ہے اس کو فتح دے (اب اللہ تعالیٰ تمسخرانہ کہتا ہے کہ اے کافرو! فتح تو تمہیں حاصل ہوئی) اور اگر اب تم (شرک اور مسلمانوں کی مخالفت سے) باز آ جاؤ گے۔ تو تمہارے واسطے بہتر ہوگا۔ اور اگر تم پھر کرو گے تو ہم بھی مسلمانوں کی مدد کریں گے اور تمہارا گروہ خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہوگا۔ تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

جب فتح کی خبر مدینہ پہنچی تو بعض نے ٹھیک جانا اور منکرین نے غلط سمجھا اور کہنے لگے کہ ہم خیال نہیں کر سکتے کہ ایک ہزار سے زیادہ باسامان فوج مسلمانوں کی بے سامان اور تہائی سے بھی کم فوج سے شکست کھا جائے۔ خیر دوسرے دن آپ ﷺ بھی قیدیوں کو لے کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ تو منکرین نے حیران وپریشان ہو کر اور صحابہ کرامؓ نے خوشی سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارکباد دی۔

کفار کا منصوبہ:

ادھر جب مکہ والوں کو شکست کی خبر ملی۔ تو انہوں نے بھی اول اول غلط جانا مگر جب دوسرے تیسرے دن فرار شدہ چند آدمی جو بچ کر نکل آئے تھے۔ تباہ وخستہ حال مکہ پہنچے۔ تو آنکھیں کھلیں اور تدارک کے واسطے صلاح ومشورہ کرنے لگے۔ آخر کار ایک شخص عمر بن وہب اٹھا۔ (اس کا لڑکا میدان بدر میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اور کہا کہ اگر کوئی شخص میرے اہل وعیال کا متکفل ہو سکے تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کر سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ مدینہ کی گلیوں میں

بارہا اکیلا پھرتا نظر آتا ہے۔ صفوان نے کہا کہ میں تیرے اہل وعیال کی حفاظت کروں گا اور تیری عدم موجودگی میں ان کے خرچ کا ذمہ اٹھاتا ہوں۔ یہ سنتے ہی عمر قول وقرار کر کے شمشیر آبدار کو لبادہ میں چھپا کر مدینہ منورہ کی طرف چلا۔ بعد از قطع منازل جب عمر مدینہ منورہ پہنچا۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا کہ شرارت آمیز تبسم اس کے چہرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ فی الفور گرفتار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر سے پوچھا کہ کس طرح آئے ہو۔ تو عمر نے جواب دیا کہ اپنے بیٹے کو چھڑانے کی غرض سے آیا ہوں۔ اگر چھوڑ دو تو مہربانی ہوگی۔ ہر چند آپ نے اصرار کیا کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ مگر عمر اپنی زبان سے نہ پھرا۔ آخرکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفوان بن امیہ کے ساتھ کعبہ میں کیا عہد کر کے آیا ہے۔ عمر یہ سنتے ہی نادم ہوا اور معافی چاہی۔ اور جھٹ کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھا اور بصدق دل مسلمان ہوا۔ جو قیدی آپ کے ساتھ جنگ بدر میں قید ہوئے تھے ان میں سے جنہوں نے دین اسلام اختیار کیا تھا۔ ان کو یونہی اور جنہوں نے دین اسلام اختیار نہ کیا۔ ان سے زر فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ آپ کا چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہی قیدیوں میں سے تھا۔ اس نے بھی دین اسلام اختیار کیا۔ اسی سال آپ کی دختر نیک حضرت رقیہ زوجہ حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

یہودیوں کا زعم:

جب خداوند کریم نے آپ کو غزوہ بدر میں مظفر ومنصور کیا۔ تو بنی قینقاع کے یہود کہنے لگے کہ مسلمان ہمارے ساتھ لڑیں تو پتہ لگے۔ مکہ کے وحشیوں کے ساتھ ہی لڑائی کی ہے۔ جو فنون حرب میں ہمارے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اسی وقت حکم خداوندی نازل ہوا۔ (پ 3 سورۃ آل عمران رکوع 2)

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ
وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِیْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ط

ترجمہ: اے پیغمبر کافروں سے کہہ دیجئے۔ اب کوئی دن میں تم بھی مغلوب ہوتے ہو۔ اور (قیامت کے دن) دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے۔ اور وہ بُری جگہ ہے۔ تمہارے سمجھنے کے لیے ایک بڑی نشانی (خدا کی قدرت کی) ان دونوں فوجوں میں ہو چکی ہے۔ جو (بدر کے دن) ٹھہر گئی تھیں۔ ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑتی تھی اور دوسری منکروں کی تھی۔ وہ آنکھوں سے ان کو اپنے سے (یا ان سے دوگنا دیکھتے تھے)

اس حکم کے سنتے ہی یہودیوں نے سوچا کہ کوئی ایسا طریقہ نکالا جائے۔ کہ ہمارے ساتھ جنگ ہو۔ تو ہم مزا چکھا دیں۔ آخر کار یہودیوں نے ایک مسلمان عورت کو بے عزت کیا۔ مسلمانوں نے یہودیوں کے بڑے سردار کو طلب کر کے صورت واقعہ سے اطلاع دی۔ مگر اس نے کچھ نہ سنا اور خرافات بکتا ہوا چلا گیا فوراً جبرائیل علیہ السلام وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ کا حکم لے کر آئے۔ آپ نے فی الفور لشکر کو آراستہ کیا اور بنی قینقاع کا جا کر محاصرہ کر لیا۔ پندرہ دن تک محاصرہ کیے رکھا اور اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ مگر انہوں نے نہ اسلام قبول کیا اور نہ ہی جنگ کے واسطے نکلے آخر کار انہوں نے امان طلب کی اور جزیہ دینا منظور کیا اور ایک عہد نامہ مرتب کر کے مظفر و منصور واپس مدینہ طیبہ آئے۔

☆☆☆

غزوہ سویق

چونکہ میدان بدر سے ابوسفیان معہ اپنے ہمراہیوں کے فرار ہوگیا تھا۔ اور قریش کی شکست اور اپنے فرزند حنظلہ کے قتل کے باعث دل ہی دل میں نہایت پیچ وتاب کھاتا رہا۔ آخر نہ رہ سکا اور دوسو آدمیوں کی جماعت لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ کہ محمد (ﷺ) سے انتقام لے۔ جب گردونواح یثرب میں پہنچا۔ تو حوصلہ نہ پڑا۔ کہ کچھ بہادری کے جوہر دکھائے۔ ناچار ایک کاشتکار معبد بن عروس ساکن مدینہ کو جو کہ اپنی کھیتی میں کام کر رہا تھا۔ قتل کر کے اور کھیتی کو اجاڑ کر فرار کا راستہ اختیار کیا۔ جب یہ خبر آپ ﷺ کو ملی۔ تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں گئے۔ مگر ابوسفیان اس خبر کے سنتے ہی تمام مال واسباب سویق چھوڑ کر مکہ کی طرف بھاگ گیا اور مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

3ھ کے واقعات

اس سال میں آپ ﷺ کی چوتھی لڑکی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا۔ اور اسی سال آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دختر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شادی کی۔

اس کے بعد غزوہ انمار غزوہ قرقرۃ القدر۔ قتل کعب بن اشرف اور قتل ابورافع ظہور میں آئے۔ جن کی وجہ غزوہ بنی قینقاع تھی۔

غزوۂ اُحد

گزشتہ واقعات کے ختم ہوتے ہی جنگ احد وقوع میں آیا۔ جس کی وجہ قریش کے دلوں میں ان کے معبودوں کی توہین اور ہزیمت بدر تھی۔ آتش انتقام بُری طرح سے سلگ رہی تھی۔ صلاح ومشورہ کر کے عمرو بن عاص، ہیرہ بن ابو وہب، عبداللہ بن ربیعہ، ابوغرة شاعر جمجی کو اطراف واکناف میں فراہمی لشکر کے واسطے روانہ کیا۔ جب لشکر ہر طرح سے آراستہ وپیراستہ ہوگیا تو چلتے وقت صفوان بن امیہ نے کہا کہ اپنی اپنی مستورات کو بھی ہمراہ لے جانا واجب ہے کوئی اس رائے کے موافق ہوا۔ کوئی مخالف، ناچار صلاح یہی قرار پائی کہ عورتوں کو ہمراہ لے جانا چاہیے۔ جب قریش کا لشکر مقام ابوا پر پہنچا۔ تو کئی شخصوں نے کہا کہ اس جگہ محمد (ﷺ) کی والدہ کی قبر ہے۔ قبر کو اکھاڑ کر اس کی والدہ کی ہڈیاں اپنی عورتوں کو دے دو۔ اگر ہمیں شکست ہوئی اور عورتیں پیچھے رہ گئیں تو محمد (ﷺ) اپنی والدہ کی ہڈیاں دیکھ کر مستورات کو رہائی دے دے گا۔ یہ سنتے ہی بنو بکر اور خزاعہ نے کہا کہ اگر محمد (ﷺ) کو اس امر کا پتہ مل گیا۔ تو وہ ہمارے تمام مردوں کی ہڈیاں نکال کر چورا چورا کر دے گا۔ غرض ان کے سمجھانے سے اس بے حیائی کے کام سے درگزر کر گئے۔

لشکر کی تیاری:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو کہ بعد دین اسلام اختیار کر کے مکہ میں چلے آئے تھے ایک چٹھی لکھ کر ایک آدمی کے ہاتھ آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کی۔ جب وہ چٹھی آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچی تو بعد فراغت نماز جمعہ لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ جب لشکر ہر

طرح تیار ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے بھی ہتھیار پہنے (یہ پہلا موقعہ ہے کہ آپ نے ہتھیار زیب بدن کیے) غرضیکہ نو سو پچاس آدمیوں کی جماعت سے مورخہ 7 شوال 2 ہجری کو میدان اُحد میں دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ابھی آپ ﷺ مدینہ طیبہ سے رخصت ہوئے تھے کہ عبداللہ بن ابی سلول جو کہ اول درجہ کا منافق تھا۔ تھوڑی دور ساتھ آ کر واپس لوٹ گیا۔ اس کے لوٹنے کی دیر تھی۔ کہ قبیلہ بنی خزرج اور قبیلہ اوس میں سے چند آدمی پلٹنے لگے۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا اور لشکر کے ساتھ ہی رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو قرآن شریف میں بیان کرتا ہے۔ (پ 4 سورۃ آل عمران رکوع 13)

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ط
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ط وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ
اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ط

ترجمہ: جب تم میں سے دو ٹکڑوں نے ہمت ہار دینی چاہی اور اللہ ان کا مددگار تھا۔ اور مسلمانوں کو چاہیے اللہ پر بھروسہ رکھیں اور البتہ اللہ ایک سال پہلے بدر میں تمہاری مدد کر چکا تھا۔ اس وقت تم تھوڑے سے تھے۔ تو اللہ کا شکر گزار بننے کے لیے اس سے ڈرو۔

لڑائی کا آغاز:

حاصل کلام بروز شنبہ مورخہ 7 شوال 3 ہجری کو لڑائی شروع ہوئی۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس آدمیوں کی جماعت سے ایک نزدیک کے غار کے دہانہ پر بھیج دیا اور فرمایا۔ کسی حال میں بھی غار کو نہ چھوڑنا۔ ایسا نہ ہو کہ مخالفین پشت پر سے غار کو خالی دیکھ کر حملہ کر دیں۔ قریش کی طرف سے تین ہزار اور مسلمانوں کے کل نو سو پچاس آدمی تھے جن میں سے پچاس آدمی غار پر چلے گئے۔ پہلے پہل ابو عامر عرف فاسق معہ اپنے ہمراہیوں کے میدان میں آیا۔ مگر باران تیر سے راہ فرار غنیمت سمجھی۔ جب طلحہ بن ابو طلحہ نے بنی ہوازن کو کمزور پڑتے دیکھا۔ تو جھٹ میدان میں آ کر مبارز طلب کیا ادھر سے حضرت علی

کرم اللہ وجہہ اجازت لے کر گئے اور دشمن کو داخل جہنم کیا۔ غرضیکہ اسی طرح ایک ایک آتا رہا اور پروانہ راہداری لے کر راہی ملک عدم ہوتا رہا۔ جب مشرکوں نے یہ حال دیکھا تو یکبارگی حملہ کر دیا۔ اس طرف سے اہل اسلام نے بھی اللہ اکبر کے نعروں سے میدان اُحد میں گونج پیدا کر دی اور کفار اشرار کے پائے ثبات کو اکھیڑ دیا اور شکست کو غنیمت جان کر کفار نے بھاگنا شروع کیا۔ جب حضرت عبداللہؓ بن جبیر (یہ غار پر کھڑے تھے) کلے ہمراہیوں نے لشکر کفار کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو اپنے لشکر کی طرف دوڑے۔ ہر چند حضرلت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے منع کیا۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے غار کو خالی دیکھا۔ تو جھپٹ کر پچھلی طرف سے لشکر اسلام پر حملہ کر دیا۔ اب کیا تھا بھاگنے والے شریر بھی ٹھہر گئے اور پلٹ کر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو خوف و ہراس نے آ دبایا اور فرار کو غنیمت سمجھا۔ ادھر سے شیطان لعین نے الا ان محمد اقد قُتَل (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے) کا آواز بلند کیا۔ اس کے سنتے ہی مسلمانوں کے رہے سہے ہوش بھی اُڑ گئے اور بے تحاشا بھاگنا شروع کیا۔ ہر چند آپ نے آوازیں دیں۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ قد وعدنى
النصر فانى ان الفراد۔

مگر کسی نے نہ سنا۔ صرف چند ایک آپ کے پاس رہے۔

ثابت قدم صحابہ کرام رضی اللہ عنہ:

جنہوں نے پائے ثبات کو نہ چھوڑا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی ابن ابوطالب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبداللہ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت خباب بن المنذر، حضرت ابودجانہ، حضرت عاصم بن ثابت، حضرت حارث بن صحہ، حضرت سہیل بن حنیف، حضرت اسید بن الحفیر، حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

رسول کریم ﷺ پر حملہ:

یہ حال دیکھ کر مشرکوں کے کئی گروہوں نے آپ ﷺ کی طرف رخ کیا۔ مگر صحابہ کرام کی بے پناہ تلوار کے سامنے یارا فرار یا پروانہ دار القرار لیکر چلتے بنے۔ ایک لعین عبداللہ بن قمیہ نے آپ ﷺ کی طرف ایک پتھر چلایا۔ جس سے آپ ﷺ کی جبین مبارک خون آلود ہوگئی۔ دوسرے بد بخت عتبہ بن وقاص نے بھی پتھر مارا۔ جس سے آپ کا زیرین لب مبارک زخمی ہوگیا اور ایک دانت مبارک بھی شہید ہوگیا۔ چنانچہ اس واقعہ کو ایک شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے۔

لے لی امت کے گناہوں کی اُحد نے قیمت
دے دیا جنگ اُحد میں دُرِ دنداں تو نے

جس وقت آپ ﷺ کے پتھر لگا۔ تو آپ ﷺ نے زبان مبارک سے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ط

یہ دونوں بد بخت ایک اصحاب ابودجانہ کی تلوار سے فوراً واصل جہنم ہوئے آپ ﷺ زخم لگتے ہی ایک غار میں چلے گئے اور خون پونچھنا شروع کیا۔ فرار شدہ صحابہ کرامؓ میں سے ایک صحابی بنام کعب کا گذر اس غار پر ہوا اور آپ ﷺ کو زندہ وسلامت دیکھ کر شکر الٰہی بجالایا اور دوسروں کو جا کر خوشخبری سنائی پھر ایک ایک کر کے جمع ہوگئے۔ پہاڑ کے دوسری طرف کفار کا لشکر ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ اور ابوسفیان بڑے جوش سے پکار رہا تھا کہ ہم نے آج اپنے دشمنوں کو مار لیا ہے اور ہمیشہ کا جھگڑا پاک کیا ہے۔ یہ بات سنتے ہی حضرت عمر بن خطاب سے رہا نہ گیا اور فوراً بلند آواز سے کفار کو متنبہ کیا کہ جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو وہ بفضل خدا سب سلامت وزندہ ہیں۔ اس جواب کے سنتے ہی کفار کے دلوں پر ہیبت طاری ہوگئی اور ایک دم کے واسطے بھی میدان میں ٹھہرنا پسند نہ کیا اور مکہ کی طرف چل دیئے۔

جنگ کا نتیجہ:

اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید

ہو گئے اور ایک ہزار کے قریب کفار واصل جہنم ہوئے۔ بعد ازاں آپ جملہ اصحاب کو ہمراہ لے کر اور شہداء کو مدفون کر کے عازم مدینہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ جنگ اُحد کے بعد جبکہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اس طرح تسلی دیتا ہے۔ (پ 4 سورۃ آل عمران رکوع 14)

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ
وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا
وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ
قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ
نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ
مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝
وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اَمْ
حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ
تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ
وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى
اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ
شَيْئًا وَّسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ
تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ
الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا

وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ
رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ؕ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ ○
وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى
الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ
ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰى
اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ○ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ
وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ○ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا
وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَقَدْ
صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا
فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ
اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ
مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ
وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ○
اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ
يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا ۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا
تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً
نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ
اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ ط بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط
يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ
لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ
لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ
فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى
مَضَاجِعِهِمْ ج وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ
وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○
اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَ
لَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○

ترجمہ: تم سے پہلے جو واقعات گزر چکے ہیں۔ تم سرزمین کی سیر کرو۔ دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا (عام) لوگوں کے واسطے یہ ایک (تاریخی) بیان ہے اور جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ ان کے لیے ایک ہدایت اور نصیحت بھی ہے اور ہمت نہ ہارو اور نہ آزردہ ہو اگر تم ایماندار ہو۔ تو (اخیر میں) تم ہی غالب ہو گے۔ اگر تم اس لڑائی میں زخمی ہوئے (تو بیدل مت ہو) وہ لوگ (کافر) بھی ایسے ہی (جنگ بدر) میں زخمی ہو چکے ہیں۔ یہ (دنیا کے) دن ہیں جن کو ہم الٹ پلٹ کر لوگوں پر لاتے ہیں۔ اور (یہ جو کافروں کو اب کے فتح ہوئی) اس لیے کہ اللہ ایمان والوں کو (الگ کر کے) دیکھ لے اور چند لوگوں

کوتم میں سے شہادت کا درجہ عطا کرے اور اللہ ظالموں کو (کافروں کو) پسند نہیں کرتا اور اس لیے کہ اللہ ایمان والوں کو پرکھ لے اور کافروں کا ستیاناس کر دے۔ کیا تم یہ سمجھے کہ جنت میں چل دو گے اور ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں دیکھا کہ کون تم سے جہاد کرتے ہیں اور نہ یہ دیکھا کہ کون ثابت قدم رہتے ہیں اور تم تو خود موت کے منہ آنے سے پیشتر اس کی آرزو کرتے تھے۔ اب تو تم نے آنکھوں سے اس کو دیکھ لیا۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف رسول ہیں اس سے پہلے اور کئی رسول گزرے ہیں۔ کیا اگر وہ مر جائیں یا مار دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھر جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاؤں اسلام سے کفر کی طرف پھر جائے گا۔ تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد بدلہ دے گا اور کوئی شخص مر نہیں سکتا جب تک خدا کا حکم نہ ہو۔ اس نے لکھ رکھا ہے مقررہ وقت پر اور جو کوئی دنیا میں (اپنے نیک اعمال کا) بدلہ چاہے تو ہم اس میں سے اس کو دیں گے۔ اور شکر کرنے والوں کو ہم جلد بدلہ دیں گے اور کئی پیغمبروں کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑتے ہیں اور پھر جو تکلیف ان کو اللہ کی راہ میں پہنچی ہے۔ اس سے وہ ہمت نہ ہارے نہ سست ہوئے نہ اپنے دشمن سے دب گئے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے اور انہوں نے جب کہا یہی کہا۔ مالک ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں بخش دے اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہمارے پاؤں جما دے اور کافروں پر ہم کو فتح دے۔ پھر اللہ نے دنیا میں ان کا فائدہ کیا اور آخرت میں اچھا خاصہ ثواب دیا اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔ مسلمانو! اگر تم کافروں کا کہا مانو گے تو وہ تم کو الٹے پاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھیر دیں

گے۔ اور تم گھاٹے میں پڑو گے۔ (جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو کافر یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ اپنے آباؤ اجداد کے دین میں آجاؤ) اللہ تمہارا کارساز ہے اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے۔ اب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے بتوں کو اللہ کا شریک بنایا۔ جس کی اس نے کوئی سند نہ اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا بُرا ٹھکانا ہے اور اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ۔ جب تم اس کے حکم سے کافروں کو بیدم کر رہے تھے (یعنی کافروں کو قتل کر رہے تھے) کیونکہ شروع جنگ میں کافروں کو فتح ہوئی جب تم نے بوداپن کیا اور حکم میں جھگڑا نکالا اور نافرمانی کی۔ (غار کو چھوڑ دیا جس پر قائم رہنے کی ہدایت کی تھی) جو چاہتے تھے (فتح) اس کو دیکھ لینے کے بعد کوئی تو تم میں دینا چاہتا تھا (غار والے آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ کھڑے رہیں اور دوسرا گروہ کہتا تھا کہ لوٹ کا مال حاصل کریں اور دوسرا آخرت کا طالب تھا۔ پھر خدا نے تم کو آزمانے کے واسطے کافروں کی طرف پھیر دیا اور البتہ تم کو معاف کر دیا (ورنہ اس نافرمانی کا عذاب اترتا) اور اللہ ایمان والوں پر فضل کرتا ہے اس وقت جب تم بھاگے چلے جاتے تھے اور مڑ کر کسی کو نہیں دیکھتے تھے اور پیغمبر کھڑا تم کو پیچھے بلا رہا تھا۔ آخر خدا نے تم کو دوہرے غم میں مبتلا کیا۔ (1) بھاگنے کا (2) شکست کا (3) دشمنوں کی فتح (4) نقصان مال (5) زخم (اس میں یہ حکمت تھی) کہ جو چیز ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو۔ اور نہ اس پر جو کہ تم کو پیش آئے اور جو تم کرو اللہ کو اس کی خبر ہے۔ پھر غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم کو اطمینان دیا تم میں سے بعض کو اونگھ آنے لگی اور بعضوں کو جان کی فکر لگ گئی اور اللہ کی نسبت جھوٹے جاہلوں کے سے خیال کر رہے تھے اور کہہ رہے

تھے کہ کیا اب بھی ہم کو کچھ ملنا ہے (اے پیغمبر) کہہ دیجئے کام سب اللہ کے اختیار میں ہیں اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپائے ہوئے ہیں۔ جن کو تجھ پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر ہم کو کچھ ملنے والا ہوتا (جیسے پیغمبر نے وعدہ کیا کہ فتح ہوگی) تو ہم یہاں مارے کیوں جاتے۔ (اے پیغمبر) کہہ دیجئے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی قسمت میں مارا جانا لکھا تھا وہ اپنے مرنے کی جگہوں میں نکل کر آجاتے اور اس شکست میں ایک حکمت یہ تھی کہ اللہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اس کو (تمہارے دل کی باتوں کو) آزمالے (منافق اور مومن چھانٹ لے) اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اس کو صاف کردے (وسوسوں سے پاک کردے اور اللہ کو تو دل کی سب باتیں معلوم ہیں۔ جس دن (اُحد کی جنگ کا دن) دونوں فوجیں الجھ گئیں۔ اس دن جو تم سے بھاگ نکلے۔ ان کو شیطان نے کچھ ان کے کیے کی شامت میں پھنسا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تحمل والا بخشنے والا ہے۔

قریش کا پچھتاوا:

میدان اُحد سے جب قریش مکہ پہنچے۔ تو ان کے دل میں ایک گونہ رنج پیدا ہوا۔ کہ افسوس ہم نے باوجود فتح کے محمد (ﷺ) کو زندہ رہنے دیا۔ اس واسطے دوبارہ لشکر کے ساتھ صفوان بن امیہ کی سرکردگی میں روانہ ہوئے۔ ادھر یہ خبر آپ ﷺ کے سمع مبارک میں بھی پہنچی۔ آپ ﷺ بھی روانہ ہوئے کہ راستہ میں ہی چل کر ان کا ناطقہ بند کیا جائے۔ جب یہ قریش کو خبر ملی۔ تو ان کے دلوں میں اس قدر رعب پیدا ہوا۔ کہ واپس ہونے کی ٹھان کر الٹے پاؤں پھر گئے۔ جب یہ خبر آپ ﷺ کو پہنچی۔ تو آپ ﷺ بھی واپس چلے آئے۔

☆☆☆

4ھ کے واقعات

کفار کی دھوکہ دہی:

جب صفوان بن امیہ معہ اپنی فوج کے راستہ سے پلٹ گیا۔ تو اس نے باقی لوگوں سے صلاح کر کے مکہ مکرمہ کے سات آدمیوں کو مدینہ طیبہ میں آپ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے بموجب سبق اہل مکہ کے منافقانہ اسلام قبول کیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کچھ آدمی خاکسار ان کے ہمراہ بھیج دیں۔ کیونکہ اہل مکہ اب ایمان لانے کے خواہشمند ہیں۔ آپ نے عاصم بن ثابت کو معہ اور نو آدمیوں کے مکہ کی طرف روانہ کیا۔ جب مدینہ سے کچھ فاصلہ پر نکل گئے تو صفوان نے بموجب اپنی سازباز کے کچھ جماعت آدمیوں کی لے کر گرد ونواح میں خاک چھانتا پھرتا تھا۔ جھٹ پٹ ان مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہمارے ساتھ دغا کیا گیا ہے تو انہوں نے بھی تلوار نکالی اور کئی کافروں کو واصل جہنم کر کے خود بھی جام شہادت نوش کیا۔ جب یہ خبر آپ ﷺ کے گوش مبارک میں پہنچی تو عبداللہ رئیس کو اس غرض کے واسطے بھیجا کہ صفوان کو اس ظالمانہ حرکت کا مزہ چکھائے عبداللہ کچھ دن تو یونہی پھرتے رہے۔ جب دیکھا کہ صفوان اب زد پر ہے تو جھٹ حملہ کر کے اس کے ناپاک تن سے گردن کے بوجھ کو اتار کر آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئے اور صفوان کا سر پیش کیا۔

مخالفین کی شکست:

اسی سال میں آپ ﷺ نے ابوسلمہ بن اسد کو پچاس آدمیوں کے ہمراہی میں بنی

اسد کے سرداروں کے مقابلہ پر بھیجا۔ کیونکہ جب ان کے پیغام کے جو کہ انہوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ جب یہ مختصر سا لشکر ان کے مقابلہ پر پہنچا تو مخالفین نے شکست کھائی اور کچھ گرفتار ہوئے اور کچھ فرار ہو گئے۔ قیدیوں نے دین اسلام اختیار کیا۔ تو ان کو رہا کر دیا گیا۔ اور لشکر مظفر و منصور واپس مدینہ طیبہ میں پہنچا۔

سریہ بیر معونہ

ابھی ابوسلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں پہنچے ہی تھے کہ ایک شخص بنام ابوبری بن عامر جو کہ اپنے آپ کو قبیلہ نجد میں سے بتلا رہا تھا۔ آیا اور دین اسلام قبول کیا۔ بعد میں چلتے وقت بموجب کہنے اس کے منذر بن عمر کے ماتحت اپنے ستر آدمیوں کو روانہ کیا کہ قبیلہ نجد میں اشاعت اسلام کرو اور گردونواح میں بھی گشت لگا کر کام سرانجام کرو۔ جب یہ لشکر بیر معونہ کے مقام پر پہنچا۔ تو ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا۔ جو کہ عاصم بن ثابت کے ساتھ ہوا تھا۔ چاروں طرف سے ہزاروں کی تعداد میں مخالفین نے آگھیرا۔ انجام کار بہت سے مردودوں کو وصال جہنم کرنے کے بعد ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کرتے گئے انہوں نے ایک شخص عمر کو صرف اس واسطے قتل نہ کیا کہ یہ جا کر مدینہ میں حالات سے آگاہی دے۔ ان واقعات کی وجہ سوائے مخالفت قریش مکہ کے اور کچھ نہ تھی۔ دوسرے جناب کی مشہوری دور نزدیک تک پہنچ چکی تھی۔ اس واسطے لوگوں کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھتا جاتا تھا۔ کہ اگلے سال جنگ اُحد کی شکست ظاہر ہو گئی اس وجہ سے تمام مخالفین جن کے دل خوف و ہراس سے سہمے ہوئے تھے پھر دلیر ہو گئے اور قریش مکہ اس پر اور بھی حاشیہ چڑھا چڑھا کر اہل اسلام کے خلاف بھڑکاتے اور جس طرح بھی بن پڑتا۔ نقصان پہنچانے سے نہ چوکتے۔

غزوۂ بنی النضیر

جب عمرو رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ تو آپ ﷺ نے فی الفور لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ بعد از تیاری لشکر بنی النضیر کی طرف رخ کیا۔ جب لشکر اسلام پہنچا۔ تو انہوں نے فی الفور منافقانہ اسلام قبول کر لیا اور آپ ﷺ کو کمال ادب اور احترام سے ایک پاکیزہ مکان میں اتارا۔ جس وقت آپ ﷺ مکان کے اندر داخل ہو کر بیٹھ گئے۔ تو حی بن اخطب یہودی نے کہا۔ اے معشر یہود کیا اس موقعہ سے بہتر موقعہ ملے گا۔ فی الفور محمد (ﷺ) کو شہید کر ڈالو۔ ابن مونہ لعین نے اس کام کو سرانجام دینے کا وعدہ کیا۔ حق تعالیٰ نے فوراً اپنے حبیب کو ان کے مکر و فریب سے مطلع کیا۔ آپ ﷺ اسی وقت اٹھ کر چلے گئے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی مطلع نہ کیا۔ جب کچھ عرصہ آپ ﷺ کو تشریف لے گئے ہوئے گزرا۔ تو کنانہ نام ایک یہودی نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ کنانہ نے کہا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مکر و فریب سے مطلع کر دیا ہے۔ یقین کر لو۔ کہ خاتم المرسلین یہی ہیں۔ جن کا تذکرہ ہماری کتاب توریت شریف میں درج ہے۔ اب دو کاموں میں سے ایک کام کرو۔ اول یہ ہے کہ دین اسلام اختیار کر لو۔ اگر یہ نہیں تو اس ملک سے ہجرت کر جاؤ۔ سب نے کہا ہجرت بہتر ہے۔ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ اپنے نبی کی تابعداری کو چھوڑیں۔

بنو نضیر کو پیغام:

اتنے میں آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو بھی ان کے فریب کا پتہ چلا اول تو انہوں نے کہا۔ بہتر ہے کہ دشمنوں کو ان کے فریب کا مزہ چکھایا جائے۔ مگر اس خیال سے کہ جب آپ ﷺ چپ چاپ اٹھ کر چلے گئے ہیں تو ہمیں لڑنا مناسب نہیں۔ تمام لشکر واپس مدینہ **طیبہ پہنچا**۔ آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر بنی النضیر کی طرف پیغام بھیجا۔ یا دین اسلام اختیار کرو۔ اگر یہ نہیں تو جزیہ دو۔ اگر یہ بھی نہیں تو دس دن کے اندر ہجرت کر جاؤ ورنہ

بعد از گزرنے میعاد جنگ تک نوبت پہنچے گی۔

یہودیوں کا انکار:

اس پیغام کے پہنچتے ہی انہوں نے ہجرت پر کمر باندھی۔ ابھی اپنا سامان تیار ہی کر رہے تھے کہ ایک آدمی ابوسلول منافق پہنچا۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں دو ہزار آدمیوں کی مدد دیتا ہوں۔ تم ہجرت نہ کرو اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کرو۔ اسلام اب مغلوب ہو چکا ہے۔ جنگ اُحد میں کافی ضربات پہنچ چکی ہیں۔ اس واسطے اب کوئی شخص محمد (ﷺ) کی طرف سے لڑنے کی جرأت نہ کرے گا۔ اگر کسی نے محمد (ﷺ) کی مدد کی۔ تو مہاجرین کے سوا اور کوئی مدد نہ کرے گا۔ مہاجرین کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں ہے اس بات کے سنتے ہی انہوں نے جواب بھیجا۔ کہ ہم ان باتوں میں سے ایک بھی نہیں مانتے۔ اگر زور ہے تو جنگ سے منوالو۔ اس پیغام کے پہنچتے ہی آپ ﷺ نے لشکر لیکر بنی النضیر کا محاصرہ کر لیا جس وقت بنی النضیر نے حضرت محمد صلی اللہ عایہ وآلہ وسلم کے ساتھ انصار اور مہاجرین کا کافی لشکر دیکھا۔ تو ہاتھ پاؤں پڑ گئے۔ ابوسلول کو کہنے لگے۔ اب ہمیں مدد دو۔ ابوسلول یہ سنتے ہی مدد کے بہانے سے باہر نکل گیا اور واپس نہ آیا۔ رات کو یہود نے شبخون مارنا چاہا مگر کچھ پیش نہ گئی۔ آخر کار انہوں نے آپ ﷺ سے معافی طلب کی اور ہجرت پر کمر بستہ ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ (پ 28 سورۃ الحشر ع اول)

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ
الْحَكِیْمُ ○ هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتَابِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ
یَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ
الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ
فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ○

ترجمہ: جتنی چیزیں آسمان اور زمین میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہی خدا ہے۔ جس نے اہل کتاب کے کافروں (بنی النضیر کے یہودیوں کو پہلے حشر کے وقت ان کے گھروں سے نکال باہر (بنی النضیر یہودیوں کی ایک قوم تھی۔ جو مدینہ میں آکر اس خیال سے آباد ہوئی کہ جب پیغمبر آخر الزمان ہوں گے تو ان کے ساتھ ہو جائیں گے۔ مگر ان کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ ان کے باپ دادا تو اسی امید سے آئے تھے مگر ان کی اولاد نے جب پیغمبر آخر الزمان ظاہر ہوئے تو مخالفت کی عہد شکنی کی آخر آپ نے اخراج اور جلاوطنی کا حکم دیا انہوں نے پوچھا کہ ہم کدھر جائیں آپ نے فرمایا محشر کی زمین کی طرف (یعنی شام کے ملک میں جاؤ) آپ کی حشر سے یہ مراد ہے کہ بنی النضیر کا پہلا اخراج یہی تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ہوا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ان کو وہاں سے بھی نکال دیا۔ یہ ان کے لیے دوسرا حشر ہو گیا (علمائے سلف سے منقول ہے کہ حشر ملک شام میں ہوگا) کعب بن اشرف ان کا سردار تو پہلے ہی مر چکا تھا۔ اب ان کو یہ امید تھی کہ انصار مدد نہ دیں گے) کیا (مسلمانو) تم تو یہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ نہیں نکلیں گے (کہ بڑے زور دار ہیں) اور وہ بھی سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ تعالیٰ کے (عذاب) سے بچا لیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم ان پر ایسی جگہ سے آن پہنچا۔ جدھر سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاک ڈالی دی۔ یہ حال ہو گیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے۔ تو (عقل کی آنکھ والو اس واقعہ سے) عبرت حاصل کرو۔

اسی سورت شریف میں اگلا بیان بھی بنی نضیر کے متعلق ہے۔

نیز ابی سلول منافق کا ذکر اسی سورۃ کے دوسرے رکوع میں اس طرح پر آتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ
مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ
لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهِ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ط لَئِنْ
اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُ
وْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا
يُنْصَرُوْنَ ○

ترجمہ: اے پیغمبر کیا تو نے منافقوں پر نظر نہیں ڈالی اور وہ اپنے بھائیوں اہل کتاب کے کافروں سے کہتے ہیں۔ اگر کہیں تم نکالے گئے تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے اور تمہارے باب میں تو ہم کسی کی بات ماننے والے نہیں اور اگر کوئی تم سے لڑیں گے تو ضرور تمہاری مدد کریں گے اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اگر اہل کتاب کے یہ کافر نکالے جائیں گے تو منافق ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوگی۔ تو منافق ان کی مدد نہیں کریں گے اور جو مدد کی بھی تو کس کام کی پیٹھ موڑ کر بھاگتے نظر آئیں گے۔ پھر کوئی بھی ان کی مدد نہیں کرے گا۔

القصہ بعض نے اسلام قبول کر لیا اور باقی ہجرت کر گئے بہت سا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان تقسیم کر دیا۔ مگر انصار نے انکار کر دیا کہ ہم اپنے گھروں میں رہنے والے ہیں۔ ہمارے مہاجر بھائیوں کو جنہوں نے گھربار اور وطن چھوڑا ہے۔ مال دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہمدردی سے بہت خوش ہوئے اور مال مہاجرین میں تقسیم کیا۔ اب باقی سال امن وامان سے گزرا کوئی واقعہ قابل تذکرہ نہیں ہوا۔

سنہ 5ھ کے واقعات

غزوۂ ذات الرقاع:

اس سال میں سب سے پہلے غزوۂ ذات الرقاع وقوع میں آیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص مدینہ طیبہ میں بغرض تجارت آیا اور کہنے لگا۔ کہ بنی انمار اور بنی ثعلبہ لشکر جمع کر رہے ہیں اور عنقریب ہی مدینہ طیبہ کی جانب کوچ کریں گے۔ آپ ﷺ نے بموجب علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد کچھ لشکر لیکر انمار اور ثعلبہ کا رخ کیا بعد از قطع منازل جب وہاں پہنچے۔ تو نام ونشان بھی نہ پایا۔ لہٰذا واپس چلے آئے۔

غزوۂ دومۃ الجندل

غزوۂ ذات الرقاع کی طرح آپ ﷺ نے سنا کہ شاہ دومۃ الجندل جو ایک نصرانی تھا۔ لشکر جمع کر رہا ہے اور مدینہ طیبہ پر حملہ کا ارادہ ہے۔ آپ ﷺ بھی تیار ہو کر گئے۔ مگر وہاں کچھ بھی نہ پایا۔ ناچار ایک ماہ کے سفر کے بعد واپس چلے آئے۔

غزوۂ بنی المصطلق

قریش مکہ کے اشتعال دلانے کے باعث بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی سرکردگی میں بہت سا لشکر جملہ اطراف وجوانب سے جمع کیا اور مدینہ طیبہ کی طرف روانہ

ہوا۔ جب آپ ﷺ کے سمع ہمایوں میں یہ خبر پہنچی کہ غنیم بڑے لاؤلشکر کے ساتھ آ رہا ہے۔ تو آپ ﷺ بھی مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جب وہ دونوں لشکر سامنے ہوئے تو وہ آدمی جو اہل اسلام کے گزشتہ واقعات سن چکے تھے۔ رفو چکر ہو گئے۔ باقی تقریباً دو ہزار کا لشکر حارث کے پاس رہ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے پکار کر غنیم کو اسلام کی طرف بلایا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر جب کسی شرط پر بھی اترتے نظر نہ آئے تو مجبوراً جنگ شروع ہوئی۔ جس میں کفار کو کامل شکست ہوئی۔ کل دس آدمی قتل ہوئے۔ بہت سے اسیر کر لیے گئے۔ اسیران نے دین اسلام قبول کر لیا۔ تو ان کو واپس اپنے مقام پر بھیج دیا۔

غزوۂ احزاب یا خندق

بنی النضیر اور بنی المصطلق کے چند آدمی بعد از فرار ہونے کے ابو عامر عرف فاسق کے ہمراہ مکہ پہنچے اور اپنا حال قریش کو سنایا۔ ان واقعات کے سننے سے قریش کے دلوں میں انتقام کی آگ جو کہ پہلے سے سلگ رہی تھی بھڑک اُٹھی اور جھٹ پٹ دس ہزار کی جماعت کے ساتھ جو ہر طرح کے آلات حرب سے مسلح تھی قطعی طور پر اسلام کا قلع قمع کرنے کے لیے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مخبر برحق نے آپ ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے بھی اپنے انصار اور مہاجرین کو جمع کیا۔ اور شہر مدینہ کے قریب ہی سلع پہاڑ پر ڈیرے ڈال دئے اور حکم دیا کہ گرد نواح میں خندق کھودی جائے ادھر کچھ آدمی خندق کھودنے میں مشغول ہوئے اور کچھ زن و فرزند اور دیگر مسلمانوں کی حفاظت کا انتظام کرنے لگے۔ دشمن کے بڑے کرّ و فر سے آنے کی افواہیں مشہور ہو رہی تھیں۔ حاصل کلام اہل مدینہ نے اپنے تمام زن و فرزند کو محفوظ و مصئون قلعوں میں بند کر دیا اور آپ ادھر خندق میں پہنچ گئے۔ یہ انتظام ابھی ختم ہی ہوا تھا کہ دشمن نے شہر کے نزدیک آ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ جب انہوں نے اس انتظام کو دیکھا تو ہوش اڑ گئے۔ آخر کار تجویزیں کرتے کرتے یہ تجویز قرار پائی کہ کسی نہ کسی طرح شہر کے دروازوں کو کھلوایا جائے اور ہماری فوج شہر میں داخل ہو کر قتل و غارت شروع کر دے تو اسلامی لشکر کے آنے سے پہلے پہلے ان کی اولاد، عورتوں اور بچوں وغیرہ کا خاتمہ کر دیا جائے

گا۔ اور آئندہ کے واسطے ان کی نسل منقطع کر دی جائے گی۔ پھر مہاجرین وانصار کا نام ونشان مٹا دینا کچھ مشکل نہ ہوگا۔

یہودیوں کی عہد شکنی:

یہ صلاح سوچ کر حیی بن اخطب یہودی کو شہر کے یہودیوں (بنی قریظہ) کی طرف بھیج دیا۔ کہ کسی طرح عہد نامہ کو توڑ کر ہمیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے اور بنی قریظہ شہر کے دروازے کھول دیں۔ یہ صلاح کر کے حیی بن اخطب شہر کی طرف آیا۔ اول اول تو یہودی انکار کرتے رہے کہ ہم شہر کے دروازے نہیں کھول سکتے۔ مگر بدذات حیی اخطب نے جس طرح سے ہوسکا شہر کا دروازہ کھلوالیا اور عہد نامہ (انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ عہد کیا ہوا تھا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے ہمیں اپنے ہی دین پر رہنے دیا جائے اور اس وقت شہر کے قلعوں میں یہودی ساکنان مدینہ ہی حفاظت کر رہے تھے) کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا تھا توڑ دیا۔

مسلمانوں کی حکمتِ عملی:

اللہ تعالیٰ نے جھٹ اپنے حبیبؐ کو خبر کر دی اس خبر کے سنتے ہی آپ ﷺ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو دو سو آدمیوں کا افسر مقرر کر کے شہر کی حفاظت کے لیے بھیجا اور فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی عہد شکنی کے عوض فوراً گرفتار کرلو اور شہر کے دروازے جھٹ بند کرلو۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن شہر میں داخل ہو جائے۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ جھٹ شہر کی طرف دوڑے۔ دشمن شہر میں داخل ہی ہونے والا تھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے دروازے بند کر دیئے اب تو یہودیوں کو جان لے لالے پڑ گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

شَیْءٍ قَدِیْرًا ○ (پ 21 سورۃ احزاب رکوع 20 آیت آخری)

ترجمہ: اور اہل کتاب (بنی قریظہ کے یہودی) کہ جنہوں نے (عہد شکنی کر کے) مشرکوں کی مدد کی تھی۔ ان کے قلعوں سے اتار لایا اور ان کے دلوں میں (تمہاری دھاک بٹھا دی تم ان میں سے بعضوں کو قتل کرنے لگے اور بعضوں کو قید اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کی زمین ان کے گھروں اور مالوں کا وارث بنایا اور نیز اس ملک (خیبر کا) جہاں تم نے (ابھی تک) قدم ہی نہیں رکھا تھا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب بنی قریظہ کی عہد شکنی کی خبر اہل یثرب کو ملی تو نہایت تشویش پیدا ہوئی۔ کئی کمزور دل شہر میں پناہ گزیں ہونے کے واسطے دوڑے۔ اس جنگ میں آپ ﷺ کو نہایت تکلیف اٹھانی پڑی ایک قلت احباب۔ دوسرے کثرت اعداء تیسرے سردی۔ چوتھے تنگدستی جس دشمن نے شہر مدینہ کے گرد ڈیرے ڈالے اس دن تیسرا دن تھا کہ آپ نے کچھ نہ کھایا پیا تھا۔ پانچویں یہود کی منافقت کئی اشخاص نے صلح کر لینے کی نسبت کہا۔ مگر سچے مسلمان بڑے جوش سے اٹھے اور کہا کہ تلوار فیصلہ کرائے گی۔ ہمیں صلح کی کوئی ضرورت نہیں غرضیکہ بڑی ابتلاء کا وقت تھا۔ آپ ﷺ نے ایسے وقت میں فرمایا

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

لڑائی کا آغاز:

آخر کار عرب کا ایک نامی گرامی پہلوان بنام عمرو دشمن کی طرف سے میدان میں آیا اور بڑے زور شور سے پکار کر مبارز طلب کیا۔ اس کے مقابلہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ، میدان میں نکلے۔ عمرو نے کہا تو ابھی بچہ ہے کسی اور کو میرے مقابلہ پر آنا چاہیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا۔ کہ تم پہلے بچوں کو مار لو۔ پھر بڑے کی باری آئے گی۔ تو ان سے سمجھ لینا۔ فی الحال تو میں تمہارے مقابلہ پر آیا ہوں۔ بات سنی تھی کہ اس مردود نے بڑے زور کے ساتھ گرز، تلوار اور نیزے کے کئی حملے کیے۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہر بار پھرتی کے

ساتھ دشمن کے وار کو روکتے رہے۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ راکب و مرکب کے چار ٹکڑے کر دیئے اور معاملہ دیکھتے ہی ضرار بن خطاب اور ہبیرہ میدان میں آئے۔ ضرار تو حیدر کرار کی صورت دیکھتے ہی فرار ہو گیا اور اس کی جگہ عکرمہ بن ابو جہل آیا۔ مگر اپنا وار کر کے فرار کی ٹھانی اور فوج میں جا کر دم لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ میدان سے واپس آئے۔

گھمسان کی جنگ:

دوسرے دن پھر اشرار کفار جمع ہو کر لڑنے کے واسطے آئے۔ بڑے گھمسان کی لڑائی پڑی۔ مسلمانوں کی ظہر، عصر اور شام کی نمازیں قضا ہو گئیں رات کو اہل اسلام نہایت خوف زدہ اور درماندہ ہو رہے تھے کہ خبر پہنچی۔ بنی نضیر کے یہودی معہ اور کفار کے شہر میں داخل ہو گئے ہیں اور افراتفری مچادی ہے اس خبر سے اور بھی خوف و ہراس چھا گیا اور ناامیدی مجسم صورت میں آکھڑی ہوئی۔ درگاہ الٰہی میں سربسجود ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف اجابت بخشا۔ چنانچہ قہر ربانی سے اس قدر زور و شور سے آندھی چلی کہ لشکر کفار تباہ و خستہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بھیجا۔ کہ ان کے خیموں کے ڈورے توڑ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نہ مال رہ گیا نہ خیمے رہ گئے۔ تقریباً نصف لشکر سردی کے مارے واصلِ جہنم ہو گیا۔ تمام رات یہی منظر رہا۔ صبح کے وقت اندھیرا زائل ہوا۔ مطلع صاف نکل آیا۔ صبح کے وقت کفار رہا سہا سامان اکھاڑ واپس روانہ ہوئے دو تہائی لشکر کا ڈھیر اسی جگہ چھوڑ گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَاط وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝

هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا ○
وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ○ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ
مِّنْهُمْ یٰٓاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا
وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا
عَوْرَةٌ وَّمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ج اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ○
وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰ
تَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا یَسِیْرًا ○ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا
اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ط وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ
مَسْئُوْلًا ○ قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ
الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ○ قُلْ مَنْ
ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا
اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ط وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ○ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ
وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا
قَلِیْلًا ○ اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ
یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْهِ
مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ
حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَی الْخَیْرِ اُولٰٓئِكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ
اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ○ یَحْسَبُوْنَ

الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ
اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ
وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلاً ○ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ
فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ
وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً ○ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ
الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَاناً وَّتَسْلِيْماً ○ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ
مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً
لِّيَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ
اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْراً رَّحِيْماً
○ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْراً
وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزاً ○

(پ 21 سورۃ احزاب رکوع 2)

ترجمہ: مسلمانو! اللہ نے تم پر جو احسان کیا۔ اس کو یاد کرو۔ جب چاروں طرف سے کافروں کے لشکر تم پر ٹوٹ پڑے تھے۔ پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی۔ اور وہ (فرشتوں کے) لشکر تم پر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کاموں کو دیکھ رہا تھا جب یہ کافر تمہارے اوپر کی طرف سے اور تمہارے نیچے کی طرف سے آن پہنچے اور جب تمہاری آنکھیں (ڈر کے مارے) پتھرا گئیں اور کلیجے حلق تک آ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ (اب اللہ تعالیٰ کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ دین اسلام مٹ

جائے گا۔ مسلمان مارے جائیں گے) وہاں اس موقعہ پر مسلمان جانچے گئے (امتحان لیا گیا) اور زور سے جھڑ جھڑا دیئے گئے۔ اور جب منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں کفر اور شرک کا روگ تھا۔ کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو ہم سے فتح کا وعدہ کیا تھا۔ وہ تو صرف دھوکا ہی نکلا اور جب منافقوں کا ایک گروہ کہنے لگا۔ مدینہ والو! اب تم دشمن کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے تو لوٹ چلو اور ان میں سے ایک گروہ پیغمبر سے (گھر جانے کی) اجازت مانگنے لگا اور کہنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ ان کے گھر کھلے نہ تھے۔ ان کی تو یہ غرض تھی۔ بس (کسی طرح) بھاگ جائیں اور اگر کافروں کی فوجیں شہر کے کناروں سے ان پر گھس پڑیں۔ اور وہ ان سے فساد کرنے کو کہیں۔ تو ضرور ان کے شریک ہو جائیں اور اپنے گھروں میں نہ ٹھہریں۔ مگر تھوڑی (مسلمانوں سے) دیر اور یہ منافق اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے تھے کہ ہم (کافروں کے مقابلے سے) پیٹھ نہ موڑیں گے اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا۔ اس کی پوچھ ہوگی۔ (اے پیغمبر) کہہ دیجئے اگر تم مرنے یا مارے جانے سے بھاگو تو بھاگنا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور کچھ نہیں تھوڑا سا (دنیا کا مزہ) اور اٹھا لوگے۔ (اے پیغمبر) کہہ دیجئے بھلا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے تو تم کو اس سے کون بچا سکتا ہے یا اگر تم پر رحم کرنا چاہے (تو تم کو کون برائی پہنچا سکتا ہے) اور اللہ کے سوا نہ تو وہ کسی کو اپنا حمایتی پائیں گے۔ نہ مددگار (مسلمانو!) تم میں سے جو منافق (لوگوں کو جہاد میں شریک ہونے سے) روکتے ہیں اللہ ان کو جانتا ہے اور ان لوگوں کو (بھی) جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں تو مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے پاس چلے آؤ۔ اور لڑائی میں بھی شریک نہیں ہوئے۔ مگر تھوڑا۔ تمہاری مدد میں بخیلی کرتے ہیں۔ جب ڈر کا وقت آتا ہے۔ تو تو دیکھتا ہے کہ تجھ کو اس طرح تکتے ہیں ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں۔ جیسے اس شخص کی جس پر موت کی بیہوشی آ لگے۔ پھر

جب خوف جاتا رہتا ہے۔ تو چلتی زبانوں سے تمہارا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور (لوٹ) کے مال پر مرے جاتے ہیں ان لوگوں میں ایمان نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک کام اگر (کچھ ہوں بھی) اکارت کر دیئے اور اللہ تعالیٰ پر یہ آسان ہے یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ لشکر کافروں کے بھاگے نہیں اگر وہ آن موجود ہوں تو یہ آرزو کریں گے کاش وہ گاؤں میں گنواروں کی طرح ساتھ ہوتے، تمہارا حال پوچھتے رہتے۔ اور جو تمہارے ساتھ رہیں۔ (وہ بھاگتے نہیں) تب بھی لڑنے کے نہیں۔ مگر تھوڑا مسلمانو! تم کو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرلی تھی۔ وہ ان لوگوں کے واسطے اچھی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن (قیامت) سے ڈرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بہت یاد کرتے ہیں اور جب سچے مسلمانوں نے (کافروں کی) فوجوں کو دیکھا۔ تو گھبرائے نہیں۔ (یہ ان کا ذکر ہے۔ جنہوں نے کہا تلوار فیصلہ کرے گی) کہنے لگے۔ یہ تو ہی ہے جس کا اللہ اور اس کا رسول نے وعدہ کیا تھا۔ اور اللہ اور اس کا رسول سچا ہے۔ اور اس (واقعہ) نے ان کے ایمان کو بڑھادیا۔ انہی مسلمانوں میں کچھ مرد تو ایسے ہیں۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو اقرار کیا تھا (وفاداری کا) اس میں سچے اترے ان میں سے بعض تو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض راہ دیکھ رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنے اقرار کو ذرا نہیں بدلا کہ اللہ تعالیٰ ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے سزا دے۔ چاہے (جب وہ توبہ کریں) ان کو معاف کر دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور (اللہ کی قدرت دیکھو) اللہ نے ادھر تو کافروں کو غصہ میں بھرے ہوئے (خالی) پھیر دیا۔ ان کو کچھ فائدہ نہ ملا۔ اور ادھر اللہ نے مسلمانوں کے لڑنے کی نوبت ہی نہ آنے دی اور اللہ تعالیٰ زور والا زبردست ہے (اگلی دو آیتیں بنو قریظہ کی عہد شکنی کے متعلق ہیں۔ جن کا ذکر ہو چکا ہے)

غزوۂ بنی قریظہ

جب لشکر کفار تباہ وخوار ہو کر فرار ہو گیا اور اہل اسلام خوش وخرم مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ تو بنی قریظہ کے مکانات کا محاصرہ کرلیا۔ کیونکہ انہوں نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو بہت سی افراتفری میں ڈال دیا تھا۔ پندرہ دن تک محاصرہ کیے رہے۔ بعدازاں لڑائی کی نوبت پہنچی۔ کچھ قتل اور کچھ مشرف باسلام ہوئے۔

واقعہ اعرابی

لشکر کفار نے جو کہ مدینہ طیبہ سے تباہ وخوار ہو کر فرار ہو گیا تھا۔ تجویزیں کیں کہ کسی نہ کسی طرح محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا جائے۔ آخرکار انہوں نے ایک اعرابی کو مدینہ طیبہ بھیجا۔ جب وہ اعرابی مدینہ طیبہ میں پہنچا۔ تو پہلے جس مجلس میں وہ پہنچا۔ اسی میں آپ ﷺ جلوہ افروز تھے۔ جاتے ہی پوچھا۔ کہ تم میں سے عبدالمطلب کا بیٹا کونسا ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا۔ کہ اَنَا بْنُ عَبْدُالْمُطَّلِبْ اسی اثناء میں اسد بن الحضیر رضی اللہ عنہ نے اس شریر کو پکڑ لیا۔ پکڑتے ہی ابن الحضیر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پوشیدہ تلوار کو معلوم کر گیا۔ انہوں نے مضبوطی سے پکڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں التماس کی۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر حکم ہو تو ابھی اس کو زمین پر پھینک کر چور چور کر دوں۔ یہ آپ کو قتل کرنے کے خیال سے آیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر اعرابی سے سوال کیا۔ اعرابی نے عرض کی اگر جان کی امان پاؤں تو سچ سچ کہہ دوں۔ آپ نے امان کا وعدہ کیا۔ سارا حال سنانے کے بعد اس نے صدق دل سے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھا اور حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس سال اور بھی بہت سے اشخاص بصدق دل مسلمان ہوئے۔

سنہ 6ھ کے واقعات

سریہ نجد

چھٹے سال کے شروع ہوتے ہی آپ ﷺ نے ایک گروہ کو نجد کی طرف اشاعت اسلام کی خاطر روانہ کیا۔ جنہوں نے بہ طیب خاطر اسلام قبول کیا۔ اور بصدق دل حامی اسلام ہو گئے۔

سریہ فدک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قبیلہ بنی سعد کے ایک سو آدمی دے کر فدک کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ فدک کے یہودیوں کا جنہوں نے بنی قریظہ کی حمایت پر اہل اسلام کو جنگ کا پیغام دیا تھا۔ انتظام کیا جائے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ فدک میں پہنچے۔ تو حسب ارشاد (محمد ﷺ) فدک کے یہودیوں کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہم جنگ کے سوا اور کسی شرط کو منظور ہی نہ کریں گے۔ مجبوراً مقابلہ پر ہاتھ اٹھانے پڑے۔ جس میں بفضل خدا فتح ہوئی۔ اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔

غزوۂ بنی لحیان

جب آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فدک کی طرف روانہ کیا۔ تو آپ

بنی لحیان کی جانب روانہ ہوئے تاکہ 4 ہجری میں عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں کا انتقام لیا جائے۔ جب آپ کا لشکر بنی لحیان میں پہنچا تو بعد مقابلہ کچھ مشرف با سلام ہوئے اور باقی فرار ہو گئے۔ آپ بخیر و عافیت مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ ان واقعات کے بعد پے در پے غزوہ ذی قردہ سریہ عنکل ظہور میں آئے۔ جن میں لشکر اسلام بہ طفیل سید انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مند ہوا۔ اور کفار کو شکست ہوئی۔

صلح حدیبیہ

اسی سال حج اور عمرہ فرض ہوئے۔ حکم کے آتے ہی آپ ﷺ ایک ہزار چار سو آدمیوں کی جماعت لیکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ مکہ مکرمہ سے دو منزل کے فاصلہ پر پہنچے تو آپ کا اونٹ جس کا نام قصویٰ تھا۔ حدیبیہ نام کنوئیں پر دو زانوں ہو گیا۔ ہر چند چلانے کی کوشش کی۔ مگر نہ چلا۔ اسی جگہ قیام کرنے کا حکم دیا چونکہ قریش مکہ کو بھی آپ کی آمد کی خبر مل چکی تھی۔ اس واسطے وہ بھی تیار ہو کر جنگ کے واسطے نکل آئے اور آپ کے مقابلہ پر ڈیرے ڈال دیئے۔ قریش کی طرف سے ایک آدمی بنام بدیل بن ورقا آیا اور قریش کے ارادہ سے مطلع کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنگ کے ارادے سے نہیں آیا۔ بلکہ حج کرنے کی نیت سے آیا ہوں۔ حج کر کے واپس چلا جاؤں گا۔ اگر وہ لڑائی چاہتے ہیں تو ایک مدت مقرر کی جائے اور اس مدت تک جنگ کی تیاری کرتے رہیں جب بدیل نے واپس جا کر قریش کو آپ کے ارادہ سے مطلع کیا تو انہوں نے ذرا بھی پرواہ نہ کی اور کہا۔ ہم محمد (ﷺ) کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ اس بات سے ان کے دلوں میں ایک گونہ خوشی پیدا ہو گئی۔ کہ حج کی نیت سے آیا ہے تو ہمراہی عموماً غیر مسلح ہوں گے اس کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی قریش سے اجازت لیکر آپ ﷺ کے پاس آیا۔ مگر آپ ﷺ نے جو بدیل کے ساتھ گفتگو کی تھی وہی عروہ کے ساتھ کی۔ عروہ دل میں منافقت کر رہا تھا اور دمبدم آپ ﷺ کے نزدیک ہوتا جاتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ موقعہ پاتے ہی جھٹ تلوار کا وار کر جاؤں۔ ہوگا تو یہی کہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ لیکن خبردار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس

کی نیت سے واقف ہو گئے اور اس کو نزدیک تک نہ پھٹکنے دیا۔ اور متنبہ کیا۔ غرض عروہ بے نیل ومرام واپس آیا۔ اور جو کچھ سنا اور دیکھا۔ قریش کے گوش گزار کر دیا۔ مگر قریش نے نہ مانا۔ اور کہا کچھ بھی ہو۔ ہم داخل مکہ میں ہونے نہ دیں گے اور بغیر لڑائی کے جانے نہ دیں گے۔ یہ سنتے ہی جلیس نامی ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور قریش کا پیغام دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلیس کو بھی وہی الفاظ کہے۔ جو کہ پہلے دونوں بدیل اور عروہ سے کہے تھے۔ یہ سنتے ہی جلیس واپس گیا اور قریش کو پکار کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لڑنے کی نیت سے نہیں آئے اور نہ وہ لڑیں گے بہتر ہے کہ ان سے کچھ تعرض نہ کیا جائے اور حج کرنے دیا جائے۔ قریش نے اس کان سے سن کر اس کان سے نکال دیا۔ جب جلیس نے یہ حال دیکھا تو پکار کر کہا کہ میں تو معہ اپنے لوگوں کے واپس مکہ کی طرف جاتا ہوں۔ اور ہتھیار وغیرہ لا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتا ہوں کہ وہ بھی مقابلہ کریں۔

بڑے افسوس اور شرم کی بات ہے۔ کہ جب ایک شخص لڑنے سے انکار کر رہا ہے تو خواہ مخواہ اس کے ساتھ الجھنا کونسی دلیل شرافت ہے۔ جلیس معہ اپنے ہمراہیوں کے چلنے کو تیار ہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فراش بن امیہ لشکر قریش میں پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چٹھی قریش کے افسر کو دی۔ انہوں نے فراش کے کپڑے وغیرہ چھین کر فراش کو واپس کر دیا۔ جب فراش نے واپس آ کر سارا حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ کہ پتہ لائیں کیا حال ہے۔

بیعت رضوان:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے۔ تو قریش نے ان کو قید کر لیا جب یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رنج میں آ کر اور دس آدمیوں عبداللہ وابو الردم بن عمیر، ربیعہ بن ہشام، عبداللہ بن امیہ، کرز بن جابر، ہشام بن اصاص، حمیر بن وہب، عبداللہ بن سہیل، عباس بن ربیعہ، حاطب بن ابی بلتعہ، حاطب بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھیجا کہ قریش کو سمجھائیں۔ مگر قریش نے ان کو بھی قید کر لیا۔ جب یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں پہنچی۔ تو مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جنگ کے

واسطے تیار ہوئے اور از سر نو جملہ صحابہ کرامؓ سے بیعت لی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو سورۃ الفتح رکوع ساتواں آیت پہلی میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے راضی ہو چکا۔ جب وہ درخت کے تلے تجھ سے (اے پیغمبرؐ) بیعت کر رہے تھے۔

جب قریش نے یہ خبر سنی کہ حضرت محمد (ﷺ) بھی لڑنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ تو بہت سا خوف دل میں پیدا ہوا۔ اسی وقت ایک آدمی کے ہاتھ پیغام بھیج دیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا گیا۔ بلکہ زندہ ہیں۔ جب آپ ﷺ نے یہ خبر سنی تو آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تصور کر کے بیعت لی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس شرف سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے محروم نہ رہیں۔ اس طرح سے دوسرے قیدیوں کی نسبت بھی فرمایا۔

دشمنوں کی گرفتاری:

اسی اثناء میں رات ہو گئی۔ تو قریش کے بڑے بڑے چیدہ بہادر جن کی تعداد پچاس کے قریب تھی۔ شبخون کے لیے نکلے۔ مگر باخبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زد سے نہ بچ سکے۔ اور پچاس کے پچاس گرفتار کر لیے گئے۔ جب صبح تک شبخون والے واپس نہ آئے (آتے بھی کہاں سے وہ تو قید ہو چکے تھے) تو سہیل بن عمرو کو خبر لینے کے واسطے بھیجا۔ جب سہیل بن عمرو نے دیکھا۔ کہ وہ تو قید ہو چکے ہیں۔ تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ عایہ وآلہ وسلم ان قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ پہلے ہمارے قیدیوں کو چھوڑ دو۔ جب وہ قیدی ہمارے لشکر میں صحیح وسلامت پہنچ جائیں گے۔ اس وقت ہم تمہارے قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔ انجام کار قریش نے وہ قیدی واپس بھیج دیئے۔ ادھر آپ ﷺ نے بھی ان کو رہا کر دیا۔ پھر قریش نے صلح کے واسطے قاصد

پر قاصد بھیجنے شروع کیے۔

صلح نامہ:

آخر بدین شرائط صلح ہوئی۔

(1) دس سال تک مکہ اور مدینہ والوں میں جنگ نہ ہوگی۔ تاوقتیکہ کسی طرف سے نقص عہد نہ ہو۔

(2) جو آدمی مسلمانوں کا مکہ میں آجائے۔ وہ مکہ والے ہرگز واپس نہ کریں گے۔ لیکن قریش کا جو آدمی مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے۔ وہ اس کو فوراً واپس کر دیں گے۔

(3) امسال حج نہیں کرنے دیں گے۔ سال آئندہ میں آکر حج کریں۔ مگر بے ہتھیار آئیں۔

خالد بن ولید اور سہیل بن عمر قریش کی طرف سے کمشنر معاہدہ تھے اور کاتب حضرت علی کرم اللہ وجہ آپ نے سب سے اول بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تحریر فرمایا۔ تو قریش کہنے لگے کہ نہیں۔ اس کی بجائے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا جائے۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایما سے آپ نے لکھ دیا۔ اور بسم اللہ کو کاٹ دیا بعد ازاں آپ نے لکھا۔ کہ یہ عہد نامہ ہے قریش مکہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان قریش نے پھر کہا۔ کہ ہم عہد نامہ میں لفظ رسول اللہ نہیں لکھنے دیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ کے لفظ کو بھی آپ کے ایما سے کاٹ دیا گیا اور اس کی جگہ صرف محمدؐ بن عبداللہ لکھا گیا۔ عہد نامہ کے لکھنے سے پیشتر ہی خداوند کریم نے سورۃ الفتح نازل فرمائی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کھلی فتح دی۔ جب مسلمانوں نے شرائط صلح کو دیکھا۔ تو عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ شرائط تو ایسی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام مغلوب ہو گیا۔ حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فتح کی بشارت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تم دیکھ لو گے۔ کہ یہ مغلوبانہ شرائط اسلام کے حق میں کس قدر مفید ثابت ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چونکہ اب آپس کی میل جول میں کسی قسم کی

رکاوٹ نہ رہ گئی تھی اور جو مسلمان قریش مکہ کے قبضہ میں آ جاتا تھا۔ اس کو واپس نہیں کیا جاتا تھا۔ اس لیے قریش کو مسلمانوں کی راسخ الاعتقادی اور ان کا برادرانہ سلوک اور عادات واطوار کے مطالعہ کا کافی موقعہ مل گیا اور رفتہ رفتہ بہت سے مسلمان قیدیوں کی تعلیم سے متاثر ہو کر خود بخود اسلام کی طرف رجوع کرنے لگے۔

کیونکہ مسلمان قیدی قید خانہ میں بھی تبلیغ اسلام کرتے رہتے تھے اور اپنے محافظوں رشتہ داروں اور آنے جانے والوں کو اسلام کے عقائد اور اصولوں سے آگاہی دلاتے رہتے تھے۔ اگرچہ ان کے ایسا کرنے سے اکثر اوقات ان پر جبر وتشدد کیا گیا۔ مگر دھن کے پکے مسلمان قیدی قید خانہ میں بھی تبلیغ اسلام کرتے رہتے تھے۔ اور رفتہ رفتہ اسلام کی خوبیاں قریش کے دلوں میں گھر کر گئیں۔

استسقاء

اسی سال بارش نہ ہونے کے باعث ملک میں قحط سخت پڑا۔ جمیع مسلمانوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں التماس کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ بارش بھیجے اور ملک سرسبز وشاداب ہو۔ آپ جملہ مسلمانان ساکن مدینہ ہمراہ لے کر باہر میدان میں چلے گئے اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگی۔ ابھی دعا مانگ رہے تھے کہ ایک طرف سے بادل نمودار ہوا اور آناً فاناً تمام آسمان پر چھا گیا۔ اور برسنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ 14 دن برابر برستا رہا۔ آخر تنگ آ کر پھر شکایت کی۔

برکھا نہیں مجسم آئی قضا ہماری
دم بھر میں مرمٹے گی خلق خدا یہ ساری

آپ ﷺ نے پھر دربار الٰہی میں التجاء کی۔ بارش بند ہو گئی۔ ملک سرسبز ونہال ہو گیا۔ اور خشک سالی کا غلبہ جاتا رہا۔

دعوت اسلام ممالک غیر میں

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام کی مہر بنوائی۔ اور جملہ اطراف و جوانب کے بادشاہوں کو چٹھیاں تحریر کیں۔ کہ خدا اور رسول پر ایمان لے آؤ۔

نجاشی کے نام خط:

پہلی چٹھی نجاشی شاہ حبشہ کے نام لکھی گئی اور عمرو بن امیہ کو روانہ کیا۔ اور چٹھی میں تحریر کر دیا کہ مہاجرین کو اب واپس اپنے ملک میں بھیج دیا جائے۔ جب عمرو بن امیہ نجاشی کے پاس پہنچے تو نجاشی نے بدل و جان آپ کے فرمان کو قبول کر لیا۔ اور اپنی رعایا کو بھی منسلک اسلام میں منسلک کرایا۔ بعد ازاں بے شمار تحفے تحائف دے کر قاصد کو روانہ کیا۔ اور کہا کہ عنقریب ہی مہاجرین کو واپس کر دیا جائے گا۔

ہرقل کے نام خط:

دوسری چٹھی وحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ کو دے کر ہرقل شاہ روم کی طرف بھیجا۔ جب وحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ شہر دمشق میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہرقل اپنے دارالحکومت حمص سے (حمص دمشق سے سات میل کے فاصلہ پر شمال مشرق کی طرف ہے) دمشق میں نذر پوری کرنے کی خاطر آیا ہوا ہے۔ دمشق میں ہی وحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ نے آپ کی چٹھی ہرقل کو پہنچائی۔ جب ہرقل نے معاملہ سے آگاہی پائی۔ تو دل پر ایک قسم کا رعب چھا گیا۔ بعد ازاں قاصد کو نہایت عزت واحترام سے پاکیزہ مکان پر اتارا اور حکم دیا کہ اگر کوئی قافلہ ملک عرب

کا اس طرف آیا ہو۔ تو اس کو ہمارے حضور میں لاؤ۔ قاصد جملہ اطراف وجوانب میں دوڑ گئے۔ اور ابوسفیان کے قافلہ کو دمشق میں لے آئے۔ ابوسفیان کے علاوہ دیگر قافلہ والوں سے بھی آپ ﷺ کے حسب ونسب عادت وخصلت کی نسبت بیشمار سوال کیے۔ جن کے جواب قافلہ والوں نے باحسن وجوہ ادا کیے۔ جب ہرقل کو کوئی نقص کسی قسم کا نظر نہ آیا۔ تو دل میں سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے کہ اتنے میں ابوسفیان بول اٹھا۔ کہ وہ کاذب ہے۔ ہرقل نے سوال کیا کہ کس طرح؟ ابوسفیان نے معراج کے واقعہ کو دہرایا۔ اور کہا کہ وہ کہتا ہے کہ میں رات ہی رات میں آناً فاناً میں گیا اور بیت المقدس میں پہنچ کر وہاں دو رکعت نماز ادا کی اور لاانتہاء ملائکہ نے میرا استقبال کیا اور اس کے بعد عرش معلیٰ تک کی سیر کی اور پھر اتنا ہی فاصلہ طے کر کے آیا۔

حاکم بیت المقدس کی گواہی:

ہرقل نے اس بات پر تبسم کیا اور کچھ کہنے ہی کو تھا کہ اتنے میں ایک شخص جو بیت المقدس کا حاکم تھا اور سوال کیا کہ اے ابوسفیان وہ دن کونسا تھا۔ جس دن وہ کہتا ہے کہ میں نے سیر کی۔ ابوسفیان نے بتایا تو اس شخص نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ واقعہ جس کو ابوسفیان کذب کے لفظ سے منسوب کرتا ہے۔ بالکل درست ہے۔ کیونکہ اسی رات جس رات ابوسفیان ذکر کرتا ہے۔ ہم نے ہزار سر دھنا ان تھک کوشش کی کہ بیت المقدس کے دروازے بند کر کے آرام کریں۔ مگر دروازے بند نہ ہو سکے اور ہم نے بیشمار سفید لباس والے آدمیوں کو ادھر ادھر خوشی میں چلتے پھرتے دیکھا۔ کچھ رات باقی رہنے پر دیکھا کہ ایک شخص ایسا حسین وخوبصورت کہ جس کے رخ منور کے آگے آفتاب ومہتاب کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ تشریف لایا اور سب سفید لباس والے اشخاص نے کمال ادب واحترام کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ بعد ازاں تھوڑی عبادت کر کے وہاں سے چلا گیا اور ساتھ ہی وہ آدمی جن کو ہم دیکھ رہے تھے چلے گئے۔ اس کے بعد اس خادم بیت المقدس نے جس طریقے سے آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی۔ اس کا بیان کرتے ہوئے آپ کا حلیہ بھی بتایا۔ حلیہ اور نماز کا طریقہ سنتے ہی وحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ پکار اٹھے کہ یہی طریقہ نماز ہمارے خدا نے اپنے

پیغمبر پر نازل فرمایا اور یہی حلیہ جو کہ بیان کیا گیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

ہرقل کا اقرار:

یہ سنتے ہی ہرقل نے ابوسفیان کو اپنے دربار سے نکال دیا۔ اور وحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ کو خلوت میں لے جا کر کہا کہ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت میں پیغمبر آخرالزمان ہیں۔ مگر میں اپنی قوم سے ڈرتا ہوں۔ اگر انہوں نے سن لیا تو مجھے ہلاک کر دیں گے۔ میں تجھے ایک چٹھی لکھ کر اپنے ملک کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا ضغاطر کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر اس نے دین اسلام قبول کر لیا۔ تو میں بھی اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دوں گا۔ غرض وحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ بعد از قطع منازل ضغاطر کے پاس پہنچے۔ ضغاطر چٹھی دیکھتے ہی فرط خوشی میں چلا اُٹھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس کے بعد لباس تبدیل کر کے مجمع میں آیا۔ اور کہا اے اہل روم! جس رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی ہماری مقدس کتاب انجیل میں ہے وہ مبعوث ہو گیا ہے۔ میں نے دین اسلام اختیار کر لیا ہے۔ اب تم بھی بلا چون و چرا داخل اسلام ہو کر عاقبت کا ثواب حاصل کرو۔ اہل روم نے یہ سننا تھا کہ طیش میں آ کر بیچارے ضغاطر کو شہید کر دیا۔ جب وحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ نے یہ ماجرا دیکھا تو ہرقل کے پاس آ کر سارے حالات سنا دیئے۔ ہرقل نے کہا۔ دیکھا یہی حال اہل روم میرا کر دیں گے۔ اگر میں نے دین اسلام اختیار کیا۔ غرض ہرقل نے جملہ امراء و وزراء کو بلایا۔ اور کہا بہتر ہے کہ دین اسلام اختیار کر لیا جائے کیونکہ پیغمبر آخرالزمان مبعوث ہو گئے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ امراء وزراء نہایت طیش میں آ کر خرافات بکنے لگے۔ جب ہرقل نے یہ حال دیکھا۔ تو پھر ان کو بلایا اور کسی نہ کسی طرح ان کو راضی کیا۔ اور وحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا۔ کہ ہم اسلام اختیار نہیں کر سکتے۔

والئی شام کے نام خط:

تیسری چٹھی شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو دے کر حارث بن ابی شمر والئے شام کے پاس بھیجا۔ تو اس نے چٹھی دیکھتے ہی پھاڑ ڈالی اور اسی وقت حکم دیا کہ فوج تیار ہوتا کہ

ایسے پیغمبر کا خاتمہ کر دیا جائے۔ شجاع کو قید کر لیا۔ اسی اثناء میں ایک چٹھی ہرقل کو امداد کے واسطے بھیجی۔ مگر ہرقل نے حارث کو سمجھایا۔ اگر تو دین اسلام اختیار نہیں کرتا۔ تو لڑائی کے ارادے سے باز رہ۔ ورنہ بہت خراب ہوگا۔ جب ہرقل کی چٹھی حارث کے پاس پہنچی۔ تو وہ اس نامراد ارادے سے ہٹ گیا۔ اور شجاع کو چھوڑ دیا۔ اور زاد راہ دے کر رخصت کر دیا۔

شاہ یمامہ کے نام خط:

چوتھی چٹھی ہوذۃ بن علی الحنفی شاہ یمامہ کی طرف لکھی۔ اور مہر لگا کر سلیط بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کی۔ جب سلیط بن عامر رضی اللہ عنہ شاہ یمامہ کے پاس پہنچے۔ تو اس نے قاصد کی بڑی عزت کی اور کچھ دن رکھ کر بصد ادب ایک چٹھی جواب میں لکھ کر ارسال کی۔ اور بہت سے تحفے تحائف بھی ارسال کیے۔ اور کہا کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ عایہ وآلہ وسلم ملک عرب کو میری سلطنت میں شامل کر دیں۔ تو میں اسلام قبول کر لوں گا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹھی کے حال سے واقفیت پائی تو فرمایا ملک خدا کا ہے میرا نہیں ہے۔

شاہ اسکندریہ کے نام خط:

پانچویں چٹھی دے کر حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو مقوقس شاہ اسکندریہ کے پاس بھیجا۔ اس نے انجیل شریف منگوا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور حلیہ کو دیکھا۔ بعد ازاں قاصد سے پوچھا۔ جب قاصد کی زبان اور انجیل کا بیان متفق ہو گیا۔ تو قاصد کی بڑی عزت کی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک چٹھی لکھ کر دی۔ کہ میں مذہب عیسوی نہیں چھوڑتا۔ مگر یہ شہادت دیتا ہوں کہ آپ حقیقت میں رسول موعود ہیں۔ جس کی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے اور ایک خچر بنام دلدل ایک اونٹ۔ چار کنیزیں ایک ہزار مثقال سونا ایک خواجہ سرا بیس جوڑے نفیس کپڑے علاوہ دیگر تحائف کے دے کر قاصد کو واپس کر دیا۔ قاصد کو انعام و اکرام اس کے علاوہ اور بہت سا دیا۔

خسرو پرویز کے نام خط:

چھٹی چٹھی عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دے کر خسرو پرویز شاہ عجم کے پاس بھیجا۔ جب

خسرو پرویز نے چٹھی کے مضمون سے واقفیت پائی تو بہت طیش میں آ کر یمن کے حاکم بازان کی طرف جو کہ اس کا برادر زادہ تھا۔ لکھا کہ دو آدمی جو کہ شجاعت میں لاثانی ہوں فوراً مدینہ بھیجو۔ تاکہ محمد (ﷺ) کو گرفتار کر کے میرے دربار میں حاضر کریں۔ جب یہ چٹھی بازان کے پاس پہنچی تو اس نے خسرو اور بانو یہ دو شخصوں کو مدینہ طیبہ میں بھیجا۔ راستہ میں ابوسفیان اور صفوان بن امیہ سے جو کہ آپ کے جانی دشمن تھے ملاقات ہوئی۔ بعد از استفسار حال کے وہ بہت شاداں وفرحاں ہوئے اور ان دونوں کو مزید ہدایات دے کر مدینہ کی طرف رخصت کیا۔ جب وہ دونوں مدینہ طیبہ پہنچے اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ان پر ایسا رعب چھایا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا رعب نہ چھایا تھا۔ آخر ڈرتے ڈرتے اپنے مطلب کو ظاہر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا چپ چاپ چلے جاؤ جو شخص مجھے طلب کرنا چاہتا ہے اس کو رعایا نے بغاوت کر کے ہلاک کر دیا ہے۔ اور اس کی جگہ شیرویہ تخت پر بیٹھا ہے۔ ناچار یمن کی طرف پلٹے۔ جب بازان کی کچہری میں حاضر ہوئے تو سارا حال جو کچھ دیکھا سنا تھا سنایا ابھی وہ آپ کا ذکر سنا ہی رہے تھے کہ شیرویہ کی چٹھی پہنچی۔ جس میں لکھا تھا کہ رعایا نے بغاوت کر کے پرویز کو ہلاک کر دیا ہے۔ اب بغاوت فرو کرنے میں میری مدد کرو۔ یہ چٹھی پڑھتے ہی بازان نے بصدق دل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا اور اپنی رعیت کو بھی مسلمان کر کے بیشمار تحائف آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیے۔

☆☆☆

غزوۂ خیبر

7 ہجری اس سال میں سب سے پہلے غزوۂ خیبر پیش آیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی سلول منافق نے جس کا ذکر پیچھے آ چکا ہے۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے واقعات یاد دلا کر خیبر کے یہودیوں کو جنگ پر برانگیختہ کیا۔ خیبریوں نے گردونواح سے بہت سی امداد لی۔ آپ ﷺ بھی معہ اپنی فوج ظفر موج کے خیبریوں کے حالات سن کر روانہ ہوئے۔ جب خیبر کے گردونواح میں پہنچے تو خیبریوں نے اپنا تمام مال و اسباب معہ زن و فرزند کے مضبوط قلعوں میں بند کر دیا اور خود میدان جنگ میں اتر آئے دن کے وقت زیر قلعہ لڑائی ہوتی رہتی اور رات کو ہر دو لشکر اپنا اپنا حفاظتی دستہ مقرر کرتے۔

قلعہ قموص کی فتح:

خیبر کے گردونواح میں بہت سے قلعے مضبوط واقع تھے اگر ایک قلعہ پر حملہ کرتے تو دوسرے قلعہ سے حملہ ہونے کا ڈر تھا۔ دوسرے قلت رسد کے سبب سے بھی بڑی مصیبت تھی۔ آخر کار رفتہ رفتہ گردونواح کے قلعوں کو فتح کر کے سب سے بڑے اور مضبوط قلعے کا جس کا نام قموص تھا۔ رخ کیا۔ دشمن کی طرف سے مرحب جو کہ خیبریوں کا سردار تھا نکلا۔ ادھر سے مقابلہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اجازت لیکر نکلے اور پہلی ہی ضرب میں مرحب کو جہنم کا پروانہ دے کر رخصت کیا۔ جب خیبریوں نے یہ حال دیکھا۔ تو جھٹ قلعہ کے دروازہ کو بند کر کے محصور ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک ہی نعرہ سے قلعہ کے دروازہ کو دھکا دے کر جس کو چالیس آدمی بمشکل کھول سکتے تھے توڑ ڈالا جب محصور آدمیوں نے یہ حال

دیکھا۔ تو ان کے چھکے چھوٹ گئے اور امان مانگنے لگے۔ سب کو امان دی گئی۔ جنہوں نے دین اسلام اختیار کیا۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اور باقیوں کو جزیہ لگا دیا۔

گوشت میں زہر:

اس جنگ میں بہت سا غنیمت کا مال ملا۔ آپ ﷺ ابھی اس جگہ مقیم تھے کہ ایک عورت بنام زینب نے کباب بنا کر آپ ﷺ کے سامنے رکھے ابھی آپ ﷺ نے پہلا لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈالا ہی تھا کہ فوراً آواز آئی۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گوشت زہر آلود ہے کھانے سے ہاتھ اٹھالیں۔ اس سخن کے سنتے ہی آپ ﷺ نے زینب کو بلا کر استفسار کیا۔ زینب نے کہا۔ اگر جان کی امان پاؤں۔ تو سچ سچ عرض کروں آپ ﷺ نے امان دی۔ تو پھر زینب نے کہا میں نے اس لیے زہر ڈالا تھا کہ آیا خدا آپ ﷺ کو اطلاع دیتا ہے یا نہیں۔ اب میں بصدق دل مسلمان ہوئی۔

حجاج بن علاط کا قبول اسلام

راستہ میں جبکہ خیبر سے مدینہ طیبہ کی طرف جا رہے تھے۔ تو حجاج بن علاط جو کہ قبیلہ بنی سلیم میں سے تھا۔ بطیب خاطر مسلمان ہوا۔ پھر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ کیونکہ اس نے اہل مکہ سے بہت سارو پیہ لینا تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر میرے مسلمان ہونے کی خبر اہل مکہ کو ملے گی۔ تو میرا نام ونشان نہ چھوڑیں گے اس واسطے اس نے چاہا کہ کسی طرح اپنا روپیہ وصول کر لیا جائے۔ جب مکہ مکرمہ میں پہنچا۔ تو قریش نے احوال دریافت کیا۔ کہ جنگ خیبر کا کیا نتیجہ نکلا۔ حجاج نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسیر ہو گئے ہیں۔ اس خبر سے مسلمانوں کو کمال فکر ہوا۔ برخلاف اس کے اہل قریش نے جشن کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ خدا کا وعدہ کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ فوراً اپنا آدمی حجاج کے پاس بھیجا۔ حجاج نے آدمی کو جواب دیا کہ میں رات کے وقت تمہیں مل کر اصل حالات سے آگاہی دوں گا۔ تم غیر آدمیوں سے اپنے گھر کو محفوظ رکھنا حاصل کلام حجاج حسب وعدہ رات

کو آیا اور کہا کہ میں نے یہ افواہ اس لیے اڑائی ہے کہ میرا روپیہ جو کہ اہل مکہ کی طرف ہے وصول ہو جائے۔ دوسری صورت میں روپیہ کی عدم وصولی کے علاوہ مجھے اپنی جان کی سلامتی کی بھی امید نہیں تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بفضل خدا مظفر و منصور خیبر سے مدینہ طیبہ پہنچ گئے ہیں۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ میرے جانے سے تین دن بعد اس خبر کو ظاہر کر دینا۔ جب حضرت عباس ؓ نے تمام حالات سے واقفیت حاصل کر لی تو شکر الٰہی ادا کیا اور دو غلاموں کو اس خوشی میں آزاد کر دیا۔ چونکہ حجاج نے حضرت عباس ؓ سے وعدہ لیا تھا۔ اس لیے حجاج کے چلے جانے کے بعد تین دن اسی طرح ظاہر رنج والم میں رہے۔ بعدہ' تمام مسلمانوں کو اکٹھا کر کے کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ طواف کر کے سارے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی۔ مسلمانوں کے چہرے خوشی سے چمکنے لگے۔ جب اہل قریش نے یہ حال دیکھا تو حضرت عباس ؓ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت عباس ؓ نے راز فاش کیا۔ سنتے ہی کافروں کا دل جو فرط خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ ڈھیلا پڑ گیا اور ویسے ہی جزع فزع کا آوازہ بلند ہوا۔

صلح فدک

جب آپ ﷺ خیبر کی طرف تشریف لے جارہے تھے تو محیصہ بن مسعود ؓ کی سرکردگی میں مختصر سا لشکر فدک کی طرف پھر روانہ کیا۔ تاکہ ان کو دعوت اسلام دی جائے۔ جب یہ گروہ فدک میں پہنچا۔ تو کفار نے کہا ہمارے سردار خیبر کی طرف دس ہزار کا لشکر لیکر خیبریوں کی مدد کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبریوں سے عہدہ برآنہ ہو سکیں گے۔ مجبوراً محیصہ نے محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں کے بعد یاسر حارث اور عامر (جو فدک والوں کے سردار تھے) کے مرنے کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتح یاب ہونے کی خبر پہنچ گئی۔ یہ سننا تھا کہ فدک والوں نے صلح کر لی۔ اور جزیہ دینا منظور کر لیا۔ محیصہ ؓ بخیر خوبی لشکر اسلام سے آملے۔

مہاجرین کی واپسی:

اسی سال وہ مہاجر جنہوں نے مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے۔ جب آپ ﷺ خیبر سے واپس آتے ہوئے وادی القراء میں پہنچے۔ تو یہودیوں نے آپ ﷺ سے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ ہر چند آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر ان بدبختوں نے ایک نہ سنی مجبوراً لڑائی تک نوبت پہنچی۔ جس میں کفار نے راہ فرار اختیار کی اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کو ملا۔ خیبر سے آکر حج کے واسطے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے اور بموجب عہد کے تین دن رہ کر فرائض حج کو ادا کر کے چوتھے دن مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ آئے۔

شاہ غسان کے نام خط:

اسی سال حج سے واپس آکر غسان کے بادشاہ حیلہ بن ابہم کی طرف چٹھی لکھی کہ جس مذہب میں ہو چھوڑ کر اسلام قبول کرو۔ اس نے بصدق دل سے اسلام اختیار کر لیا اور بہت سے تحائف آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیے۔ بعد ازاں فروتہ بن عمر نے بھی جو کہ شاہ روم کی طرف سے علاقہ عمان (یہ علاقہ خلیج فارس اور خلیج عمان کے مغربی کنارے پر ہے اس کا دار الحکومت آجکل مسقط ہے) پر حاکم تھا۔ دین اسلام اختیار کر لیا اور ایک چٹھی جس میں بذات خود حاضر نہ ہو سکنے کی مجبوری کا ذکر کیا تھا۔ لکھی اور حسب مقدار تحائف روانہ کیے۔ جب فروتہ کی چٹھی آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچی۔ تو بعد از قبول تحائف کے قاصد کو احترام سے اچھی جگہ اتارا۔ کچھ دن کے بعد زاد راہ دے کر روانہ کیا اور احکام اسلام قاصد پر ظاہر کر دیئے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

8 ہجری اسی سال میں سب سے پہلے خالد بن ولید جس نے جنگ اُحد کے وقت غار میں سے پلٹ کر مسلمانوں پر بڑی شدت سے حملہ کر کے پسپا کیا تھا۔ معہ دیگر چند اشخاص کے خود بخود آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں انہوں نے بڑے بڑے قلعے سر کیے تھے۔

سریہ بنی خزاعہ یا ذات السلاسل

(یہ بنی خزاعہ وہ قبیلہ نہیں ہے۔ جو صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کی طرف تھا۔ بلکہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔)

ابھی حضرت خالد بن ولید ؓ مشرف باسلام ہوئے ہی تھے کہ بنی خزاعہ کی طرف سے لڑائی کا پیغام پہنچا۔ آپ ﷺ نے فی الفور حضرت عمر بن عاص ؓ کو جو کہ حضرت خالد بن ولید ؓ کے ہمراہ ہی مسلمان ہوئے تھا۔ تین ہزار آدمیوں کی جماعت سے بنی خزاعہ کی طرف بھیجا۔ جب عمر ؓ نے دشمن کی طاقت کا اندازہ کیا تو آپ ﷺ کی خدمت میں چٹھی لکھی کہ امداد کی سخت ضرورت ہے۔ آپ ﷺ نے فوراً حضرت عبیدہ ؓ کو کچھ سپاہ دے کر رخصت کیا۔ آخر ذات السلاسل کے مقام پر جو کہ وادی القراء کے نزدیک خیبر کے رستہ پر ہے دشمن سے مقابلہ ہوا۔ جس میں اہل اسلام کو کامل فتح نصیب ہوئی اور شاداں وفرحاں مدینہ طیبہ کی طرف واپسی کی۔

سریہ موتہ

جب حضرت عمرو بن عاص ؓ بنی خزاعہ کی طرف مشغول تھے۔ تو آپ ﷺ نے ایک چٹھی حاکم بصری کی طرف لکھ کر حارث بن عمیر ؓ کو دی۔ جب قاصد رسول خدا فاصلہ طے کر کے بصریٰ کے قریب پہنچا۔ تو ملک روم کے ایک حاکم شرجیل بن عمر غسانی نے جو کسی کام کی غرض سے بصریٰ آیا ہوا تھا۔ بعد از فراغت کام کے واپس اپنے مقام کی طرف

جا رہا تھا۔ بعد از استفسار حارث کو شہید کر دیا۔ جب یہ خبر آپ ﷺ کو ملی تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار کا لشکر دے کر قاتل حارث کے مقابلہ پر بھیجا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائے تو امیر لشکر جعفرؓ بن ابو طالب ہو۔ اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ تمہار اسپہ سالار ہو۔ اگر یہ بھی شہید ہو جائے۔ تو اپنے صلاح و مشورہ کے ساتھ امیر بنا لینا۔ چنانچہ جاتے ہی مسلمانوں نے کفار کی ہراولی فوج کو مار بھگایا اور شرجیل کو قلعہ میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ جس وقت قاتل حارث شکست کھا کر قلعہ میں محصور ہو گیا۔ تو اس نے اپنا ایک قاصد ہرقل شاہ روم کی خدمت میں امداد کے واسطے بھیجا۔ قیصر روم نے ایک لاکھ کا لشکر جرار بڑے بڑے سورما اور چیدہ ماہرین جنگ کا شرجیل کی مدد کے واسطے روانہ کیا جب مسلمانوں نے اس حال سے اطلاع پائی۔ تو اول سوچا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چٹھی لکھ کر امداد منگوائی جائے۔ پھر سوچا کہ بہتر ہو مدینہ کی طرف لوٹ چلیں۔

فتح یا شہادت:

بعد ازاں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا گیا۔ یا فتح یا شہادت۔ چلو بڑھتے چلو۔ دشمن کی امداد کو راستہ ہی میں روک لو۔ اس صلاح پر متفق ہو کر دشمن کی پیشوائی کے واسطے روانہ ہوئے۔ پیچھے شرجیل بھی اپنی تباہ و خستہ فوج کو لے کر روانہ ہوا۔ آخر کار دمشق سے دو منزل کے فاصلہ پر قصبہ موتہ کے مقام پر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ اسلام کے لشکر کی قلت دیکھ کر دشمنوں کے دل خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔ ادھر کل تین ہزار غازی ادھر ایک لاکھ سے بھی زیادہ دشمن۔ دو دن کی متواتر لڑائی کے بعد زید بن حارثہؓ جو کہ افسر لشکر اسلامیہ تھے، شہید ہو گئے۔ گو پہلے تو دل کی لغزش ہوئی۔ مگر فوراً حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کو اپنا افسر مقرر کر لیا اور اسی طور لڑائی جاری رہی۔ لشکر کفار اہل اسلام کی جانبازی اور بہادری دیکھ دیکھ کر دنگ ہوتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت جعفرؓ کا دایاں ہاتھ شہید ہو گیا تو اسلامی جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ جب یہ دست مبارک بھی شہید ہو گیا تو دونوں شکستہ بازوؤں میں پکڑ لیا اور بہادر غازی نے پرچم اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ آخر کار حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے اور گرتے گرتے جھنڈے کو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ کر پہلے سے دو

چند آب وتاب کے ساتھ بلند کیا اور تکبیر کے نعروں سے میدان ہلا دیا۔ انجام کار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی جام شہادت نوش کر کے داخل جنت ہوئے۔ تو فوراً اسلامی جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پکڑ کر ثابت بن اقدام انصاری کے ہاتھ میں دے دیا اور دونوں ہاتھوں میں تلواریں علم کر کے شیر یزداں کی طرح میدان میں آئے اور کہا کہ اے خالد! اگر تو آج باغ وراغ کی تمنا کرتا ہے۔ تو وہ میں نے خدا کی خوشنودی کے لیے بخش دیئے۔ اے خالد! اگر تو مال ومتاع کا خیال کرتا ہے تو یاد رکھ سارا مال ومتاع گزشتہ گناہوں کے کفارہ میں دے دیا۔ اے خالد! اگر تو اپنی پیاری اور خوبصورت بیوی کا خیال کر کے میدان سے بھاگتا ہے تو جان لے کہ میں نے آج اس کو دین اسلام کی خاطر طلاق دے دی اے خالد! اگر تو اپنی اولاد کا خیال کرتا ہے تو سمجھ لے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی طرح قربان کر دیا۔ اے خالد اگر تو اپنی جان کی پرواہ کرتا ہے۔ تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں قربان کر دی۔ اب بتا کہ دنیا میں تیرے لیے کیا رکھا ہے۔ یہ کہا اور بآواز بلند اللہ اکبر کا نعرہ مارتے ہوئے بے جگری کے ساتھ دشمن کے قلب پر حملہ کر کے درہم برہم کر دیا۔ دوسری طرف دشمن کے میسرہ نے مسلمانوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ پائے ثبات اکھڑنے ہی کو تھے کہ قطبہ بن عامرؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے کہا کہ حیات سے موت بہتر ہے بھاگنا عورتوں کا کام ہے اگر بھاگ کر زندہ جاؤ گے تو نامرد کہلاؤ گے اور مر گئے تو شہادت کا درجہ پاؤ گے اگر فتح پائی تو غازی کہلاؤ گے۔ غرضیکہ ہر طرح سے دلیری دلائی اور سرنو پراگندہ جمعیت کو جمع کر کے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا اور تکبیر کے نعروں سے دشمن کے دلوں کو ہلا دیا۔ رجمنٹوں کی رجمنٹیں خالی کر دیں۔ بڑے بڑے بہادر اور سورماؤں کے چھکے چھڑا دیئے۔ دشمن کی فوج کے قلب میمنہ اور میسرہ کو توڑ دیا اور ہزاروں کا صفایا کر دیا۔ اور اس بے جگری سے دشمن کو تہ تیغ بیدریغ کیا کہ رستم کی روح قبر میں کانپ کر الامان الامان پکار اٹھی اور اللہ اکبر کے نعروں سے گاؤ زمین اور ثور فلک کو ہلاتے ہوئے کفار کے جھنڈے کو نگوں۔ار کر کے گھوڑوں کے پاؤں میں روند ڈالا۔

قلعہ موتہ کی فتح:

آخر کار لشکر کفار نے راہِ فرار اختیار کی اور ہزاروں کشتوں کے پشتے میدان چھوڑ کر قلعہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ اس حال کو دیکھتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ آنحضرت ﷺ یہ سب معاملہ مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے باطنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمارہے تھے اور اہل اسلام کے حق میں دعائے فتح مانگ رہے تھے۔ جو جو واقعہ میدان موتہ میں ہورہا تھا۔ سب اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سناتے جاتے تھے۔ اور خالد بن ولیدؓ کی بہادری پر عش عش کرتے تھے۔ قلعہ موتہ کے دروازے پر غازی حضرت خالد بن ولیدؓ دودستی تلواریں چلارہے تھے اور داد شجاعت ادا کررہے تھے آخر کار قلعہ سر ہوا اور دشمنوں کو کامل شکست نصیب ہوئی۔ ہزاروں کی تعداد میں اسیر ہو کر مدینہ طیبہ میں پہنچے اور ہزاروں تہ تیغ ہوگئے۔ اور کئی ہزار داخل اسلام ہوئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بفضل خداوند غفور مظفر و منصور ہوکر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔ بیشمار مال غنیمت حاصل ہوا، بد بخت شرجیل واصل جہنم ہوا۔ ادھر ہرقل شاہ روم کے ملک میں گھر گھر صف ماتم بچھ گئی۔ اس لڑائی میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں نو تلواریں مارتے مارتے ٹوٹیں تھیں۔

☆☆☆

فتح مکہ معظّمہ

ابھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو میدان موتہ سے آئے ہوئے چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام خبر لائے کہ قریش نے عہد نامہ کو توڑ دیا ہے اور بنی خزاعہ کے مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بنی ذیل کے قریش سے جو بنی بکر سے تعلق رکھتے تھے اسلام اور آپ کی ہجو (نعوذ باللہ من ذالک) میں ایک قصیدہ بنایا وہ پڑھ رہے تھے کہ بنی خزاعہ کے چند مسلمانوں کا ان پر گزر ہوا۔ انہوں نے عہد نامہ یاد دلایا اور ایسی حرکت سے منع کیا۔ مگر قریش کی آتش غضب نے ان کو پیوند خاک کر دیا۔ جب بنی خزاعہ کو اس امر کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنا آدمی قریش کے پاس بھیجا کہ تم نے عہد نامہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ قریش نے قاصد کو بھی شہید کر دیا۔ اور رات کو عکرمہ بن ابو جہل اور صفوان بن امیہ نے ستر آدمی مسلح ہو کر بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ جبرائیل علیہ السلام یہ خبر دیکر اہل مکہ سے لڑائی کا حکم دے گئے۔ (پ 10 س توبہ رکوع 2)

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ
دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ
لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ○ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ
وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ
اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْ
كُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُذْهِبْ
غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ط

ترجمہ: اگر عہد کر کے یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعنہ ماریں تو ان کفر کے سرداروں سے لڑو جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور پیغمبر کو نکال دینا چاہا اور انہوں نے پہلے ہی تم سے چھیڑ خانی شروع کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ اگر تم کو ایمان ہے تو اللہ کا ڈر ہونا چاہیے۔ ان سے لڑو۔ اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو سزا دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور تم کو ان پر فتح دے گا۔ مسلمانوں تم میں سے ایک گروہ (بنی خزاعہ) کے دل ٹھنڈے کرے گا اور ان کے دلوں کو غصہ دور کر دے گا اور اللہ تعالیٰ جن کو چاہے توبہ کی توفیق دے گا۔ اور اللہ جانتا اور حکمت والا ہے۔

اتنے میں عمرو بن سالم معہ چند دیگر اشخاص بنی خزاعہ کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے اور سارا قصہ کھول سنایا۔ آپ ﷺ نے جملہ مسلمانان کی طرف پیغام بھیج دیا کہ یکم رمضان تک مسلح ہو کر مدینہ منورہ میں آ جاؤ۔ جب ابوسفیان نے اس بات کو سنا تو نہایت پریشان ہو کر جملہ قریش کو بلایا اور کہا کہ عہد نامہ کی خلاف ورزی ہماری طرف سے ہوئی ہے۔ اب محمد (ﷺ) ہمیں نہ چھوڑے گا۔ کیونکہ میدان موتہ میں اس کی صرف تین ہزار جماعت نے ڈیڑھ لاکھ کے قریب فوج کے ہوش اڑا دیئے ہیں۔ جس وقت قریش نے اس واقعہ کو سنا۔ تو آنکھیں کھلیں آخر کار صلاح و مشورہ کر کے ابوسفیان مدینہ میں حاضر ہوا۔ اور اپنی لاعلمی ظاہر کی مگر ادھر تو حضرت جبرائیل عایہ السلام خبر دے چکے تھے۔ ابوسفیان کی بات کا کس کو اعتبار آتا۔ ابوسفیان ناچار شرمندہ ہو کر واپس مکہ چلا گیا اور جملہ حالات قریش

کے گوش گزار کیے۔ تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ابوسفیان چوری چوری شہر مکہ چھوڑ کر شاہ روم کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ مگر جب ہرقل کو اس امر کا پتہ چلا کہ یہ حضرت محمد (ﷺ) کا چچا ہے تو اپنے ملک سے نکال دیا۔ اب ابوسفیان جنگلات عرب میں آوارہ گردی کرنے لگا۔ مگر چھپنے کو جگہ نہ ملی۔

مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی:

ادھر دس ماہ رمضان کو آپ ﷺ معہ دس ہزار لشکر جرار کے عازم مکہ ہوئے ادھر قریش کو حالت سراسیمگی میں کچھ خبر ہی نہ تھی کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا جب آپ ﷺ کا لشکر مرالظہر ان کے مقام پر اترا۔ تو ابوسفیان بھی گرد چھانتا ہوا اس لشکر کے قریب پہنچا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو پچھلے مقام پر مکہ مکرمہ سے چل کر آپ ﷺ کے لشکر کے ساتھ مل چکے تھے رات پہرے پر تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دور سے دو تین آدمیوں کو دیکھا۔ پاس آ کر جب ایک دوسرے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکم بن خرام (دونوں مؤخرالذکر قریش کی طرف سے خبر لینے کے واسطے آئے تھے اور ابوسفیان آوارہ گردی کی حالت میں ان سے ملا تھا) پھر رہے ہیں۔ بعد از شناخت کرنے کے ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ کس کا لشکر ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حبیب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر ہے۔ جو قریش کو ان کی بدعہدی کی سزا دینے کے لیے دس ہزار کی تعداد میں مکہ کی طرف جا رہا ہے۔ ان دونوں مؤخرالذکر کے منہ سے آہ نکلی اور فی الفور الٹے پاؤں بھاگے ابوسفیان نے کہا کہ اب کیا چارہ ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اسلام اور فرمایا کہ اگر تو چاہے کہ میں اپنی امان میں تجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلتا ہوں۔ بشرطیکہ اسلام قبول کرلے۔

ابوسفیان کو ترغیب اسلام:

ابوسفیان نے منظور کرلیا اور جھپٹ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے گھوڑے پر سوار ہوا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بڑی تیزی کے ساتھ ابوسفیان کو لیکر لشکر میں سے گزرے ہر چند اہل

لشکر نے پکارا کہ اس وقت کون لشکر میں گشت لگا رہا ہے مگر کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خیمہ پر سے گزر ہوا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو شناخت کر لیا اور تلوار لے کر جھپٹے کہ ابوسفیان کا کام تمام کر دیا جائے۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خیمہ کے پاس جا اترے اور ابوسفیان کو پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت کوشش کی کہ ابوسفیان کی گردن اڑا دوں۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ فی الحال حراست میں رکھو۔ صبح دیکھا جائے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمرؓ شاید اس لیے اصرار کرتے ہو کہ بنی عبدمناف (آنحضرت ﷺ اور حضرت عباسؓ وغیرہ بنی مناف میں سے تھے) میں سے ہے اگر بنی عدی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ بنی عدی میں سے تھے) سے ہوتا تو اس قدر تکرار نہ کرتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے عباسؓ معلوم ہے تجھ کو جب میں حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہوا تھا۔ تو اپنے ماں باپ کو داخل اسلام نہ ہونے کے باعث ان کی مخالفت کی تھی پھر بنی عدی میں ہونے کا تذکرہ کیوں کرتے ہو۔ یہی گفتگو کرتے ہوئے باہر نکل گئے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

دوسرے دن ابوسفیان کو آپ ﷺ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ جب ابوسفیان سے استفسار کیا گیا۔ تو انہوں نے پچھلی باتیں دہرانا شروع کر دیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے اے ابوسفیان جلدی کلمہ شہادت زبان سے بول اور گزشتہ کہانیاں نہ دہرا ورنہ ابھی تیغ بے دریغ کا شکار کرتا ہوں ابوسفیان نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور بصدق دل مسلمان ہوئے۔ بعد ازیں لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو لشکر کی گزرگاہ پر لے کر کھڑے ہو گئے۔ سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر ایک ہزار کی تعداد میں دو علم اٹھائے ہوئے تکبیر کا نعرہ بلند کرتا ہوا گزرا۔ بعد ازیں حضرت زبیرؓ بن عوام بنی غفار وغیرہ کا لشکر کسی کا کم کسی کا ہزار اللہ اکبر پڑھتا ہوا گزرتا جاتا تھا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پکارا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کی بربادی ٹھانی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے چچا جان نہیں۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قوم کی بربادی کی نہیں ٹھانی۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی تیرے گھر میں یا اپنے

اپنے گھروں میں یا مسجد الحرام میں پناہ گزیں ہوگا جو ہتھیار ڈال دے گا۔ اسے امان دی جائے گی جو ایمان لے آئے گا وہ محفوظ و مصئون رہے گا۔

امان کا اعلان:

پھر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو مکہ کی طرف بسرعت تمام روانہ کیا۔ تاکہ اہل مکہ کو ان باتوں سے خبردار کریں۔ جب ابوسفیان مکہ پہنچے۔ تو یاروں نے ماجرا پوچھا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا اے آل غالب! خدا کی قسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار لشکر جرار سر بسر غرق آہن۔ صف شکن پرشکوہ مکہ کی طرف آرہے ہیں۔ جو کوئی ہتھیار ڈال دے گا۔ یا اپنے گھروں میں یا میرے گھر میں یا مسجد الحرام میں پناہ گزین ہوگا۔ وہ محفوظ رہے گا۔ یہ بات سنتے ہی ہندہ زوجہ ابوسفیان رضی اللہ عنہا پکار اٹھی اس کو قید کرلو۔ یہ دیوانہ ہوگیا ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں دیوانہ ہی سہی۔ مگر جلدی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آؤ۔ ورنہ ابھی خاتمہ کیے دیتا ہوں۔ یہ سنتے ہی قریش کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

جب آپ ﷺ طویٰ کے مقام پر پہنچے اور اپنے ماتحت اس قدر لشکر جرار ہر ایک پہلوانی میں نامدار اور بڑے بڑے عرب کے سردار دیکھے اور ادھر وہ بیکسی کی حالت میں مظلومی اور غریبی کی حالت وہ بیدردی کی حالت۔ قریش کی خصومت و عداوت۔ وہ حالت جب کہ قریش آپ ﷺ کے قتل میں پھرتے تھے وہ حالت جبکہ اپنے بیگانے جواب دے بیٹھے تھے وہ حالت جبکہ قریش نے آپ ﷺ کے دولت خانہ کو قتل کی غرض سے گھیر لیا تھا۔ وہ حالت جبکہ مردود ابوجہل نے آپ ﷺ کو زدوکوب کیا تھا۔ وہ حالت جبکہ آپ ﷺ کا نہ کوئی مونس و غمگسار نہ کوئی محرم راز نہ کوئی دلنواز تھا۔ اور ایسی بیکسی میں ہجرت کی تھی۔ قدم قدم پر دشمنوں کا خطرہ تھا۔ آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمائی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فی الفور سجدہ شکر ادا کیا اور لشکر مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ جب آپ ﷺ کی فوج ظفر موج کی آمد آمد تھی تو صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو، عکرمہ بن ابوجہل بنی بکر اور بنی حارث اور دیگر قبائل کے مختصر گروہ کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلے اور سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج

سے مقابلہ پڑا ہر چند حضرت خالد بن ولیدؓ نے چاہا کہ وہ ایمان لے آئیں اور جنگ نہ ہونے پائے مگر وہ باز نہ آئے اور مختصر سی ہی جھڑپ کے بعد غازی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے آگے نہ ٹھہر سکے اور راہ فرار اختیار کی تمام اہالیان مکہ کچھ ہتھیار ڈال کر گھروں کے دروازے بند کر کے کچھ مسجد الحرام میں اور کچھ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے۔

بیت اللہ میں داخلہ:

بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے۔ تو سب سے پہلے کعبہ کو بتوں سے صاف کیا اور قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ کہہ کر بتوں کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے جاتے تھے تو بت زمین پر آ کر ٹوٹ پھوٹ جاتے اور جو بہت ہاتھ کی پہنچ سے باہر تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے کندھے مبارک پر چڑھا کر اتروا دیئے اور جس جس جگہ تصاویر تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو صاف کر دیا۔ بعد اس کے نماز چاشت ادا کی۔ بعدازیں کل مرد و زن نے بصدق دل کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور دل و جان سے خدا کی عبادت میں مشغول ہوئے مگر گیارہ آدمی اور چند عورتیں فرار ہو گئیں جن کی نسبت قتل کا حکم صادر ہوا۔

راہِ فرار اختیار کرنے والے:

(1) عکرمہ بن ابوجہل نے بہت جلد اپنے آپ کو ساحل سمندر پر پہنچایا اور کشتی میں بیٹھ کر راہ یمن اختیار کی۔ ابھی کشتی پر بیٹھا ہی تھا کہ کشتی غرق ہونے کے قریب پہنچ گئی۔ کشتی والے آدمیوں نے کہا کہ غالباً تو خدا اور رسول کا منکر ہے۔ لہٰذا فوراً کشتی سے باہر ہو جا۔ عکرمہ یہ بات سنتے ہی فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آتے ہی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہہ کر کمال ندامت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر گر پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امان دی۔

(2) صفوان بن امیہ نے بھی چاہا کہ کسی غیر ملک کو چلا جاؤں۔ مگر اس کے ایک

دوست عمرو بن وہب جمحی نے آپ ﷺ سے صفوان کی نسبت امان طلب کی آپ ﷺ نے منظور فرمائی بعد از چار ماہ کے اسلام اختیار کیا۔

(3) ہبار بن اسود ایک مدت تک آوارہ پھرتا رہا۔ آخر مدینہ میں آکر مسلمان ہوئے۔

(4) وحشی قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جنگ طائف کے وقت مسلمان ہوئے۔ اتنا عرصہ گردونواح میں آوارہ گردی کرتے رہے۔

(5) عبداللہ زیعری یہ شاعر تھا۔ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجو اور تکذیب (نعوذ باللہ من ذالک) میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا۔ بخران کی طرف بھاگ گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اپنی نامعقول کارروائیوں پر نظر ڈالی تو آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اسلام اختیار کیا۔

(6) عبدالعزیٰ بن حنظلہ بن ابوسفیان یہ پہلے مسلمان ہوا تھا۔ مگر کسی طیش میں آکر ایک مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس واسطے سمجھے ہوئے تھا کہ اگر مدینہ طیبہ میں گیا تو قصاص لیں گے مرتد ہو گیا اور مدینہ میں نہ آیا۔ ابو بردہ اسلمی نے فرار کے وقت تعاقب کر کے جہنم رسید کیا۔

(7) عبداللہ بن سعد یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کہنے پر امان دی گئی۔ بعد ازاں مسلمان ہو گئے۔

(8) مقبس بن جنابہ فرار ہو گیا تھا۔ تعاقب کر کے نمیلة بن عبداللہ نے جہنم رسید کیا۔

(9) حویرث بن تقید حضرت علی کرم اللہ وجہ نے تعاقب کر کے گرفتار کر کے پروانہ دوزخ دے کر عدم آباد کو بھیج دیا۔

(10) حارث بن طاطلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے تعاقب میں قتل ہوا۔

(11) کعب بن زبیر بعد فرار ہونے کے اسی دن مسلمان ہو گئے۔

عورتوں میں سے یہ عورتیں فرار ہوئیں۔

(1) قریبہ دختر حنظلہ ابن سفیان مقتول ہوئی۔

(2) ہندہ زوجہ ابوسفیان مسلمان ہوئی۔

(3) سادہ مقتول ہوئی۔

(4) قریتبہ بنت حنظلہ مشرف باسلام ہوئی۔

(5) کنیزک بنت حنظلہ مقتول ہوئی۔

(6) ام سعد مقتول ہوئی۔

اس کے بعد تمام بتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ریزہ ریزہ کیا اور مکہ معظمہ تمام وکمال مشرف باسلام ہوا اور تمام اہالیان مکہ کے ساتھ آپ ﷺ نے ایسا سلوک کیا۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔

غزوۂ حنین

اسی سال جب فتح مکہ کی خبر مشہور ہوئی۔ اور بہ فضل خداوند جل وعلاء دین اسلام تمام عرب میں پھیل گیا۔ تو بنی ہوازن اور بنی ثقیف نے صلاح کی کہ پیشتر اس کے حضرت محمد (ﷺ) ہم پر لشکر کشی کریں۔ ہمیں چاہیے کہ ان پر حملہ کر دیں چار ہزار کی تعداد میں لشکر جمع کر کے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور جاسوس چھوڑ دیئے تا کہ پتہ کریں کہ حضرت محمد (ﷺ) کس حال میں ہیں۔ جب آپ ﷺ کو بنی ثقیف اور بنی ہوازن کے اس ارادہ کی خبر ملی۔ تو تیرہ ہزار کا لشکر لے کر دشمن کی طرف کوچ کیا۔ جس وقت دشمن کو آپ ﷺ کی آمد کا پتہ لگا تو اسی وقت حنین کے قلعہ میں مورچے جمانے شروع کیے اور آگے بڑھنے کی صلاح کو ملتوی رکھا اور قلعہ کو مضبوط کر لینے کے بعد پہاڑوں کی کمین گاہوں میں چھپ گئے۔ اہل اسلام کو پتہ چلا کہ دشمن کی طاقت صرف چار ہزار پر مشتمل ہے اور ہماری طاقت اس سے تگنی ہے بہت جلد فتح کر لیں گے۔ حاصل کلام جب لشکر اسلام دشمن کی زد پر آیا تو غنیم نے اس شدت سے حملہ کیا۔ کہ مسلمانوں نے بے تحاشا بھاگنا شروع کیا اور چند ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میدان میں ٹھہرے یہ دیکھ کر آپ بذات خود میدان کی طرف چلے۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روک لیا ور کہا کہ جب تک ہمارا دم میں دم ہے۔ آپ کو دشمن کے مقابلہ پر نہ جانے دیں گے۔

مسلمانوں کی فتح:

اس کے بعد آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس طرح اپنے لشکر کو آواز دو۔ یا معشر الانصار یا اصحابہ الشجرۃ یا اصحاب سورۃ البقرہ۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح آواز دی۔ تو سارا لشکر جھٹ پٹ لبیک لبیک کہتا ہوا۔ پھر جمع ہو گیا اور از سرِ نو میدان میں قدم جما دیئے۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اہل اسلام کی مدد کے واسطے نزول فرمایا۔ آخر کار اہل اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بہت دور تک تعاقب کیا۔ کچھ گروہ بطن نخلہ کی طرف بھاگ گیا۔ جس کے تعاقب میں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ اس جنگ کا ذکر اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس طرح فرماتا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ
اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْئًا
وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ
مُّدْبِرِیْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی
الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ؕ (پ 10 سورۃ التوبہ رکوع 4)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو بہت سے معرکوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن (بھی) جب تم اپنے بہت ہونے پر اترا گئے تھے۔ پھر تمہارا بہت ہونا تمہارے کچھ کام نہ آیا (بھاگ نکلے) اور زمین اتنی بڑی ہونے کے ساتھ ہی تم پر تنگ ہو گئی۔ (کوئی امن کا مقام نہ ملا) پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر اپنی تسلی اتاری اور ایسے لشکروں کو اتارا۔ جن کو تم نے نہیں دیکھا (فرشتوں کا لشکر) اور کافروں کو عذاب کیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

جو قیدی حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کی جماعت بطن نخلہ سے گرفتار کر کے لائی۔ ان میں آپ ﷺ کی رضاعی ہمشیرہ شیما بھی تھی۔ شیما نے آپ ﷺ کو پہچان لیا اور اپنا حال عرض کیا۔ آپ ﷺ نے یہ سنتے ہی شیما کو معہ اس کے ہمراہیوں کے جعرانہ کی طرف بھیج دیا کہ میرے آنے تک وہاں توقف کرو۔

غزوہ طائف

جب دشمن میدان حنین کو چھوڑ کر فرار ہو گیا تو قلعہ طائف پر جو کہ عرب کے مستحکم ترین قلعوں میں سے تھا۔ مورچے جمائے۔ آپ ﷺ فی الفور طائف کی طرف روانہ ہو گئے اور طائف کے نزدیک جا کر ڈیرے ڈال دیئے۔ کفار نے قلعہ میں سے اس قدر تیر اندازی کی کہ کئی اصحاب مجروح ہوئے آخر کار تیروں سے باہر ہو کر خیمے لگائے اور آ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس دن تک محاصرہ کیے رکھا۔ اسی اثناء میں گردونواح میں اپنے اصحاب کو بھیج کر جملہ بت خانوں اور بتوں کو فی النار کیا۔ آخر کار اگرچہ فتح یقینی تھی۔ مگر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صلاح کر کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور اگلے سال وہ خود بخود مسلمان ہو گئے۔ محاصرہ چھوڑ دینے کے بعد واپس وطن مالوف کی طرف واپسی کی۔ راستہ میں چلتے چلتے ایک جگہ کسی شخص کے اونٹ کا پاؤں آپ کے پاؤں مبارک پر آ پڑا اور بہت سی درد محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے اونٹ کو دور کرنے کے واسطے تازیانہ لگایا۔ جو کہ غلطی سے اونٹ کے مالک کو لگ گیا۔ جس سے آپ ﷺ کو بہت صدمہ پہنچا اگلے دن جب جعرانہ میں مقیم ہوئے تو اس آدمی کو بلا کر بہت سا انعام واکرام دے کر تازیانہ کی معافی طلب کی۔ چونکہ آپ ﷺ کی رضاعی ہمشیرہ شیما معہ اپنے ہمراہیوں کے جعرانہ میں تھی۔ آپ ﷺ نے بہت سا زرومال دینے کے بعد معہ اس کے ہمراہیوں کے آزاد کر دیا اور آزاد ہونے کے بعد انہوں نے دین اسلام قبول کیا اور خوش وخرم اپنے علاقہ میں چلے گئے اور آپ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ میں آ کر آپ ﷺ نے منبر بنانے کا حکم دیا۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگے۔ پہلے ہی دن جب منبر پر رونق افروز

ہوئے۔ تو وہ ستون جو کہ خطبہ کے وقت آپ ﷺ کا تکیہ گاہ ہوتا تھا۔ رو پڑا۔ (اس میں سے رونے کی آواز بلند ہوئی) آپ ﷺ نے ستون کے پاس جا کر فرمایا کہ کیوں روتا ہے تو ستون نے نہایت عاجزی سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم۔

چشم گریاں ہے جگر سوز ہوں اور دل ہے کباب
ہجر میں تیرے ہوا حال پریشان اپنا

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تیری کیا غرض ہے اگر تو چاہے تو میں ابھی تمہیں باغ میں لگا دیتا ہوں۔ خدا تجھے سر سبز و شاداب کر دے گا اور تیرے پھل سے اہالیان مدینہ کو فائدہ پہنچے گا۔ اگر تو چاہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تجھے بہشت میں لگا دے اگر تو چاہے تو دعا کرتا ہوں خدا تجھے قیامت کے دن انسان بنا کر اٹھائے اور بہشت نصیب کرے۔ ستون میں سے آواز آئی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم اگر میں انسان بھی بن گیا اور آپ ﷺ سے جدا رہا تو کیا فائدہ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بہشت میں تو میرے ساتھ ہو گا۔ ستون نے اس امر کو منظور کر لیا۔ آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا مانگی۔

☆☆☆

9ھ کے واقعات

اس سال کے شروع ہوتے ہی آپ ﷺ نے جملہ اطراف و اکناف کے مسلمانوں کے پاس زکوٰۃ کا مال جمع کرنے کے واسطے آدمی بھیجے اور ساتھ ہی صحابہ کرام کے مختصر گروہ بنا کر دعوت اسلام کے لیے مختلف اطراف میں بھیج دیئے اسی سال میں قبیلہ طے کے بہت سے آدمی جو کہ گروہ کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو گئے تھے۔ بعد شکست کھانے کے مدینہ طیبہ میں قید ہو کر آئے ان میں حاتم طائی کی لڑکی بھی تھی۔ جب اس لڑکی نے اپنا حسب نسب بتایا۔ تو آپ ﷺ نے معہ اس کے ہمراہیوں کے آزاد کر دیا۔ کہ یہ سخی شخص کی لڑکی ہے۔ دوسرے سال انہوں نے آکر اسلام قبول کر لیا۔

غزوۂ تبوک

بعد ازیں قریباً تین ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور خلق خدا کو اللہ کے احکام اور مواعظ حسنہ سے مستفید کرتے رہے اسی اثنا میں ملک شام سے ایک قافلہ مدینہ طیبہ میں پہنچا اور کہا کہ شاہ روم نے ایک بڑی جرار فوج تیار کی ہے کہ مسلمانوں سے جنگ موتہ کا بدلہ لیا جائے اور اس نے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) جنگ خیبر میں اسیر ہو کر شہید ہو گئے ہیں آپ ﷺ نے سوچ کر اطراف و جوانب میں آدمی بھیج دیئے تا کہ دشمن کو اپنے ملک میں داخل ہی نہ ہونے دیا جائے چونکہ اس سال بھی بارش نہ ہونے سے قحط کا زور

تھا۔ جملہ مسلمانان نے نہایت ایثار سے کام لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کے تمام اثاثہ کو خدا کی راہ میں دے دیا اور جنگ تبوک میں شریک ہوئے۔ اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حق المقدور ایثار سے کام لیا سامان جنگ مہیا کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ مقرر کر کے تیس ہزار کا لشکر جرار لیکر عازم شام ہوئے کئی منافق جو باد سموم اور مصائب سے ڈرتے تھے اجازت لیکر واپس آ گئے۔ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا
اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ
لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ○ (پ10 سورۃ التوبہ رکوع 11)

ترجمہ: جو لوگ پیچھے چھوڑ دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو چھوڑ کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرنا برا سمجھا اور کہنے لگے۔ ایسی گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دیجئے دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے زیادہ سخت ہے کاش ان لوگوں کو سمجھ ہوتی۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو فرماتا ہے۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّا تَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ
بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا
لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ○ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ
لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ○ لَا يَسْتَاْذِنُكَ
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ

يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ○
اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ○

(پ 10 سورۃ التوبہ رکوع 6,5)

ترجمہ: اے پیغمبر اگر آسانی سے کچھ فائدہ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی نزدیک کا۔ تو یہ ضرور تیرے ساتھ ہو لیتے لیکن یہ کٹھن کی راہ (تبوک کا سفر ان کو دور معلوم ہوا) اور اب خدا کی قسم کھانے لگے۔ اگر ہم سے ہو سکتا۔ تو ضرور ہم تیرے ساتھ چلتے یہ اپنی جانوں کو آپ وبال میں ڈال رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ بیشک جھوٹے ہیں۔ (اے پیغمبر) اللہ نے تجھ کو معاف کر دیا۔ تو نے ان لوگوں کو اجازت کیوں دی۔ جب تک سچے لوگ تجھ پر کھل جاتے اور جھوٹوں کو بھی تو جان لیتا۔ (اے پیغمبر) جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن قیامت پر یقین رکھتے ہیں وہ تجھ سے جہاد میں اپنی جان و مال کے ساتھ شریک ہونے کی اجازت نہیں مانگتے۔ اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے (اس سورت میں آگے بھی ذکر جنگ تبوک کا ہے) اور واپس آ کر طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

کہنے لگے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس لیے مدینہ طیبہ چھوڑ گئے ہیں کہ ان کو سفر میں تکلیف نہ ہو۔ یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا فوراً لشکر کے پیچھے روانہ ہو گئے اور موضع حرب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر سے جا ملے۔ عبداللہ بن ابی سلول منافق کہتا تھا کہ اس جنگ میں (حاکم بدہن) مسلمانوں کو شکست ہو گی اور بہت سے قید ہو جائیں گے آخر کار بعد از مشقت بسیار موضع تبوک میں جو شام اور عرب کی سرحد پر واقع ہے پہنچے۔ مگر روم وغیرہ کی طرف سے کوئی فوجی نقل و حرکت معلوم نہ ہوئی۔ احتیاطاً دو ماہ تک موضع

تبوک میں مقیم رہے۔ اسی اثناء میں ہرقل شاہ روم کو پتہ چلا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادات وخصائل دریافت کریں جب ہرقل کے آدمیوں نے بعد از تحقیق جو کچھ دیکھا سنا تھا۔ ہرقل کو جا سنایا۔ تو اس کو پختہ یقین ہو گیا کہ خاتم المرسلین درحقیقت یہی ہیں۔ مگر رومیوں سے ڈر کر انکاری رہا۔

اسی حالت میں آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شاہ دومتہ الجندل کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ کیا۔ شاہ دومتہ الجندل اول تو اسلام سے انکار کرتا رہا۔ مگر پھر سوچ سمجھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا اور اپنی تمام رعیت کو بھی مسلمان کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لانے کے واسطے تیار ہوئے۔

مسجد ضرار کا قصہ:

ابھی آپ ﷺ تبوک میں تھے کہ ابو عامر فاسق جس کا ذکر پہلے واقعات میں آچکا ہے جو آپ ﷺ کا نہایت دشمن تھا اس نے مدینہ طیبہ کے یہودیوں کو ایک چٹھی لکھی کہ آپ کے محلہ میں ایک مسجد تیار کریں اور فریب سے بلا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کریں۔۔ میں بھی روم سے لشکر لیکر آرہا ہوں۔ چنانچہ یہود نے مسجد تیار کر کے اس کا نام ضرار رکھا۔ ادھر تو اپنے آدمیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا کہ ہم بصدق دل مسلمان ہو گئے ہیں اور ایک مسجد تیار کی ہے۔ جب آپ تشریف لائیں تو پہلے پہل اسی مسجد میں قدم رنجہ فرما کر مشرف وممتاز فرمائیں دوسری طرف یہود سے صلاح ومشورہ کر کے مسجد میں ایک آدمی کو شمشیر زہر آلود دیکر ہدایت کی کہ جس وقت حضرت محمد (ﷺ) مسجد کے اندر داخل ہوں فوراً اپنا وار کر دینا ہم حضرت محمد (ﷺ) کو مسجد میں لے آئیں گے اور ایک آدمی بعد میں مسجد کو مقفل کر دے گا۔ تا کہ نکل کر کہیں جا نہ سکیں ادھر تو منافق یہ ارادے کر رہے تھے ادھر جب آپ ﷺ تبوک روانہ ہونے لگے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ
قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ○ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى
التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط فِيْهِ رِجَالٌ
يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ اَفَمَنْ
اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ
مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ
نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ لَا يَزَالُ
بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ
قُلُوْبُهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

(پ 11 سورۃ التوبہ رکوع 13)

ترجمہ: ان منافقوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے نہایت ضد سے اور کفر سے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے اور اس شخص کا انتظار کرنے کے لیے جو پہلے اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکا ہے۔ ایک مسجد علیحدہ بنائی اور وہ تو ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا اور کوئی نیت نہیں کی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو اس مسجد میں کبھی کھڑا تک بھی نہ ہو۔ ہاں (مسجد نبوی سے مراد ہے۔ آنحضرت ﷺ کا قاعدہ تھا۔ کہ جب باہر سے تشریف لاتے تھے۔ تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر کے گھر تشریف لے جاتے تھے) وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہ اس

لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاکی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاکی پسند کرنے والوں سے محبت کرتا ہے بھلا جو شخص اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس کی رضامندی کے لیے اپنی (عمارت کی) بنیاد رکھے وہ اچھا ہے۔ یا جو ایک پھٹے ہوئے ردی کمگار کے کنارے بنیاد رکھے پھر وہ اس کو دوزخ کی آگ میں (دھڑام سے) لے گرے اور اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو راہ پر نہیں لاتا۔ ان لوگوں نے جو عمارت بنائی۔ اس کی وجہ سے ہمیشہ تک ان کے دلوں میں نفاق رہے گا جب ان کے دل ہی کٹ جائیں۔ (یعنی عمارت گرائی جائے) اور اللہ ان کے دلوں کا حال جانتا ہے وہ حکمت والا ہے۔

مسجد ضرار کا منہدم کرنا:

آپ ﷺ نے اس حال کے معلوم ہوتے ہی فوراً چند آدمیوں کو بھیجا۔ تاکہ اس عمارت کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیں۔ ان آدمیوں نے حکم کی تعمیل کی اور آپ ﷺ جب مدینہ میں داخل ہوئے تو بدستور مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور نماز ادا کر کے لشکر کو رخصت کیا جب آپ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ پانچ آدمی مسجد کے ستونوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ وہ شخص ہیں جو کسی مجبوری کے باعث آپ ﷺ کے ہمراہ تبوک نہ جاسکے اور کہتے ہیں کہ جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خود اپنے مبارک ہاتھ سے کھول کر قصور معاف نہ فرمادیں گے۔ یہیں بندھے رہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا ہی کھولے میں نہیں کھول سکتا۔ چنانچہ حکم الٰہی نازل ہوا۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا
صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ اِنَّ

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ط (پ 11 سورۃ التوبہ رکوع 13)

ترجمہ: اور کچھ ایسے لوگ ہیں۔ (جو منافق نہ تھے) انہوں نے اپنے قصور کا اقرار کیا۔ انہوں نے ایک اچھا کام کیا تو ایک بُرا ملا دیا۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (اے پیغمبر) ان لوگوں کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے۔ تو زکوٰۃ کا مال ان کو پاک کرے گا اور ان کے درجے بلند کرے گا اور ان کے واسطے دعا کر اس لیے کہ تیری دعا سے ان کی تسلی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور جانتا ہے۔

اس آیت کے آتے ہی آپ ﷺ نے خود دست مبارک سے ان کو کھولا اور ان کے حق میں دعا کی۔

سریہ انجدار یا وادی الرمل

ابھی مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ہوئے تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ ایک اعرابی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علایہ وآلہ وسلم عرب کی ایک قوم وادی الرمل میں آئی ہے اور مدینہ طیبہ کا ارادہ رکھتی ہے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کچھ سپاہ دے کر بھیجا۔ مگر جب انجدار کی وادی میں آئے مسلمانوں نے قدم رکھا تو غنیم نے کمین گاہوں سے نکل کر اس شدت سے حملہ کیا کہ بہت سے لوگوں نے شرف شہادت حاصل کیا اور بقیہ مدینہ پہنچے۔ کچھ اسی جگہ رہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علایہ وآلہ وسلم کو علم ہوا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ مگر اس دفعہ بھی وہی حال ہو۔ ہر چند حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی سپاہ کو میدان میں قدم جمانے کی خاطر پکارا۔ مگر کچھ تو مدینہ ہی میں

جا ٹھہرے اور کچھ اِدھر اُدھر چھپ گئے۔ صرف چند باقی رہ گئے جو میدان میں ڈٹے رہے آپ نے اطلاع ملنے پر پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں سپاہ بھیجی۔ مگر اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ چوتھی دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سپاہ دیکر روانہ کیا۔ شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک آدمی بھیج کر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو میدان سے بلوالیا اور عراق عجم کا راستہ اختیار کر کے بعد از قطع منازل دشمن کے عقب کی طرف سے حملہ کر دیا اور غنیم کو کامل شکست دیکر مظفر و منصور مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔

مختلف قبائل کا قبول اسلام:

اب اسلام کی دھاک ہر چہار اطراف میں پھیل گئی اور قبائل عرب اور دیگر ممالک کے گروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے شروع ہو گئے اور ہر گروہ کی حسب توفیق خاطر تواضع کی جاتی اور خلعت اسلام کا انعام دیکر رخصت کر دیا جاتا چنانچہ غزوۂ تبوک کے بعد سب سے پہلے بنی مرہ کا وفد پہنچا۔ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے لوی بن غالب سے ملتا ہے۔ اس کے بعد عامر بن طفیل کا گروہ بُری نیت سے آیا مگر خستہ و خراب ہو کر گیا۔ پھر بنی زید کا گروہ آیا اور ایمان سے ملبوس ہو کر واپس چلا گیا۔ اللہ نے بہ برکت اسلام ان کے قبیلہ سے قحط کے غلبہ کو دور کیا۔ بعد ازیں قبیلہ بنی نجیب، بنی کنانہ آئے اور مشرف باسلام ہو کر واپس چلے گئے اتنے میں یہ سال ختم ہو گیا۔

☆☆☆

سنہ 10ھ کے واقعات

اس سال کے شروع ہوتے ہی آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مختصر سی جماعت سے قبیلہ حارث بن کعب کی طرف روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ اول تین دفعہ اسلام کی طرف بلاؤ۔ اگر نہ مانیں۔ تو جزیہ کی نسبت کہو۔ اگر یہ بھی نہ مانیں۔ تو جنگ کا پیغام دو۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس قبیلہ میں پہنچے۔ تو سب نے دین اسلام قبول کیا۔ پھر آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کی طرف چٹھی بھیجی اور دین اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے قبول اسلام سے پہلے چودہ آدمیوں کو آپ ﷺ کی خدمت میں تحقیق و تفتیش کے لیے روانہ کیا۔ جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان کو دین اسلام کی طرف رجوع دلایا۔ مگر انہوں نے انکار سے پہلے چند سوال کیے۔ جن کا جواب آپ ﷺ نے باحسن وجوہ دیا۔ پھر ان کے سردار عبدالمسیح عرف عاقب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سوال کیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی میری طرح خدا کا بندہ اور پیغمبر تھا۔ پھر اس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا یا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں پھر اس نے کہا صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا تھا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ تو عبدالمسیح نے کہا کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوا۔ جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ اس کو خدا کا بندہ خاکی النسل بتلاتے ہیں۔ کیوں بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا جواب کل دیا جائے گا۔

نصاریٰ نجران کو جواب دینا:

حسب وعدہ اگلے دن وہ نصرانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور جواب پوچھا اسی وقت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لیکر آئے۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَاب
ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ط اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ
مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ
مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَ
نَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ
لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ (پ 3 سورة آل عمران رکوع 6)

ترجمہ: بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے پاس ایسی ہے جیسے آدم کی (بلکہ اس سے بھی کم) اللہ نے آدم کو پتلا مٹی سے بنایا۔ پھر اس سے کہا۔ آدم ہو جا۔ وہ آدم بن گیا۔ یہ بات (یعنی عیسیٰ کا بن باپ خدا کے حکم سے ہونا) حق ہے۔ تیرے مالک کی طرف سے تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ پھر جب تم کو عیسیٰ کا حال معلوم ہو چکا اور اب بھی کوئی تجھ سے اس بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دیجئے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی ذاتوں سے شریک ہوں تم اپنی ذاتوں سے پھر خدا کے سامنے عاجزی کریں اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں۔

نصاریٰ نجران کا اعتراف:

جب ان کو یہ جواب دیا گیا اور ساتھ ہی مباہلہ کی دعوت بھی دی گئی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمیں مہلت دی جائے۔ سوچ سمجھ کر جواب دیں گے۔ جب وہ واپس اپنے مقام پر

مہلت لے کر آئے تو کہنے لگے۔ پیغمبر تو برحق ہے۔ مگر پہلا دین چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اگلے دن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم یقین کرتے ہیں کہ آپ پیغمبر برحق ہیں۔ مگر سابقہ دین چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین اسلام سارے جہاں کے لیے ہے۔ جملہ ادیان کو منسوخ کرتا ہے۔ تمہیں ضرور سابقہ دین چھوڑ کر دین اسلام میں آنا چاہیے۔ ورنہ عذاب خدا میں مبتلا ہو گے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

(پ22 سورۃ سبا رکوع3)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: (اے پیغمبر) ہم نے تجھ کو سارے جہان کے لوگوں کو خوشخبری سنانے اور عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے۔ مگر اکثر لوگ نادان ہیں۔

آخر انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ ان میں سے ایک آدمی مسلمان ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان میں امین بنا کر بھیج دیا۔

حاکم یمن کی وفات:

اسی سال باذان حاکم یمن نے جو کہ پرویز کا برادر زادہ تھا۔ وفات پائی اور سلطنت میں خرابی پیدا ہو گئی۔ چونکہ وہ اسلامی مملکت تھی آپ ﷺ نے اس کے نابالغ لڑکے کو حاکم مقرر کر کے عامر بن شمر ہمدانی، ابو موسیٰ اشعری، علی بن امیہ، معاذ بن جبل کو یمن میں منتظم مقرر کر کے مدینہ طیبہ سے یمن کی طرف روانہ کر دیا۔ کہ امور سلطنت میں خلل نہ پڑے۔

وفود کی آمد:

اس سال میں بھی گذشتہ سال کی طرح وفد آنے شروع ہوئے۔ سب سے پہلے جریر بن عبداللہ اپنے قبیلہ کے ساٹھ آدمیوں کو لیکر مدینہ میں آئے اور مشرف باسلام ہوئے

اور عرض کی کہ یارسول اللہ ! ذوالخلیفہ کے علاقے میں بہت سے بت خانے ہیں آپ ﷺ چاہتے تھے کہ کسی صحابی کو فوج دے کر اس طرف روانہ کیا جائے مگر جریر نے عرض کی کہ یہ خدمت میرے سپرد ہو۔ چنانچہ اجازت دی گئی۔ جریر نے ذوالخلیفہ میں جا کر پہلے دعوت اسلام کی مگر آخر جنگ تک نوبت پہنچی۔ بت خانے برباد ہوئے اور اہالیان ذوالخلیفہ فرار ہو گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمان ہوئے۔

مختلف وفود کا قبول اسلام:

بعد ازیں مختلف وفود آتے رہے۔ مثلاً وفد بنی عابد، وفد فیروز برادر زادہ شاہ نجاشی، وفد بنی حنیفہ، وفد محارب، وفد سلافاقی، وفد خولان، وفد مراد، وفد غسان، وفد کندہ، وفد ابیدہ، وفد بنی ثعلبہ، وفد غافق، وفد شیبان، وفد ہمدان، وفد جشان، وفد سباع، وفد بکر بن وائل، وفد بہرام، وفد خثعم وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ہر چہار طرف سے جوق در جوق آ کر حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہوتے گئے اور اصنام پرستوں پر لعنت کرتے گئے اہل مدینہ اسی سال کو سنۃ الوفود کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو قرآن شریف میں یوں بیان کرتا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (پ 30 سورۃ النصر)

ترجمہ: (اے پیغمبر) جب خدا کی مدد آن پہنچی اور فتح۔ اور تو نے دیکھ لیا لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں۔ تو تعریف کے ساتھ مالک کی پاکی بیان کر اور اس سے بخشش مانگ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت:

اس سال میں علاقہ یمامہ کے ایک شخص مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا اور عام لوگوں میں مشہور کیا کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں شریک ہوں اور من گھڑت

عربی عبارتیں بنا بنا کر خرافات بکنے لگا۔ اور شراب و مردار کو جائز قرار دیا۔ پھر ایک چٹھی آپ ﷺ کی خدمت میں تحریر کی جس کا مضمون یہ تھا کہ میں تمہاری نبوت میں شریک ہوں مجھ کو اپنی تمام ملکیت میں سے نصف حصہ دیدے لیکن قریش کی قوم فریبی ہے۔ جب یہ چٹھی آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! حکم دیجئے کہ ایسے قاصد کا سر اڑا دیا جائے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں قاصد کا مارنا جائز نہیں ہے پھر آپ ﷺ نے جواب دیا۔ کہ تو کافر اور مفتری ہے خدا تجھے ہدایت کرے بہتر ہے کہ راستی سے اسلام کی طرف رجوع کرو اور ٹھنڈے دل سے خدا کی عبادت میں مشغول ہو۔ ورنہ قیامت کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ نبوت میں کسی کو شریک کرنا خدا پر سراسر افترا ہے۔

حجۃ الوداع

مسیلمہ کذاب کی چٹھی کا جواب دے کر آپ ﷺ نے حج کا ارادہ کیا۔ یہ آپ ﷺ کا آخری حج تھا۔ گرد و نواح کے لوگوں کو حج کے واسطے بلایا۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی جوق در جوق لوگ آنے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں جگہ کی کمی پیدا ہوگئی۔ آخر کار حج کی تعلیم دینے کے بعد 25 ماہ ذیقعد 10 ہجری کو مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ بیشمار اہل اسلام ساتھ تھے۔ جمیع امہات المومنین بھی ہمراہ تھیں۔ بعد از قطع منازل جب شہر مکہ میں پہنچے۔ تو حج سے فارغ ہو کر قربانیاں کیں۔ بعد ازاں جملہ اوامر و نواہی اسلام کو بڑی وضاحت سے اپنی تقریر میں بیان فرمایا۔ ابھی وعظ سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ خداوند کریم کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ
وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

ترجمہ: آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔ (المائدہ:۳)

بعد اس کے کچھ دن مکہ معظمہ میں توقف فرمایا مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

جبرائیل علیہ السلام کی حاضری:

جب آپ ﷺ حج سے واپس آئے جبرائیل علیہ السلام ایک اعرابی کی صورت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی نہ پہچانا کہ یہ کون شخص ہے۔ اور ساتھ ہی بسبب ادب و رعب رسالت کلام بھی نہ کر سکتے تھے۔ اعرابی نے احسان، اسلام، ایمان، قیامت دیگر اوامر و نواہی کی نسبت غرضیکہ کوئی ایسی بات نہ چھوڑی جو کہ مذہب اسلام میں نہ آئی ہو۔ آپ ﷺ پر سوال کیے۔ جن کے جواب آپ ﷺ نے نہایت فصاحت و بلاغت سے دیئے۔ کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا۔ بعد اس کے اعرابی تو چلتا بنا اور صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون شخص تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ جو کہ تمہاری تعلیم کے واسطے آئے تھے۔ کیونکہ تعلیم اسلام کامل و اکمل ہو چکی ہے سمجھ لو کہ جبرائیل امین کے آنے سے اسلام کی تعلیم کا اعادہ ہو گیا اب ان پر دل و جان سے کاربند ہو۔ اور اپنی اولاد اور متعلقین کو اس پر عمل کرنے کی تعلیم دو۔

☆☆☆

11ھ کے واقعات

اس سال میں مسمی بذی الکلاغ سمنع بنکرز بن مالک نے جو کہ گردونواح کے بادشاہوں میں سے ایک تھا۔ دعویٰ خدائی کیا جس کی طرف آپ ﷺ نے جریر بن عبداللہ کو ایک مختصر لشکر کا افسر بنا کر روانہ کیا۔ ابھی جریر بن عبداللہؓ بعد فتح کے پلٹے نہ تھے کہ آپ ﷺ نے وفات پائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ بادشاہ مسلمان ہوا۔

مسیلمہ کذاب کا خاتمہ:

جب اس امر کی خبر گردونواح میں پہنچی۔ تو بدذات مسیلمہ کذاب نے بڑے زور شور کے ساتھ دعویٰ نبوت کیا۔ چنانچہ اس کی نسبت ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص مسیلمہ کذاب کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میرے دو لڑکے ہیں ان کے حق میں دعا فرمائیں کہ وہ نیک اعمال ہوں اور ان کی عمر دراز ہو۔ مسیلمہ نے دعا مانگی اور اس شخص کو واپس کیا جب وہ شخص اپنے گھر پہنچا تو ایک لڑکا تو سامنے ہی کنوئیں میں گر کر مر گیا اور دوسرے کو رات کے وقت کوئی درندہ پھاڑ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ مردود معہ اپنے تابعداروں کے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تیغ بے پناہ سے جہنم واصل ہوا۔

سجاح کا دعویٰ نبوت:

اسی موقع پر ایک عورت سجاح نام بنت حارث نے جو کہ بنی یربوع میں سے تھی۔ دعویٰ نبوت کیا۔ جب مسیلمہ کذاب کو اس امر کی خبر ملی۔ تو اول مسیلمہ نے سمجھایا کہ تیرا دعویٰ نبوت جھوٹا ہے۔ مگر سجاح اصرار کے ساتھ مسیلمہ کو کاذب بتاتی رہی حاصل کلام دونوں

میں لڑائی کی نوبت پہنچی ۔ جس میں سجاح کو فتح اور مسیلمہ کو شکست نصیب ہوئی ۔ آخر مسیلمہ کذاب نے سجاح کی طرف تحفے تحائف بھیج کر صلح کر لی اور سجاح کو اپنے خیمے میں بلایا جب سجاع مسیلمہ کے خیمہ میں پہنچی تو بجائے کسی کو سچا جھوٹا ثابت کرنے کے راز و نیاز کی گفتگو شروع ہوئی اور اسی جگہ ہی دونوں نے آپس میں نکاح کر لیا۔

سجاح کا انجام:

جب سجاح اپنے قبیلہ میں آئی ۔ اور لوگوں نے آپس کی گفتگو وغیرہ کا حال پوچھا۔ تو سجاح نے کہا کہ مسیلمہ کی پیغمبری کا مجھ کو اور میری پیغمبری کا مسیلمہ کو علم ہو گیا ہے ۔ اس واسطے ہم نے نکاح کر لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ مہر کس قدر مقرر ہوا۔ تو سجاح کف افسوس مل کر کہنے لگی ۔ مہر کی نسبت تو یاد ہی نہ رہا۔ آخر قبیلہ والوں نے دوبارہ مسیلمہ کے پاس مہر مقرر کرانے کی غرض سے بھیجا۔ جب سجاح نے آ کر مہر کا تقاضا کیا تو اس نے کہا کہ تیرے علاقہ میں مؤذن بھی ہیں کہ نہیں ۔ سجاح نے کہا ہیں تو مسیلمہ نے کہا کہ سجاح کے مہر میں نماز صبح وعشاء میں نے معاف کر دی ہے ۔ اس وقت کی اذان نہ دیا کرو اور اپنے ملک کی نصف آمدنی سجاح کے ملک کے غریبوں کو وقف کر دی ۔ یہ فیصلہ کر کے سجاح اپنے ملک میں گئی ۔ اور تین آدمی بھیجے کہ اس سال کی آمدنی کا نصف لے آئیں ۔ ابھی وہ پہنچ ہی تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پہنچے گئے ۔ مسیلمہ کذاب نے تو پروانہ دوزخ حاصل کر کے عدم آباد کی راہ لی ۔ اور سجاح بھاگ گئی اور آوارہ گردی ہی میں ہلاک ہوئی ۔ ذالک جزاء الظالمین ۔

عبہلہ کا دعویٰ نبوت:

اسی طرح ایک اور مردود عبہلہ بن اسود بن کعب نے بھی دعویٰ نبوت کیا جو کہ صنعا علاقہ یمن کا رہنے والا تھا ۔ یہ جادوگر تھا اور دو سحیق و شقیق دیو اس کے ماتحت تھے جو کہ اس کو بعض واقعات کی اطلاع دیتے رہتے تھے ۔ اس بدبخت نے بہت سے مسلمانوں کو مرتد کر دیا تھا ۔ جب معاذ بن جبل ، ابوموسی اشعری ، علی بن اسید عامر بن شہر ہمدانی رضی اللہ عنہما کو جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بازان کے لڑکے کی مدد کے واسطے یمن میں عامل مقرر کیے ہوئے تھے

خبر ملی تو انہوں نے قاصد بھیج کر آپ ﷺ کی خدمت میں سارے حالات عرض کیے۔ آپ ﷺ نے لکھ بھیجا کہ اس کو اسلام کی طرف رجوع دلاؤ اگر وہ اپنے اس دعویٰ کو ترک نہ کرے تو بزور شمشیر اس کا ستیاناس کرو۔ جب آپ ﷺ کا حکم عاملان یمن کو ملا۔ تو حسب الارشاد عبہلة کو سمجھایا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر کار جنگ تک نوبت پہنچی۔ جس میں عبہلة واصل جہنم ہوا۔ مرتد مسلمان دوبارہ ایمان لائے۔

لشکر اسامہ کی تیاری:

26 ماہ صفر 11 ہجری کو آپ ﷺ نے ایک لشکر کی تیاری کا حاکم دیا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ صحابی کو لشکر کا افسر مقرر کر کے فرمایا کہ شام کی طرف جاؤ اور اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لو۔ اول اسلام کی طرف بلاؤ اگر نہ آئیں تو جنگ کرو۔ یہ حکم سنتے ہی اسامہ رضی اللہ عنہ اور سائر اصحاب تیاری میں مشغول ہوئے۔ مگر اوائل ماہ ربیع الاول 11 ہجری میں آپ ﷺ کا مزاج مبارک زیادہ علیل ہو گیا۔ اسی علالت کی حالت میں معہ چند صحابہ کرامؓ کے قبرستان بقیع کی طرف تشریف لے گئے۔ اہل قبور کے حق میں دعائے مغفرت مانگی بعد ازاں جملہ شہداء کی نسبت جو کہ جہادوں میں اشریک ہو کر جام شہادت حاصل کر چکے تھے۔ خداوند تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اصحاب آمین کہتے جاتے تھے۔ اسی طرح تین دن متواتر جاتے رہے اور دعائے مغفرت مانگتے رہے اسی عرصہ میں آپ ﷺ کی حالت دن بدن بگڑنی شروع ہوئی اور لشکر جو کہ تیاری میں مصروف تھا۔ بباعث آپ کی علالت طبع کے فی الحال ملتوی ہو گیا۔

وصیت کرنا:

ایک دن آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا میرا وقت اخیر معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے میں خدا اور رسول کی تابعداری کی نسبت وصیت کرتا ہوں۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے غسل اور جنازہ اور مدفن وغیرہ کی نسبت وصیت کی کہ اہل بیت مجھے غسل دیں۔ جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے

حجرے میں دفن کریں۔ غسل دینے کے بعد مجھے مکان میں رکھ کر تمام اشخاص باہر چلے جائیں۔ پہلے میرا جنازہ جبرائیل علیہ السلام بعد ازاں میکائیل علیہ السلام بعد ازاں اسرافیل علیہ السلام بعدہٗ عزرائیل علیہ السلام جمیع ملائکہ سے پڑھیں گے۔ پھر میرا جنازہ اہل مدینہ اور اصحاب پڑھیں۔

یہ وصیتیں کرتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ خطبہ میں بہت سی نصیحتیں کر کے فرمایا کہ اگر اصحاب کا مجھ پر کوئی حق ہو تو آج مجھ سے لے لیں اگر کسی کو کوئی رنج پہنچایا ہو تو میرا بدن حاضر ہے۔ اپنا انتقام لے لے۔ ایک اصحابی اٹھے اور بصد ادب التجا کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے مجھے تین اوقیہ انعام دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اشارہ کیا کہ جو تین اوقیہ تمہیں امانت کے طور دیئے تھے ادا کر دو۔ فضل نے تعمیل کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر بہت بیقرار ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جزع فزع منع ہے ’’کل نفس ذائقۃ الموت‘‘ کو ہر وقت زیر نظر رکھو۔ اس ناپائیدار دنیا میں دل نہ لگائیں یہ فرمایا اور منبر سے اتر کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اب آنسرور ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج دمبدم علیل ہوتا گیا۔ اس عرصہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا تعالیٰ بعد درود اور سلام کے فرماتا ہے۔ اگر میرے حبیب کی مرضی ہو تو بیماری سے شفا بخشی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں اپنے ارادہ کو اسی قادر وتوانا کی مرضی پر چھوڑتا ہوں۔ مہاجر وانصار حیران وپریشان اور بیقرار پھرتے تھے اور عیادت کو آتے تھے۔ اور کبھی دل میں یہ خیال کرتے کہ بعد از وفات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا کیا حال ہوگا۔ کون ہمیں تسلی وتشفی دے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت:

اسی حال میں 9 ربیع الاول بروز جمعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو بلانے کے واسطے آئے۔ تاکہ نماز ادا کی جائے۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا میں آنے سے مجبور ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر نماز پڑھ لو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ الفاظ سنتے ہی غش

کھا کر زمین پر گر پڑے بعد ہوش آنے کے سینہ بریاں و دیدہ گریاں مسجد میں گئے اور حالات سے صحابہ کرامؓ کو اطلاع دی۔ مجبوراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ محراب کے پاس گئے۔ مگر جب محراب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باسعود سے خالی دیکھا تو غش کھا کر دھم سے زمین پر آ رہے اور طفل اشک کسی ماہرو کی تلاش میں نرگسی آنکھوں سے نکلنے شروع ہوئے۔ باقی صحابہ کرام کا بھی یہی حال تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شور وغل سنا۔ تو بعد دریافت کرنے کے سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر کل مرد و زن بچے بوڑھے جوانوں کو طلب فرمایا کر سب سے پہلے خدا کی حمد کی۔ بعد میں جمیع حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ آج تمام حاضر ہیں۔ میں دوسری دفعہ کہتا ہوں۔ کہ اگر کسی کو میری ذات سے رنج پہنچا ہو تو آج مجھ سے انتقام لے لے۔ اگر کسی کا کوئی قرض میرے ذمہ ہو تو وصول کر لے۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے پاک جاؤں۔ بعد ازاں کچھ تحمل کر کے منبر سے نزول فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی بعدہٗ آپ منبر پر تشریف لائے اور پہلی تقریر کا اعادہ فرمایا ایک شخص اُٹھا اور عرض کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین درم میرے آپ کی طرف ہیں۔ آپ نے فی الفور ادا کر دیئے اور فرمایا دنیا کی فضیحت سے آخرت کی فضیحت بہت بُری ہے کوئی شخص اپنے حقوق کی طلبی میں شرم نہ کرے اس دفعہ سب نے یک زبان ہو کر عرض کی۔ یارسول اللہ! ہم آپ کی خدمت نہ کر سکے۔ آپ نے تمام فرائض کو ادا کیا۔ مگر غفلت ہماری طرف سے ہوئی۔ یہ سنتے ہی آپ نے سب کے حق میں دعا کی اور سہارے کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تشریف لے آئے۔ بس آج سے پھر آپ باہر نہ نکلے مرض نے غلبہ کیا۔

اہل بیت کو تسلی دینا:

اہل بیت کے دل آپ کی جدائی کے خیال سے کباب ہو رہے تھے باہر صحابہ کرامؓ کے دلوں کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا زار و قطار رو رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو تسلی و تشفی دی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری سنائی کہ اے جان پدر! میرے سب اہل بیت سے پہلے تو ہی مجھے

ملے گی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سنتے ہی خوش ہوگئیں بعدازاں آپ نے خدا سے دعا مانگی۔ اے خداوند قادر وتوانا۔ اے صانع یکتا۔ اے رحیم وکریم اے ستاروغفار اے ذوالجلال والاکرام، اے عمیم الاحسان تو اپنے فضل وکرم سے ان سب کو صبر کی توفیق بخش۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب واہل بیت کا رنگ زرد اور چشم تر دیکھتے تو فرماتے کہ اللہ تعالیٰ میرے بعد تو ہی ان کی اور اسلام کی دلداری وغمخواری کر۔

خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا۔ اے اباجان! قیامت کے دن آپ سے کہاں ملوں گی تو آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں۔ پھر سوال کیا اگر وہاں ملاقات نہ ہو تو کہاں ڈھونڈوں فرمایا۔ پل صراط کے پاس۔ پھر پوچھا کہ اگر وہاں نہ ملو تو کہاں۔ فرمایا حوض کوثر پر۔ پھر عرض کی اگر وہاں بھی نہ ملو تو کہاں فرمایا میزان کے پاس۔ عرض کی اگر وہاں بھی زیارت نصیب نہ ہوئی تب کس جگہ۔ فرمایا دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا اپنی امت عاصی کو دوزخ سے نکال رہا ہوں گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس سخن کے سنتے ہی خوش ہوگئیں۔ اس کے بعد آپ پر بیہوشی طاری ہوگئی اور وہ زہر جو کہ خیبر میں زینب نامی ایک عورت نے دیا تھا۔ بحکم خدا عود کر آیا۔

ملک الموت کی حاضری:

کچھ عرصہ بعد ابھی آپ بیہوش ہی تھے کہ ایک اعرابی آپ کے دروازہ پر کھڑا ہو کر اندر جانے کی اجازت مانگنے لگا۔ اندر سے آواز آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخار سے بیہوش ہیں فی الحال اجازت نہیں مل سکتی۔ مگر اس اعرابی نے پھر اصرار کیا۔ تو گھر سے پھر انکار کا جواب ملا۔ آخر اعرابی نے بڑے زور کے ساتھ نعرہ بلند کیا۔ جس سے تمام درودیوار لرز اُٹھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہوش آ گئی۔ اور کروٹ بدلی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! ایک اعرابی دروازہ پر کھڑا ہوا اجازت مانگ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے نور چشم وہ اعرابی نہیں بلکہ ملک الموت ہے۔ جو بچوں کو یتیم کرتا ہے جو والدین کو لخت جگر بچوں کی جدائی کا داغ دیتا ہے بیوی اور شوہر میں نفاق ڈالتا ہے۔ دو دوستوں کو جدا کرتا ہے۔ یہ وہی ہے جو بڑے بڑے گردن کشوں کا غرور دم بھر میں خاک

میں ملا دیتا ہے یہ وہی ہے جو کہ ایسے ماہروؤں اور نازک بدنوں کو جو کہ پھول سے زیادہ نازک اور مہتاب سے زیادہ خوشنما ہوتے ہیں۔ دم بھر میں پیوند خاک کر دیتا ہے یہی قبرستانوں کو آباد کرتا ہے یہی عاشقانِ خدا کے دل شاد کرتا ہے یہ وہی ہے۔ جو انسان کو خدا کے حکم سے دنیا کے جنجالوں سے رہائی دلاتا ہے یہ وہی ہے جو کہ مدت کے دردمندوں کو امن کی نیند سلاتا ہے اتنا سننا تھا کہ سارے اہل بیت زار و قطار رونے لگے۔ آپ نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگایا۔ پیار کیا۔ سب کو تسلی و تشفی دی اور فرمایا کہ جب میری روح قبض ہو جائے تو سب کہو انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ملک الموت کو حاضری کی اجازت:

بعد ازاں حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ اندر آیا تو عرض کی یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ بعد سلام کے فرماتا ہے کہ اگر میرا حبیب چاہے کہ اور زندگی دی جائے تو اور زندگی دی جائے اور اگر حکم ہو تو روح قبض کر لی جائے۔ بغیر آپ کی اجازت کے کوئی کام کرنے کا حکم نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی میرے بھائی جبرائیل علیہ السلام کو آنے دو۔ جبرائیل آئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے واسطے خوشخبری لیکر آیا ہوں کہ دوزخ کے دروازے بند کیے گئے اور بہشت کو آراستہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کوئی اور خوشخبری جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ جملہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر بہشت حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت داخل نہ ہونے پائے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کوئی اور خوشخبری سناؤ۔ پھر جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر بخشا۔ شفاعت عطا کی۔ آپ نے فرمایا کوئی اور خوشخبری سناؤ۔ یہ تو خدا کی عنایتیں ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یارسول اللہ! آپ کی روح پر فتوح کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی اور بشارت میری امت کے واسطے کیونکہ میرا دل نہایت اندوہگین ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا۔ کہ میرے حبیب کو کہہ دے جو کوئی مرنے سے ایک سال پہلے توبہ کرے۔ وہ بخش دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا یہ بہت سا وقت ہے۔ کسی کو کیا خبر کب موت آئے گی۔ پھر حکم ہوا جو شخص چھ ماہ پہلے توبہ کرے گا۔ اس پر دوزخ حرام

ہو چکی آپ نے فرمایا نہیں۔ غرض اسی طرح گھٹتے گھٹتے یہ حکم آخری پہنچا۔ اور اللہ تعالیٰ نے خود خلیفہ بننا منظور کیا۔ کہ تیری امت میں تیرے بعد میں خلیفہ ہوں گا۔

لـربك يَقْـرِ لكَ السلام وَيَقولُ ان كـانَـتْ السنة والشَّهْرِ والجمعة كِثيراً والْيَوْمَ وَّالسّاعَةِ كِثيراً فَمَنْ عَصَانِيْ فِيْ جميع عُمْرِهٖ وبَلِغ رُوْحِهٖ حَلْقَهٗ لَمْ يَكُنْ اَنْ يجرِيْ عَلَے لِسَانِهٖ التَّوبةِ فدمعت عيناهُ وَندَمَ فِعْلَهٗ غَفَرتُ لَهٗ وَلاَ اُبَالِيْ وَاِنْ لَمْ يَنْدَمْ رَحْمَتِكَ ولَهٗ شفِيْعاً يَوْمَ الْقِيٰمةِ۔

ترجمہ: یعنی جس شخص نے اپنی تمام عمر مختلف قسم کے گناہوں میں بسر کی ہو اور ایک دم بھی خدا کی عبادت نہ کی ہو اور آخری دم جبکہ روح اس کا حلق میں اٹک رہا ہو۔ اس وقت ندامت کے ساتھ اپنے گناہوں سے صدق دل سے توبہ کرے گا۔ تو اس کی شفاعت ہو سکے گی۔ وہ بخشا جائے گا قیامت کے دن میں۔ اور توحید کا اقرار کیا ہو۔ سبحان اللہ۔

دس چیزوں کا اُٹھالیا جانا:

آپ اس حکم کے سننے سے مسرور شاداں ہو گئے' اور جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے بعد بھی تم زمین پر آؤ گے یا نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کی خدمت کے واسطے پیدا ہوا تھا آپ ہی تک میرا آنا زمین پر محدود تھا۔ اب میں آپ کے بعد زمین پر صرف دس دفعہ آؤں گا اور دس چیزیں لے جاؤں گا۔

(1) بادشاہوں سے عدل (2) دعا سے اثر
(3) یتیموں کی محبت (4) صابروں سے صبر
(5) شرم وحیا (6) برکت
(7) محبت علم دینی (8) سخاوت

(9) حب خدا (10) عمل قرآن

وصال مبارک:

اس کے بعد آپ ﷺ نے عزرائیل عایہ السلام کو مخاطب کیا اور کہا۔ اے عزرائیلؑ میری امت کمزور وناتواں ہے۔ جو نزع کی سختی اس پر کرنی ہے میری جان پر کرلے عزرائیلؑ کو حکم دیا کہ اپنے کام میں مشغول ہو۔ آناًفاناً میں السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز آئی اور آپ 12 ربیع الاول 11 ہجری بروز سوموار واصل بحق ہوئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بعدازاں حسب وصیت آپ کو غسل دے کر ایک مکان میں رکھ دیا گیا۔ جملہ ملائکہ علیہم السلام کے جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد سینہ بریاں وچشم گریاں جنازہ پڑھا اور حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں مدفون کیے گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر پورے تریسٹھ برس کی تھی۔

☆☆☆

جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ بغیر امام کے مختلف
لوگ درجہ بہ درجہ آتے درود شریف پڑھتے
اور گذر جاتے

باب نمبر 5

معجزات

قرآن ایک معجزہ عظیم:

سب سے بھاری معجزہ قرآن مجید وفرقان حمید کا نازل ہونا ہے حالانکہ آپ امّی تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (پ 21 سورۃ عنکبوت رکوع 5)

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ
بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○

ترجمہ: اور (اے پیغمبر) قرآن (اترنے سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا تھا۔ کیونکہ تو امی تھا۔ نہ پڑھا لکھا) اگر تو پڑھا لکھا ہوتا۔ تو یہ جھوٹے (دغاباز) ضرور شبہ کرتے۔

بعض مشرک کہتے تھے۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی آدمی ہے جو اس کو عبارت بنا بنا کر دیتا ہے اور یہ رسول بن بیٹھا ہے اس اعتراض کا جواب خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کئی جگہ فرماتا ہے (پ 1 سورۃ البقرہ رکوع 3)

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا
بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

ترجمہ: اور اگر تم شک کرتے ہو اس کلام میں جو ہم نے اتارا اوپر بندے اپنے کے تو ایک ہی سورت اس کے جوڑ کی بنالاؤ اور جو تمہارے

حمائتی ہوں۔ اللہ کے سوا۔ ان کو بھی بلا لو۔ (اور سورہ بنانے میں مدد لو) اگر تم سچے ہو۔

اس آیت کے آگے خدا خود فرماتا ہے کہ تم ہرگز نہ بنا سکو گے۔ مگر اسی امر کی تاکید کر کے نصیحت کرتا ہے ایک اور جگہ ذکر آیا ہے کہ چند یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ قرآن اللہ کا اتارا ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اسی قادر وتوانا کا اتارا ہوا ہے یہودی کہنے لگے تو ہم بھی خدا کے برابر ہو گئے ہم بھی ایسا بنا سکتے ہیں۔ اس وقت یہ آیت اتری (پ 15 سورۃ بنی اسرائیل رکوع 10)

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ؀

ترجمہ: (اے پیغمبر) کہ (ایک دو شخص تو قرآن کیا بنا سکتے ہیں) اگر سارے آدمی اور جن مل کر یہ چاہئیں کہ اسی طرح کا قرآن بنا لائیں تو بھی اس طرح کا (بنا کر) نہ لا سکیں گے خواہ ایک کی مدد ایک بھی کرے۔

آج تک بڑے بڑے فصحا و بلغا ہو گزرے ہیں مگر کسی کو طاقت نہیں کہ دم مارے جو بدبخت کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں وہ ذرا غور تو کریں۔ کیا انسانی اور خدائی مصنوعات میں فرق معلوم نہیں ہو سکتا۔ اتنی بڑی کتاب یعنی قرآن میں یکساں عبارت کی فصاحت و بلاغت اور شروع سے لیکر اخیر تک سراسر حکمت اور دانائی پر مبنی کوئی لفظ تک کمزوری ظاہر نہیں۔ اگر یہ بشر کی کلام ہوتی تو بموجب بشریت کہیں زیادہ زوردار الفاظ کہیں کم کہیں کوئی غلطی۔ کہیں کوئی حد سے بڑھی ہوئی بات ہوتی۔ مگر کئی بڑے بڑے عالموں نے لاکھ جتن کیے۔ ہزار سر ٹپکا۔ مگر۔ کچھ نہ ہو سکا۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ؕ (پ 5 سورۃ النساء رکوع 11)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر وہ قرآن خدا کے سوا کہیں اور سے آیا ہوتا جیسے کافر اور منافق سمجھتے ہیں تو اس میں معلوم کر لیتے اور بہت سا اختلاف پاتے ایک جگہ خدا کافروں اور مشرکوں کو مخاطب کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ط اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ط (پ 11 س یونس رکوع 4)

ترجمہ: اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اس کو اللہ کے سوا کوئی اپنے دل سے بنا لے بلکہ وہ اگلی کتابوں کو سچ بتاتا ہے اور وہ ان کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں وہ اللہ کی طرف سے اترا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے کیا یہ لوگ (قرآن کی نسبت) کہتے کہ اس کو پیغمبر نے بنالیا ہے۔ کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو۔ تو ایک سورہ تو ایسی بنالاؤ۔ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکو اپنی مدد کے واسطے بلالو۔

پہلی کتابوں مثلاً توریت، انجیل، زبور وغیرہ میں ان کے تابعین نے تغیر وتبدل کر دیا۔ مگر قرآن شریف کو وہ فخر حاصل ہوا۔ جو کسی کتاب کو اور کسی پیغمبر کو حاصل نہیں ہوا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

(پ 14 سورۃ الحجر رکوع 1)

ترجمہ: بیشک قرآن ہم نے ہی اتارا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن حکیم کا اعجاز:

پیشتر اس کے کسی کتاب کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ نہیں فرمایا۔ دوسری جگہ تغیر و تبدیل کی نسبت فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَھُمْ وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۝ لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (پ 24 سورۃ حم السجدہ رکوع 5)

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے قرآن کو نہ مانا۔ جب ان کے پاس پہنچا (وہ اپنی سزا دیکھ لیں گے) اور بیشک قرآن عزت والی کتاب ہے۔ جھوٹ کا تو اس میں دخل ہی نہیں۔ نہ آگے سے نہ پیچھے سے حکم والے تعریف کے لائق (خدا) کی اتاری ہوئی ہے۔

یعنی اس کتاب کے حروف اور آیتیں گنی ہوئی ہیں۔ ذرا بھی تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا۔ نہ کوئی بڑھا سکتا ہے نہ کوئی گھٹا سکتا ہے اگر خدانخواستہ آج دنیا سے قرآن نابود ہو جائے تو ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان ایسے کھڑے ہو جائیں گے جو کہ شروع سے لیکر اخیر تک زبانی ہی سنا دیں گے اور زیر زبر کی بھی غلطی پیدا نہ ہوگی کیا کوئی اور کتاب کسی مذہب کی ایسی ہے جس کے حافظ دنیا میں موجود ہوں۔ یہ شرف صرف قرآن مجید اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی حاصل ہے چنانچہ اس کتاب پاک کے حفظ ہونے کی نسبت خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (پ 21 سورۃ عنکبوت رکوع 5)

بَلْ ھُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝

ترجمہ: بات یہ ہے۔ یہ قرآن کیا ہے۔ کھلی کھلی آیتیں ہیں۔ ان لوگوں کے سینوں میں جن کو (خدا کی طرف سے) علم دیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کو وہی نہیں مانتے جو بے انصاف ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمام ادیان کا ناسخ کر کے بھیجا۔ گویا تمام دنیا کے واسطے یہ دین مقرر ہوا۔ گو کافروں اور مشرکوں نے یہود اور نصاریٰ نے بہتیرا چاہا کہ یہ دین نہ پھیلنے پائے۔ آپ کے قتل کے لیے سر توڑ کوششیں کیں۔ مگر خدا کا وعدہ کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتا تھا یہود اور نصاریٰ تو دیدہ و دانستہ یہ کام کر رہے تھے ان کی کتابوں میں پہلے سے ہی آپ ﷺ کے تشریف لانے کی بشارت اور اوصاف دیے گئے تھے۔ مگر انہوں نے آنکھوں پر پٹی باندھے رکھی۔ خدا نے اسلام کے پھیلانے کا وعدہ کیا ہوا ہے قیامت تک یہی دین منظور خدا ہے چنانچہ اس کے ناسخ ادیان ہونے کی نسبت یہود اور نصاریٰ کی بیہودہ کوششوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (پ 28 سورۃ الصف رکوع 1)

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ
وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ
بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

ترجمہ: ایسے کافر لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور (دین اسلام قرآن محمد ﷺ) کو بجھا دیں (ناپید کر دیں) اور اللہ تعالیٰ اپنا نور پورا کر کے رہے گا (تم کچھ کر لو۔ اس نور اسلام کی روشنی سارے جہاں میں پھیلاؤں گا) گو کافر برا مانیں۔ وہی خدا ہے جس نے اپنے پیغمبر (محمد ﷺ) کو ہدایت (قرآن) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا۔ اس لیے کہ اس کو سب دینوں (باقی دین اس کے مقابلہ پر ہیچ ہیں) پر غالب کر دے۔ گو مشرک برا مانیں۔

عرب کا دستور تھا کہ ہر ایک شاعر اپنا اپنا کلام تختیوں پر لکھ کر کعبہ کی دیواروں پر رات کے وقت لٹکا جاتے۔ عاص بن وائل یہودی جو کہ اپنے وقت کا افلاطون تھا۔ ہر روز صبح کے وقت کعبہ شریف کی طرف آتا۔ اور ہر ایک کی غلطیاں نکالتا ایک دن آپ ﷺ نے بھی سورۃ کوثر ایک تختی پر لٹکا دی۔ جب اگلی صبح عاص بن وائل آیا۔ تو غلطیاں درست کرتا کرتا۔ جب آپ ﷺ کی تختی پر پہنچا۔ تو اس پر متعجب ہو کر یہ الفاظ لکھ دیئے کہ یہ آدمی کا کلام نہیں ہے۔

شق القمر

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○

ترجمہ: قیامت قریب آ پہنچی۔ اور چاند پھٹ گیا اور یہ (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں۔ تو ٹال دیتے ہیں (کچھ خیال نہیں کرتے اور کہتے ہیں یہ جادو تو (ہمیشہ) سے چلا آیا ہے۔

آپ ﷺ کا دنیا میں تشریف لانا ایک قیامت کی نشانی ہے۔ مکہ کے کافروں نے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر پیغمبر ہو۔ تو چاند کے دو ٹکڑے کر دو۔ آپ ﷺ نے انگلی مبارک سے اشارہ کیا۔ تو چاند علیحدہ علیحدہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ مگر کافروں نے کہا۔ تو نے جادو کر دیا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

جنگ بدر میں کنکریوں کی مٹھی پھینکنا اور کافروں کو ہلاک کرنا۔ جنگ بدر میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

سورج کا دوبارہ طلوع ہونا:

جنگ خیبر کے وقت ایک دن آپ ﷺ لیٹے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کا فرق مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ران پر تھا۔ عصر کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ کہ آپ ﷺ پر وحی ظاہر ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بباعث رعب رسالت کے بول نہ سکتے تھے۔ بعد از وحی کے جب آپ اٹھے۔ تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی یارسول اللہ! میری عصر کی نماز قضا ہو گئی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ تو فوراً سورج پھر نمودار ہو گیا۔ اور بعد فراغت نماز کے غروب ہو گیا۔

بچے زندہ ہو گئے:

ایک دن آپ ﷺ کے اصحابی حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ نے دعوت کی۔ حضرت جابرؓ نے ایک بکری لے کر ذبح کی اور گوشت بنانے کے واسطے اپنی بیوی کو دیا۔ حضرت جابرؓ کے دو لڑکے تھے۔ چھوٹے لڑکے کا اس بکری کے ساتھ جو کہ ذبح کی گئی تھی۔ بہت پیار تھا۔ جب اس نے بکری کو نہ دیکھا۔ تو اس نے بڑے بھائی سے بکری کی نسبت استفسار کیا۔ بڑے بھائی نے جواب دیا کہ وہ تو ذبح ہو چکی ہے پھر اس نے ویسے ہی محبت بھرے الفاظ سے بھائی کو کہا کہ کس طرح ذبح کی جاتی ہے۔ مجھے بتاؤ چونکہ ابھی دونوں معصوم بچے ہی تھے۔ بڑے بھائی نے اس کو لٹا کر گردن پر چھری پھیر دی اور کہا کہ اس طرح ذبح کی تھی۔ مگر وہ تو تڑپ کر جان توڑ رہا تھا۔ ہر چند بڑا بھائی بلاتا مگر جواب نہ ملتا۔ آخر اس کے دل میں فکر پیدا ہوا تو یہ کیا ہو گیا۔ اسی فکر میں غلطان ہوا اور اس حال کی خبر اپنی مادر مہربان کو دینے کے واسطے دوڑا۔ کہ چھوٹا بھائی بولتا نہیں تو فرط غم سے دوڑتا ہوا گر کر مر گیا۔ جب ان کی ماں نے یہ حال دیکھا تو وقت کا خیال کر کے صبر کا پتھر کلیجہ پر باندھا اور خیال کیا کہ اگر ان دونوں کی

موت ظاہر ہوگئی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روٹی نہ کھائیں گے۔ دعوت کے خیال سے گھر میں روٹی نہ پکائی ہوگی بہتر ہے کہ ان لاشوں کو چھپا دیا جائے۔ اور بعد روٹی کھانے کے ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جائے گا۔ یہ سوچ کر ان کو مکان کے اندر چارپائی پر لٹا کر اوپر کپڑا ڈال دیا۔ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ باہر سے آئے تو لڑکوں کو نہ دیکھ کر ان کی نسبت دریافت کیا۔ تو ان کی ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ زبان بند ہوگئی اور انگلی سے ان کی چارپائی کی طرف اشارہ کر دیا جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے چادر اٹھا کر دیکھا تو لڑکھڑا کر گر پڑے۔ ناچار صبر کا پتھر کلیجہ پر رکھا اور روٹی کھانے تک اخفا کی کوشش کرنے لگے۔ جب روٹی تیار ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ اپنے صحابہ کرامؓ کے تشریف لے آئے ابھی کھانے کے واسطے پہلا ہی لقمہ اٹھایا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا۔ کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ جب تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے کھانے میں شریک نہ ہوں کھانا نہ کھایا جائے یہ حکم سنکر آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اپنے لڑکوں کو بھی بلاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ کہیں کھیل رہے ہوں گے آپ طعام تناول فرمائیں وہ آئیں گے تو کھانا کھالیں گے۔ ہر چند حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کھانا کھانے کی نسبت اصرار کیا مگر آپ نے فرمایا۔ جاؤ جہاں ہیں جا کر بلا لاؤ۔ ناچار حضرت جابرؓ اٹھے اور روتے دھوتے کچھ عرصہ باہر پھر کر آئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ نظر نہیں آئے۔ آپ کھانا تناول فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکم خدا تعالیٰ آچکا ہے۔ جب تک تیرے دونوں فرزند شامل نہ ہوں کھانا نہ کھایا جائے یہ سن کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ زار و قطار رو پڑے اور جہاں وہ دونوں معصوم فرزند آرام کی نیند سو رہے تھے آپ کو لے گئے۔ جب آپ نے یہ حال ملاحظہ فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ خدا کے حکم سے اٹھ کھڑے ہو۔ بس یہ کہنا تھا کہ دونوں پیارے بچے کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ماں باپ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے جن کو حالت معلوم ہوئی۔ خدا کا شکر ادا کیا اور سب نے مل کر کھانا کھایا۔

آپ ﷺ کے معجزات کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ جن کی گنجائش ان چند اوراق میں نہیں ہو سکتی۔ سچ پوچھو تو آنسرور ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہی خود ایک معجزات کا منبع تھی یہاں صرف یہ چند معجزات تبرکاً درج کیے گئے ہیں۔

☆☆☆

ازواج واولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اسمائے مبارک ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(1) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد

(2) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(3) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(4) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہ

(5) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ

(6) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

(7) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی بن اخطب

(8) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

(9) حضرت زینب رضی اللہ عنہا

(10) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

(11) حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

-٦

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے پہلے فوت ہو چکی تھیں اور باقی نو آپ کی وفات کے بعد فوت ہوئیں اور شہر مدینہ کے قبرستان بقیع میں مدفون ہوئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے فوت ہوئیں اور وہاں ہی دفن ہوئیں۔ بعض امہات المومنین کی تعداد چودہ کہتے ہیں۔ ریحانہ رضی اللہ عنہا، امرات اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ کرتے ہیں۔

* * *

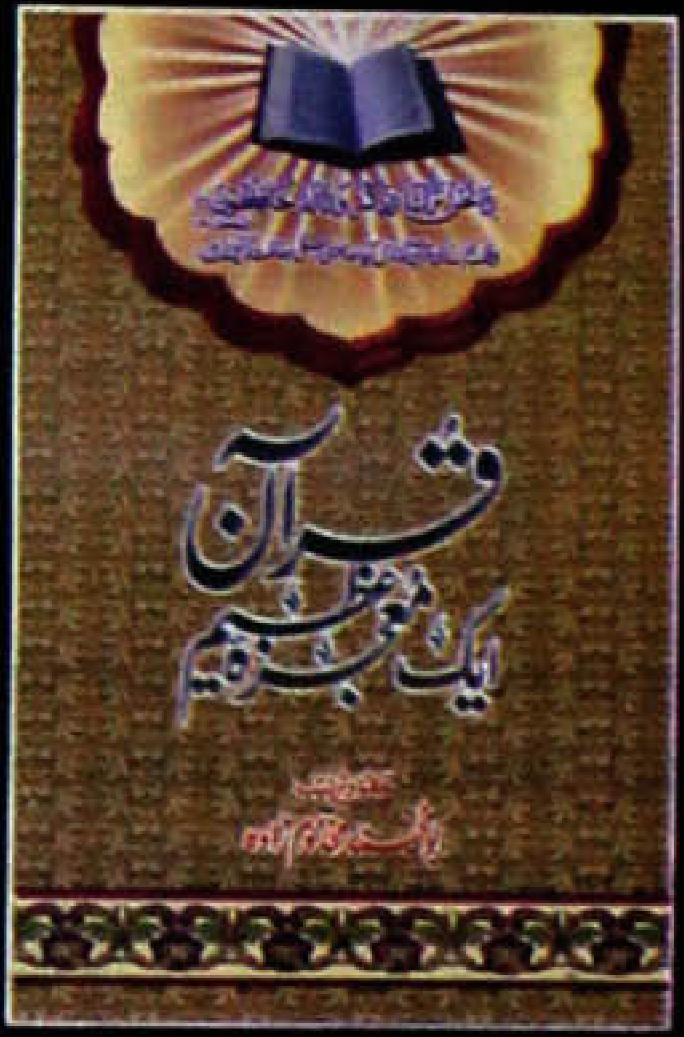
قرآن ایک معجزۂ عظیم

قرآن سچ کہتا ہے

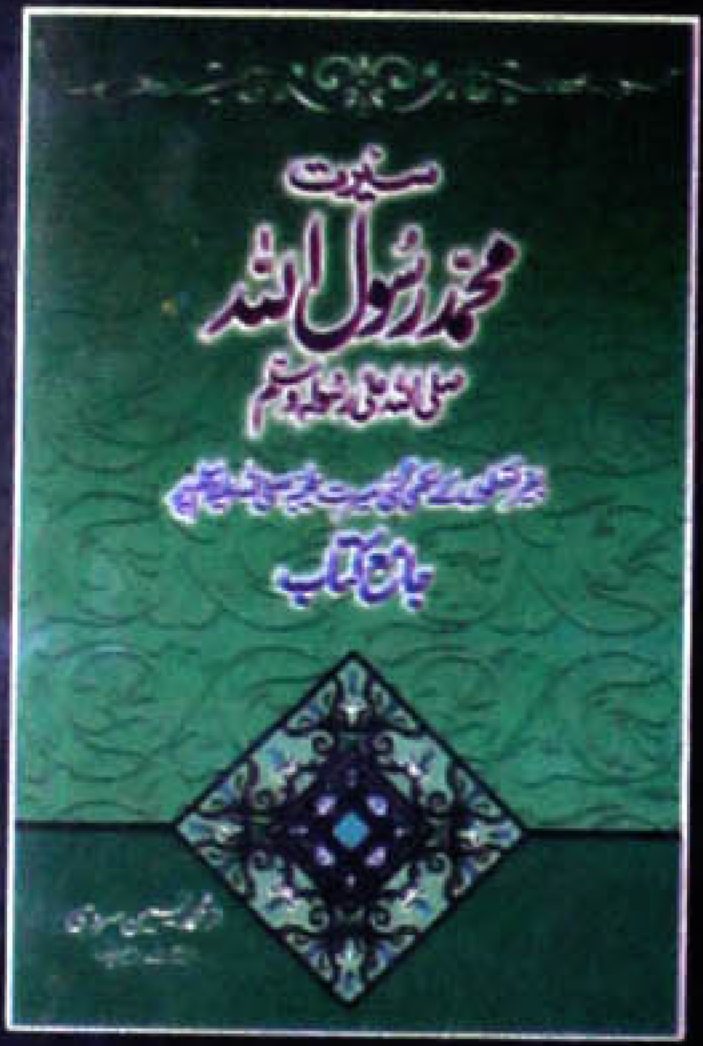
سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جامع کتاب

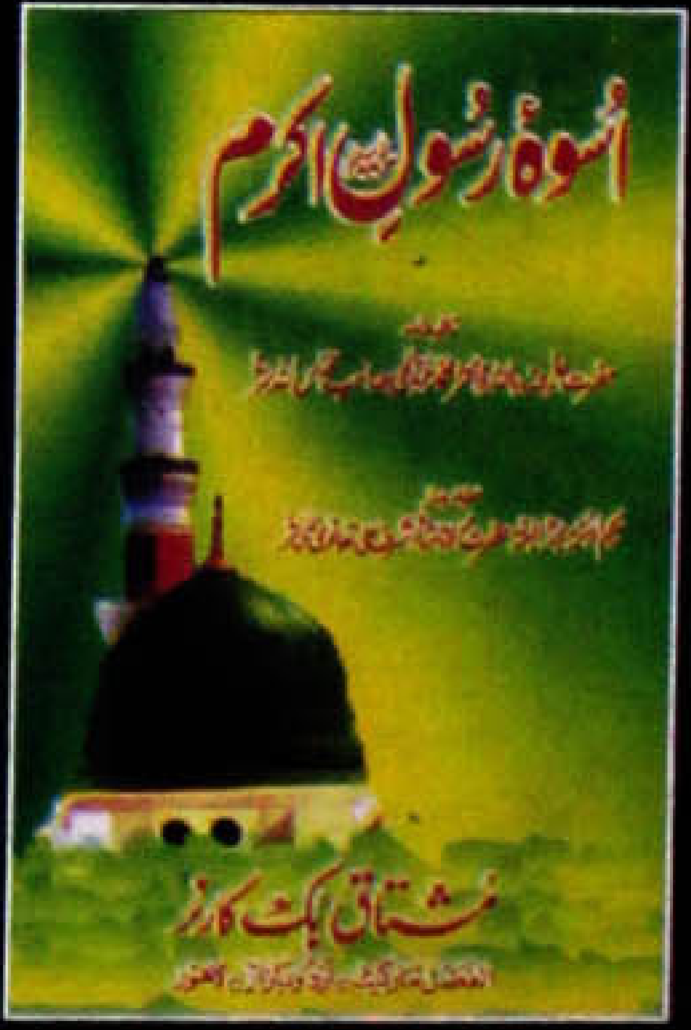
اُسوۂ رسولِ اکرم

مشتاق بک کارنر

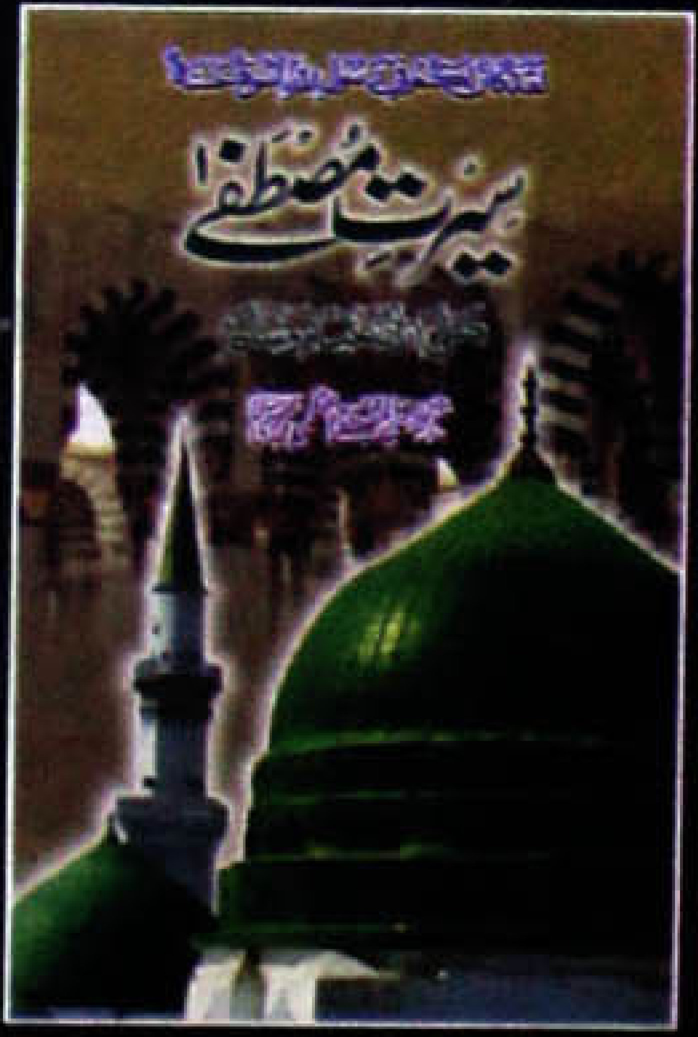
سیرتِ مصطفیٰ

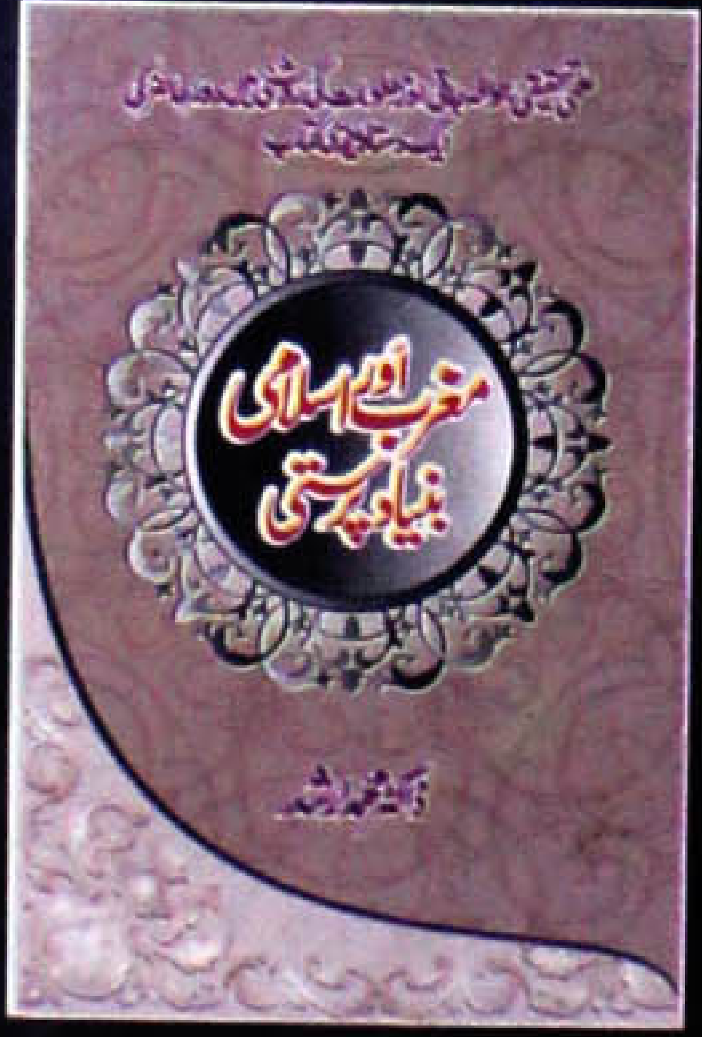
مغرب اور اسلامی بنیاد پرستی

ڈاکٹر محمد راشد

تباہ شدہ اقوام قرآن کی نظر میں

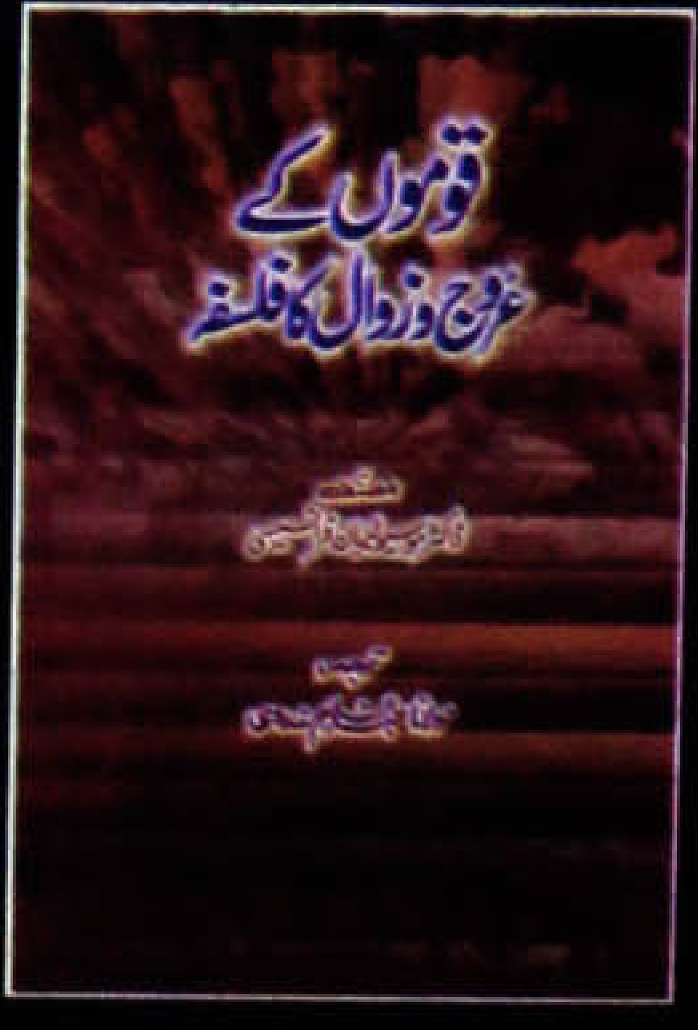
قوموں کے عروج و زوال کا فلسفہ

عرب و ہند کے تعلقات

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور